بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ﴿٣﴾

الدھر-۳

"ہم نے اِسے (انسان کو) سیدھا راستہ دکھایا اب خواہ یہ شاکر بنے یا کافر (ناشکرا)"

www.KitaboSunnat.com

جواب مبین

ابو انور جدون

مسجد توحید، آر جی ریلوے کالونی، توحید روڈ، کیماڑی، کراچی
پوسٹ بکس: 7028 فون: 021-32850510,32854484
Web: www.emanekhalis.com, www.therealislam.net

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ﴿٣﴾

''ہم نے اسے (انسان کو) سیدھا راستہ دکھایا اب خواہ یہ شاکر بنے یا کافر (ناشکرا)'' الدھر-۳

جوابِ مبین

ابوانور جدون

مسجد توحید، آرجی ریلوے کالونی، توحید روڈ، کیماڑی، کراچی
پوسٹ بکس: 7028
فون: 021-32850510,32854484
Web: www.emanekhalis.com, www.therealislam.net

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

263.72
مکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹۔ جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
19970

قارئین سے گزارش:

اس کتاب میں اگر کہیں قرآن وحدیث کے متن یا ترجے یا کوئی حوالہ نقل کرنے میں کسی بھی قسم کی غلطی ہوئی ہو تو قارئین سے گزارش ہے کہ نشاندہی فرمائیں۔
تصحیح وتنقید برائے اصلاح کو خوش آمدید کہا جائے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۸﴾ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۫ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ؕ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾ [آل عمران: ۱۸، ۱۹]

اللہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور علم والے لوگ جو انصاف پر قائم ہیں وہ بھی (گواہی دیتے ہیں کہ) اس غالب حکمت والے کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں ﴿۱۸﴾ دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہے۔ اور اہل کتاب میں جو (اس دین سے) اختلاف کیا تو علم حاصل ہونے کے بعد آپس کی ضد سے کیا۔ اور جو شخص اللہ کی آیتوں کو نہ مانے تو اللہ جلد حساب لینے والا (اور سزا دینے والا) ہے ﴿۱۹﴾

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسىٰ قَالَ أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَىٰ خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ (بخاری: کتاب الایمان، حدیث نمبر ۸)

عبید اللہ بن موسیٰ، حنظلہ بن ابی سفیان، عکرمہ بن خالد، ابن عمر نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے، اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز پڑھنا، زکوۃ دینا، حج ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

إِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ.........

(جامع ترمذی: جلد ۲، ابواب صفة القیمة، صفحة ۵۲۱)

جب بھی تم سوال کرو تو اللہ ہی سے کرو، اور جب بھی مدد مانگو تو اللہ ہی سے مدد مانگو.....

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمہید

آج دین اسلام کا ایک واضح مسئلہ '' مُردوں کا قیامت کے دن زندہ ہونے '' کو ان مذہبی پیشہ ور اساتذہ، علماء سوء اور جعلساز پیروں نے اپنے ذاتی مفاد اور مسالک و اکابرین کی محبت میں اتنا اُلجھا دیا ہے کہ ایک اچھا خاصا پڑھا لکھا، قرآن کا قاری تک یہ نہیں جانتا کہ اُس کا داتا، حاجت روا، مشکل کشا، دستگیر زمین میں دفن شدہ بے جان مردہ ہے یا کائنات کا بنانے اور اس کا نظام چلانے والا عظیم و مہربان اللہ، فتح و شکست، عزت و ذلت کا مالک ایک اللہ ہے؟ یا مر جانے والا قیامت تک کے لیے بے خبر و غافل، قبر میں دفن شدہ یہ انسانی لاشہ؟ پوری اسلامی دنیا میں یہ ہلاکت خیز رواج پڑ گیا کہ وحدہٗ لاشریک اللہ کے ساتھ مردہ لاشوں اور اپنے جیسے بندوں کو شریک ٹھہرا کر عظیم اللہ کی شان میں بڑی گستاخی و توہین اور ظلم عظیم (شرک) کی روش کو اپنایا گیا۔

خلاف قرآن و سنت مشرکانہ عقائد و اعمال اپنا کر بربادی، رسوائی اور غلامی کی زندگی کی راہ پر چل پڑے۔

غافل اور بے خبر، محتاج انسانی مردہ لاشوں اور ہڈیوں کے سامنے سجدے، دھمال اور سلام (SALUTE) کرنے کا رواج پڑ گیا۔ قبروں (مُردوں) سے فیضیابی اور استمداد و نصرت کے عقائد اپنا کر مردے کے پاس آ کر اِس طرح بھی پکارنے لگے۔

؎ '' آئے ہیں تیرے در پہ تو کچھ لے کے جائیں گے ''

آسمان والے زندہ ربّ کو چھوڑ کر قبرستان والے (محتاج مردے) سے اپنی مُرادیں پوری ہونے کی آس لگا بیٹھے۔

حالاں کہ پورا قرآن اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے لے کر وَالنَّاسِ تک یہ درس دیتا ہے کہ سارے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیارات صرف اور صرف ایک اللہ جو مالک کُل کائنات اور الحی ہے اسی کے ہاتھ میں آج بھی ہیں کل بھی تھے اور ہمیشہ رہینگے۔ کسی دوسرے غیر کے پاس ہر گز نہیں اور خاص کر انسان کی موت اور فنا ہونے کا تو بڑی وضاحت کے ساتھ سچی کتاب قرآن مجید میں یہ ذکر فرمایا گیا ہے کہ ہر پیدا ہونے والے کو مر کر فنا ہونا ہے اور ہر مرنے والے انسان کی روح کو اپنے دنیاوی جسم سے قیامت تک جدا رہنا ہے[1] شہداء (جنتی بندوں) کی دُعا میں بھی اس کی وضاحت موجود ہے۔

نُرِيْدُ اَنْ تَرُدَّ اَرْوَاحَنَا فِیْ اَجْسَادِنَا.... " اے ہمارے ربّ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے (جنتی) ارواح کو دوبارہ ہمارے (دنیاوی) جسموں میں لوٹا دیا جائے۔(مسلم، کتاب الامارہ) ان اسماک شدہ ارواح کو اپنے نئے بے ختنہ جسموں میں قیامت کے دن لوٹ جانا ہے اس قانون میں بڑے چھوٹے یا نیک و بد کی کوئی قید یا استثنا نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول ﷺ کے لیے فرمان " وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ "۔ (الفرقان : ۵۸) " اور اس ہمیشہ زندہ رہنے والے اللہ پر توکل کریں، جسے کبھی موت نہیں اور اس کی تعریف کے ساتھ پاکیزگی بیان کریں"۔

سوچئے، سچے رسول ﷺ پر اللہ کی ہزاروں رحمتیں اور برکتیں ہوں، آپ ﷺ کی سنتوں پر عمل کرتے کرتے اور دفاع سُنت میں ہماری ہزارہا جانیں قربان ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا:

"اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ...اَنْتَ الْحَيُّ الَّذِي لَا يَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ يَمُوْتُوْنَ"، "اے اللہ تیرا میں فرمانبردار ہوا تجھ پر ایمان لایا اور تجھ پہ توکل کیا... تو ہمیشہ سے زندہ ہے تجھے موت نہیں جب کہ جن وانس مر جائینگے"۔(متفق علیہ) درج بالا احکامات

---

[1] ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝ (المومنون:۱۵،۱۶)
اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ...... (الزمر:۴۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی روشنی میں مزید قرآنی آیات کے ساتھ وفات النبی ﷺ کے دن، میت کی موجودگی میں، نبی کے سب سے اوّل وافضل صدیق صحابی (شاگرد) ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم (مسلمین) کے سامنے اپنے خطبے میں وفات النبی کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا: "اَلَا مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّداً فَإِنَّ مُحَمَّداً قَدْمَاتَ وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللهَ فَإِنَّ اللهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ.." (بخاری: کتاب المغازی) ۔ خطبہ سننے کے بعد سارے صحابہ (علماء اسلام والمسلمین) کا اس پر مکمل اجماع واتفاق ہو گیا۔ کسی ایک صحابی (مسلم) نے بھی اختلاف یا اعتراض نہیں کیا۔ یہی بات کائنات کے حقیقی خالق اور وارث اللہ تعالیٰ نے اپنے سچے قرآن کی فضیلت والی آیت (آیت الکرسی) میں بیان کر دی ہے۔ اس کے باوجود اکثر کلمہ پڑھنے اور قرآن کی تلاوت کرنے والوں کے عقائد و نظریات قرآن وسنت کے خلاف ہیں جس کی نشاندہی قرآن خود کرتا ہے "وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ" (یوسف:۱۰۶) "اور ان میں اکثر لوگ باوجود اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے کے مشرک ہوتے ہیں" ایسا کیوں ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان مذہبی و مسلکی علماء، مفکروں (Scholars) نے "انسان کے مرنے کے بعد گل سڑ کر فنا ہو جانے" کے آسمانی قانون و نظریے کو مشکوک بنانے کے لیے اس شفاف مسئلے میں قرآن کی سچی آیات و صحیح احادیث کو بے جا وبے محل پیش کرنے کی کوشش کی ہے جو قرآن و صحیح احادیث کے ساتھ سراسر ظلم، زیادتی اور خیانت ہے جن کو ان بیان کردہ علماء کے متاثرین نے بغیر سوچے سمجھے صحیح مان لیا ہے۔ بہر حال اس کی وضاحت اس مضمون "**جوابِ مبین**" میں کی گئی ہے۔ یاد رہے کہ قرآن وسنت کے بیان کردہ قوانین کے خلاف عقیدہ اپنانا اپنے لیے جہنم میں ٹھکانہ بنانے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ جہنم کے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھے اور ہر قسم کے شرک اور گمراہ کن عقائد و نظریات سے محفوظ فرما کر ایمانِ خالص پر موت عطا فرمائے۔ آمین۔

ابو انور جدون

رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

"ھٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِیُنۡذَرُوۡا بِہٖ وَ لِیَعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وَّلِیَذَّکَّرَ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ﴿۵۲﴾"
(ابراہیم:۵۲) "یہ (قرآن) ایک پیغام ہے تمام انسانوں کے لیے، تاکہ انھیں خبردار کیا جائے اس کے ذریعہ سے، اور وہ جان لیں کہ وہی ایک (اللہ) معبود ہے اور تاکہ عقل و شعور والے اس سے نصیحت حاصل کریں"۔

وَ اِنَّہٗ لَذِکۡرٌ لَّکَ وَ لِقَوۡمِکَ ۚ وَ سَوۡفَ تُسۡـَٔلُوۡنَ ﴿۴۴﴾ (الزخرف:۴۴) "(اے نبی ﷺ) اور یہ قرآن تمھارے لیے اور تمھاری قوم (اُمت) کے لیے نصیحت ہے اور عنقریب تم سب سے پوچھا جائے گا"، "وَ قَالَ الرَّسُوۡلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوۡمِی اتَّخَذُوۡا ھٰذَا الۡقُرۡاٰنَ مَھۡجُوۡرًا ﴿۳۰﴾" (الفرقان:۳۰) "اور (قیامت کے دن) رسول ﷺ کہیں گے کہ اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا (اس پر یقین اور عمل کرنا چھوڑ دیا تھا)"۔

ایک بھائی، ارمان صاحب کی جانب سے ایک خط موصول ہوا جس میں عذاب قبر (دنیاوی قبر میں) اس سے متعلق دیگر مسائل کا ذکر کرنے کے بعد جواب طلب کرنے کی استدعا کی ہے۔

ان مسائل پر اکثر خطوط آتے رہتے ہیں ان کے جوابات اس لیے بھی ضروری نہیں سمجھے جاتے کہ ان کے جوابات ہمارے شائع کردہ لٹریچر (کتابچوں) میں موجود ہیں بشرطیکہ خط بھیجنے اور سوال کرنے والے کی نیت سمجھنے کی ہو کوئی مسلکی ضد یا عناد نہ ہو۔ ہمارے لٹریچرز میں اخبارات یا ڈائجسٹوں کے حوالے نہیں دیے گئے ہیں بلکہ قرآن و صحیح احادیث کے حوالے دے کر ثابت کیا گیا ہے کہ مُردے (مرنے والے) قیامت تک کے لیے بے جان اور بے روح ہوتے ہیں۔

"ثُمَّ اِنَّکُمۡ بَعۡدَ ذٰلِکَ لَمَیِّتُوۡنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّکُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ تُبۡعَثُوۡنَ ﴿۱۶﴾" (المومنون: ۱۵،۱۶) "پھر اس (دنیاوی زندگی) کے بعد تمھیں موت آکے رہے گی اور اس کے بعد قیامت کے دن تم پھر اٹھائے جاؤ گے"۔

مرنے کے بعد آنکھیں بے جان، کان بے جان، زبان بے جان، ہاتھ اور پاؤں بے جان، دل و دماغ مُردہ الغرض مرنے کے بعد جسم سے شعور و ادراک سلب ہو جاتے ہیں۔

....اَمۡوَاتٌ غَیۡرُ اَحۡیَآءٍ ۚ وَ مَا یَشۡعُرُوۡنَ ۙ اَیَّانَ یُبۡعَثُوۡنَ ﴿۲۱﴾ (النحل:۲۱) "مردے ہیں نہ کہ زندہ اور ان کو یہ تک معلوم نہیں ہے کہ انھیں کب (دوبارہ زندہ کرکے) اٹھایا جائے گا"۔

...لَّا یَسۡتَجِیۡبُ لَہٗۤ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ... (الاحقاف:۵) "قیامت تک کے لیے اسے (اپنے پکارنے والے کو)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب نہیں دے سکتے"۔

قیامت سے پہلے مُردے کے سُننے اور شعور کے قائل حضرات کی مثال اُس شخص کی طرح ہے جو سورج غروب ہونے کے بعد صبح سے پہلے آدھی رات کو سورج کی کرنوں کے نظر آنے کا قائل ہو[1] جس طرح سورج کی کرنوں کا سحر ہونے سے پہلے نظر آنا محال اور ناممکن ہے اسی طرح رُوح نکلنے (زندگی کا سورج ڈوبنے) کے بعد قیامت سے پہلے اس مُردہ لاشے یا میت میں روح کا آنا یا اس سے تعلق قائم ہونا ناممکن ہے (الا ان یشاء اللہ)۔

یہ القوی و قادر ربّ کا بنایا ہوا یکا قانون اور سُنت ہے جو قیامت تک جاری رہے گا۔ ﴿فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا﴾ (فاطر:۴۳) سو تم اللہ تعالیٰ کے طریقے اور سُنت میں ہرگز تبدیلی اور تغیر نہیں پاؤ گے۔ اپنے رسول سے فرمایا:۔ ﴿وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ﴾ .... " تیری طرف جو تیرے ربّ کی کتاب وحی کی گئی ہے اسے پڑھتا رہ اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں" (الکہف:۲۷)۔

بہر حال محمد ارمان صاحب کے خط کا جواب دینا اس لیے ضروری سمجھا گیا کہ اُنھوں نے ربِّ عظیم کی سچی و آخری کتاب قرآن مجید کی درج ذیل آیت کا حوالہ دے کر جواب طلبی کی ہے.....!

﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ﴾ ....(البقرہ: ۲۸۱) "اور ڈرو اس دن سے جس میں تم اللہ کے سامنے پیش کیے جاؤ گے"۔

اس آیت کو پڑھ کر جہاں خود بھی قیامت کے دن کے حساب کا خوف آتا ہے کہ بلاشبہ اُس دن کوئی کسی کو بچانے اور چھڑانے والا نہ ہوگا، وہاں یہ خیال بھی آیا کہ شاید خط لکھنے والا اس دن کی ہولناکیوں سے ڈرتے ہوئے واقعی حق بات سمجھنا چاہتا ہے اور اللہ کی اُس رحمت اور وعدہ کو جس میں فرمایا گیا۔

﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (العنکبوت: ۶۹) "اور جن لوگوں نے ہمارے لیے کوشش کی تو ہم ضرور اُن کو اپنا (اپنے دین کا) راستہ دکھا دیں گے اور اللہ تو نیکوکاروں کے ساتھ ہے"، کو سامنے رکھتے ہوئے مذکورہ خط کا جواب ضروری سمجھا۔ دُعا ہے اپنے ربّ رحیم سے کہ وہ ہمیں ہدایت یافتہ بندوں کی راہ پر چلائے اور صراط مستقیم پر قائم رکھے اور اسی پر موت دے...... آمین

---

(۱) کچھ لوگ روح کے جسم کے ساتھ تعلق کی مثال سورج کی کرنوں اور بلب کی روشنی سے دیتے ہیں لیکن جب سورج غروب ہو جائے اور بلب آف کر دیا جائے تو پھر سورج کی کرنیں اور بلب کی روشنی کہاں اور کیسے ؟ اس کے بعد روشنی کی ایک کرن بھی متعلقہ خطۂ زمین یا کسی جگہ پر نظر نہیں آسکتی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارمان صاحب لکھتے ہیں :

سوال : قرآن میں جگہ جگہ لفظ "قبر" آیا ہے جیسے "وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ" (التوبہ:۸۴) "اور اس (منافق) کی قبر پر مت کھڑے ہونا" یا...کانوا یتخذون قبور انبیائهم وصالحیهم مساجد" (مسلم) "ان لوگوں (یہود و نصاریٰ) نے اپنے انبیاء اور اولیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ (مساجد) بنا دیا تھا"۔ اور پھر لکھا ہے کہ تم لوگ اس زمینی گڑھے (قبر) میں مُردہ پر عذاب وراحت کو برزخ میں برزخی جسم کے ساتھ مانتے ہو کیوں...؟ قرآن واحادیث سے واضح جواب دیجیے...؟۔

جواب : بھائی ارمان صاحب ہماری کیا مجال کہ ہم قرآن واحادیث میں اپنی من مانی کریں، اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی توفیق وہمت ہی نہ دے کہ دنیا پرست مولویوں کی طرح قرآن واحادیث میں تحریف کریں بلکہ یہ تو ہم سب کے ربّ کا فرمان ہے کہ "ثُمَّ أَمَاتَهٗ فَأَقْبَرَهٗ" (عبس:۲۱) "پھر اس (انسان) کو موت دی، پھر قبر دی"۔

ہر انسان کو مرنا ہے اور مرنے کے بعد اسے اس کے رشتہ دار، دوست واحباب قبر کی شکل میں اس زمینی گڑھے میں دفن کر دیتے ہیں، تو اگر قبر سے صرف یہی قبر مراد لی جائے جو زندہ انسان اپنے مُردوں کے لیے بناتے ہیں۔ تو پھر جس کے لیے یہ دُنیاوی قبر نہ بنائی جائے یا رشتہ دار اور دوسرے دوست واحباب اس میت کو دفن ہی نہ کریں تو کیا یہ میت بے قبر رہی اور پھر معاذ اللہ، اللہ نے جھوٹ فرمایا کہ ہم ہر مرنے والے کو قبر دیتے ہیں۔ کسی کو قبر ملی اور کسی کو نہیں...؟ کسی کو قبر نصیب ہوئی اور کوئی اس سے محروم رہا اور پھر یہی قبروں سے محروم رہنے والے جنت کے باغ یا دوزخ کے گڑھے سے بھی دُور رہے اور ان دونوں مقامات میں داخل نہ ہو سکے۔

قرآن واحادیث میں لُغتاً اس زمینی قبر (گڑھے) کی طرف اشارے کیے گئے ہیں جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ اگر قرآن واحادیث کے بیان سے ہم صرف اور صرف یہی زمینی گڑھا (قبر) مراد لیں اور عقیدہ بنا لیں کہ عذاب قبر اسی زمینی گڑھے میں ہوتا ہے تو پھر بڑی بڑی سرکش اور نافرمان قومیں جیسے قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم شعیب، قوم لوط وغیرہ کو زمینی گڑھوں میں دفن ہی نہیں کیا گیا؟ کیا وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے۔ اور آپ کے اس عقیدے کے مطابق ایک بہت بڑے سرکش اور نافرمان شخص فرعون کا جسم اس زمینی گڑھے (قبر) کے اوپر مصر کے عجائب خانے میں رکھا ہوا ہے کیا وہ عذاب قبر سے قیامت تک دور اور محفوظ رہا؟ لیکن اگر ہم اپنے العلیم اور الخبیر ربّ کی یہ بات مان لیں کہ مرنے کے بعد ہر ایک کو قبر ملتی ہے تو پھر ان گزرے زمانے کے مجرمین جن کی لاشیں تک ختم ہو چکی ہیں ان کو بھی عذاب قبر (برزخ کے پیچھے دیا جانے والا عذاب)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو رہا ہے اور فرعون ظالم کو بھی اللہ کی طرف سے قبر ملنے کے بعد صبح وشام قبر کا عذاب دیا جا رہا ہے، جو حق ہے۔
"اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا" آگ ہے جس پر اُن کو صبح وشام پیش کیا جا رہا ہے۔
زندہ انسان اور خاص کر مسلمین پر اپنے مردہ بھائی کا یہ حق بنتا ہے کہ اُس کو پہلی فرصت میں زمین کے سپرد کر دیں یعنی دفنا دیں، یونہی کسی میدان میں نہ چھوڑ آئیں! مُردہ (میت) کو دفنانے میں دونوں کا فائدہ ہے کہ مُردہ جانوروں کے کھانے اور بے حرمتی سے محفوظ رہا اور زندہ بدبو اور تعفن سے۔ اور اس طرح مردہ کے زندہ بھائی کو اس کے دفنانے پر اجر وثواب بھی ملتا ہے یہ طریقہ اللہ رب العزت نے آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل کے واقعے میں بیان کیا ہے یہ اور بات ہے کہ قابیل نے اپنے بھائی کو ندامت سے بچنے کے لیے دفنایا تھا۔ بہر حال، جس طرح مردہ زمین کے اوپر پڑے پڑے کچھ مدت بعد ختم ہو جاتا ہے اسی طرح یہی مُردہ (انسانی لاشہ) زمین کے اندر کچھ عرصے بعد مٹی ہو جاتا ہے، فنا ہو جاتا ہے۔ سوائے جسم کی معمولی ہڈی "عجب الذنب" کے۔ (صحیح بخاری، کتاب التفسیر)
اللہ کا انسانوں کے لیے فرمان ہے: مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾ (طٰہٰ: ۵۵) "ہم نے تمھیں (اے انسانوں) اس مٹی (زمین) سے پیدا کیا۔ اور اسی میں تمھیں لے جائیں گے (یعنی پھر مٹی بنا دیں گے) اور پھر دوسری بار اس مٹی (زمین) سے تمھیں (بنا کر) باہر نکالیں گے (یعنی دوسری بار پہلے کی طرح دوبارہ مٹی سے مکمل زندہ انسان بنا کر اپنے سامنے کھڑا کریں گے)"[۱]۔
سچے رسول ﷺ کا فرمان: كُلُّ ابْنِ اٰدَمَ یَاْكُلُهُ التُّرَابُ اِلَّا عَجْبَ الذَّنَبِ "آدم کے ہر بیٹے (نیک وبد) کو مٹی کھا جاتی ہے سوائے عجب الذنب کے"۔ (مسلم)
اسی لیے تو علم والے دفن کرنے کو سُپرد خاک بھی کہتے ہیں کہ فلاں سُپرد خاک (یعنی مٹی کے حوالے) کر دیا گیا۔ یہ خاکی جان سُپرد خاک ہو کر آخر کار مٹی اور خاک بن جاتا ہے جس کے لیے انسانوں کا حقیقی خالق فرماتا ہے۔
قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ (ق: ۴) "ہمیں معلوم ہے ان کے جسموں کو مٹی (زمین) کتنا (کھا کھا

---

(۱)۔ بعض حضرات یہاں منھا اور فیھا سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جو مُردے دفن نہ بھی کیے جائیں وہ بھی آخر کار اس زمین کے اندر ذرات کی شکل میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ان کی بھی زمینی قبر بن جاتی ہے، اور قبر کے اندر سے اُن کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ حالانکہ منھا اور فیھا سے یہاں مراد زمین کے اندر سے نکالنے یا زمین میں اندر جانے کے نہیں ہیں۔ بقیہ حاشیہ صفحہ ۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر) کم کرتی ہے"۔

قرآن و صحیح احادیث کے مطابق جب قبر میں کچھ عرصے بعد انسان کا مردہ لاشہ ہی باقی نہ رہا، مٹی اور خاک ہوگیا تو قبر (زمینی گڑھے) میں عذاب چہ معنی دارد؟ کیا ہڈیوں اور مٹی کو عذاب دیا جاتا ہے عام الفاظ میں کیا خاک کو عذاب ہوتا ہے! احادیث میں "سالم جسم کے ساتھ عذاب ہونے کا ذکر آیا ہے، مٹی ہڈیوں، راکھ اور ذرات کو عذاب دیے جانے کا ذکر نہیں اور ذرات کے دوبارہ جسم کی شکل اختیار کرنے کا کہیں ذکر نہیں۔ بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انسانوں کو دوبارہ پیدا کرے گا"۔

انسان دو عناصر کا مرکب ہے ایک "جسم عنصری" اور دوسرا "روح"۔ وفات کے بعد جسم تو یہاں دُنیا میں زمین پر رہ جاتا ہے (جسے باقیات بھی کہتے ہیں) جو آہستہ آہستہ گل کر فنا ہوجاتا ہے جبکہ روح قبض کیے جانے کے بعد برزخ کے پیچھے چلی جاتی ہے فنا نہیں ہوتی[1]۔

اس روح کو عالم برزخ میں دیے جانے والے جسم کے ساتھ عذاب و راحت کا احساس دلایا جاتا ہے جیسے کہ ارمان صاحب آپ نے اپنے خط میں " اسی میت" پر رونے کا ذکر کیا ہے کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ ایک یہودیہ (کی میت) پر گزرے اُس پر اُس کے گھر والے (عزیز و اقارب) رو رہے تھے آپ ﷺ نے

بقیہ حاشیہ صفحہ ٨: دوبارہ مٹی سے بنانے، دوبارہ مٹی ہو جانے اور پھر دوسری بار اس مٹی سے بنا کر زندہ کرنے کے ہیں۔ جس طرح قرآن میں دوسرے مقامات پر فرمایا گیا۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (البقرہ:٣٠) "میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں" یہاں "میں" بمعنی اندر نہیں "اوپر" بیان ہوا ہے۔ وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ (البقرہ:١٦٤) "اور زمین میں ہر قسم کے جاندار پھیلا دیے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا... (ھود:٦) " اور زمین میں کوئی جاندار نہیں مگر اس کو رزق اللہ دیتا ہے... هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اسْتَعْمَرَكُمْ فِیْهَا.... (ھود:٦١) "اُس نے تم کو زمین (مٹی) سے پیدا کیا اور اس میں (پر) آباد کیا"۔ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ..... (الاعراف:١٠) "اور ہم نے زمین میں تمھارا ٹھکانا بنایا اور اس میں تمھارے لیے سامان معیشت پیدا کیے۔" وَاَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ.... "(لقمان:١٠) "اور زمین میں پہاڑ رکھ دیئے تاکہ تم کو ہلا نہ دے اور اس میں ہر قسم کے جاندار پھیلا دیئے" (جاندار زمین کے اندر نہیں اوپر پھیلا دیئے)۔

(١) بدعتی حضرات اپنے مرنے والے کی روح ہی کو ثواب پہنچانے کے لیے نذر و نیاز کا اہتمام کرتے ہیں۔ یعنی اُن کا عقیدہ ہوتا ہے کہ اس نذر و نیاز کا فائدہ روح کو (برزخ میں) پہنچ جاتا ہے حالاں کہ یہ عمل (ایصال ثواب والا) قرآن و سنت کے خلاف ہے۔ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے میں مروجہ ایصال ثواب، ختم شریف، تیجہ، چالیسواں برسی وغیرہ کا عمل نہیں تھا ہاں البتہ مسلم ماں باپ کی طرف سے وصیت کے مطابق، کنواں ٹیوب ویل، مسجد، یتیم خانہ وغیرہ کی تعمیر جائز ہے۔ لیکن یہ کھانے پینے والا ایصال ثواب جسے خود اور امیر حضرات کو کھلایا جاتا ہے بدعت اور گناہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا: "اِنَّھُمْ لَیَبْکُوْنَ عَلَیْھَا وَاِنَّھَا لَتُعَذَّبُ فِیْ قَبْرِھَا" (بخاری، مشکوۃ باب بکاء علی المیت) "یہ لوگ اس (یہودیہ کی میت) پر رو رہے ہیں اور اس کو اس کی قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے"۔

بعض پیشہ ور مولوی حضرات اس حدیث کے غلط معنی بیان کر کے عوام میں گمراہیاں پھیلا رہے ہیں کہ "لَتُعَذَّبُ" مضارع کا صیغہ ہے جس کے معنی مستقبل اور حال دونوں میں کیے جاسکتے ہیں۔ یعنی یہاں "لَتُعَذَّبُ"(۱) کے معنی "عذاب دیا جائے گا" بھی ہو سکتا ہے۔

یہ روایت میت پر رونے کے باب میں بیان ہوئی ہے۔ یہودیہ کو لوگوں کے رونے کی وجہ سے عذاب ہو رہا تھا کیوں کہ بدعقیدہ اور گمراہ لوگ اپنے کسی عزیز کی روح نکلنے کے ساتھ ہی میت پر چیخنا چلانا شروع کر دیتے ہیں اُس وقت یہودیوں کے رونے کی وجہ سے یہودیہ کو عذاب ہو رہا تھا جس کی خبر نبی ﷺ نے مسلمانوں

---

(۱). خاص کر ماسٹر ابو جابر دامانوی اس کا بار بار اپنی ہر کتاب میں حوالہ دیتے ہیں کہ یَبْکُوْن اور تُعَذَّبُ مضارع کے صیغے ہیں اور عربی میں اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں حال اور مستقبل (علامہ الدین الخالص صفحہ ۱۸، قرآن وسنت سے انحراف صفحہ ۴) یہاں موصوف نے حدیث کے متن میں قصداً تحریف کی ہے لَیَبْکُوْنَ اور لَتُعَذَّبُ کی جگہ صرف یَبْکُوْنَ اور تُعَذَّبُ لکھا ہے۔ عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے والے ماسٹر صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ بھی عربی کا قاعدہ ہے کہ جب مضارع پر "لام تاکید" داخل ہو جائے تو پھر صرف حال کے معنی لیے جاتے ہیں۔ مضارع صرف حال کے لیے مخصوص ہو جاتا ہے جس طرح "س اور سوف" داخل ہونے کے بعد مضارع صرف مستقبل کے لیے مخصوص ہو جاتا ہے۔ ماسٹر صاحب کو مضارع کا مستقبل میں معنی کرنے کا بڑا ارمان اور شوق ہے۔ تو ہم صحیح روایت پیش کر کے ان کا یہ ارمان بھی پورا کر دیتے ہیں: عَنِ الْمُغِیْرَۃِ ابْنِ شُعْبَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ مَنْ نِیْحَ عَلَیْہِ فَاِنَّہٗ یُعَذَّبُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِمَا نِیْحَ عَلَیْہِ "مغیرۃ بن شعبۃ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے جس پر نوحہ کیا جاتا ہے اس کو قیامت کے دن عذاب دیا جائیگا بسبب اس کے جو اس پر نوحہ کیا گیا"۔ (متفق علیہ مشکوۃ باب بکاء علی المیت) دونوں روایتوں سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مرنے کے ساتھ لَتُعَذَّبُ کے حوالے سے بغیر دفن ہوئے برزخی جسم کے ساتھ برزخ میں عذاب شروع ہو جاتا ہے اور یُعَذَّبُ کے حوالے سے اسی جسم کو دوبارہ زندہ ہونے کے بعد قیامت کے دن عذاب ہوگا۔ یہی فرق ہے لَتُعَذَّبُ اور یُعَذَّبُ کے معنی میں۔ سورۂ توبہ میں حرام خور علماء سے خبردار کرتے ہوئے مسلمانوں سے فرمایا گیا: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّھْبَانِ لَیَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ (توبہ: ۳۴)۔ "اے ایمان والو! مولویوں اور پیروں کی اکثریت لوگوں کا مال ناجائز طریقوں سے کھاتی ہے" یہاں کھائیں گے نہیں ہو سکتا کیوں کہ یہ ترجمہ غلط ہے اس دنیا میں روزانہ مال کھاتے ہیں (حال)، اور پھر آخرت میں... اُولٰٓئِکَ مَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ اِلَّا النَّارَ... (البقرۃ: ۱۷۴) (مال نہیں) آگ کھائیں گے۔ لیاکلون کے صرف ایک معنی "کھاتے ہیں" اور یاکلون کے دو معنی "کھائیں گے" "یا" "کھاتے ہیں"۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو دی اور اسی وجہ سے نبی ﷺ نے مسلمانوں کو اپنی میتوں پر رونے سے منع فرمایا ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ یہودی، عیسائی، ہندو اور ہر مشرک و کافر کو مرنے کے ساتھ ہی بغیر کسی کے رونے اور دفن کیے بغیر بھی عالم برزخ میں بسبب کفر و شرک کے قبر کا عذاب شروع ہو جاتا ہے اور جاری رہتا ہے۔

دوسری روایت (جو مسلم کی ہے) میں بتایا گیا کہ نبی ﷺ کے پاس سے ایک یہودی (مردمیت) کا جنازہ گزرا (قبر نہیں) اور یہودی حسب عادت وعقیدہ اس پر رو رہے تھے اور ماتم کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر نبی ﷺ نے فرمایا یہ لوگ (یہودی) اس پر رو رہے ہیں اور اسے (جنازے والے) کو عذاب ہو رہا ہے۔ یہ بھی درجہ بالا بخاری کی روایت کے مطابق عذاب قبر ہی کا تذکرہ ہے۔

"دراصل مرنے کے بعد سے لے کر قیامت تک جو عذاب ہوتا ہے اسے نبی ﷺ نے "عذاب قبر" کے نام سے موسوم کیا ہے اور عذاب کا یہ سلسلہ مرنے کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے"۔ (عبداللہ دامانوی: قرآن وحدیث سے انحراف صفحہ نمبر ۱۱۱)

"بلکہ اصل عذاب و ثواب روح ہی کو ہوتا ہے"۔ (عبداللہ دامانوی: قرآن وحدیث سے انحراف صفحہ نمبر ۱۲۵)

گنہگار انسان کی میت دفن ہونے کی محتاج نہیں۔ دفن ہونے سے پہلے روح نکلتے ہی کافر نافرمان پر اللہ کا عذاب "عذاب قبر" شروع ہو جاتا ہے چاہے مرنے والے کی روح نکلنے کے بعد اس کی لاش دنوں، مہینوں، سالوں باہر پڑی رہے اور گڑھے (زمینی قبر) میں دفن ہی نہ کی جائے۔ زمینی گڑھے (قبر) میں لاش اتار کر مٹی ڈال کر چھپانا، یہ رسمی کاروائی بحیثیت انسانی لاش کا حق ہے۔ دیر سے دفنانے یا مٹی میں نہ چھپانے سے مرنے والے کے عذاب یا راحت پر کوئی فرق نہیں پڑتا اس کی عذاب یا راحت والی زندگی تو عالم برزخ میں دیے جانے والے جسم کے ساتھ شروع ہو جاتی ہے۔ قرآن میں ایسے لوگوں کے واقعات موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

نوح علیہ السلام کی مشرک قوم کے لیے فرمایا گیا:۔

مِمَّا خَطِيٓـَٔـٰتِهِمْ أُغْرِقُوا۟ فَأُدْخِلُوا۟ نَارًا ..... (نوح:۲۵) "وہ اپنے گناہوں کے سبب پانی میں غرق کر دیے گئے اور پھر آگ میں ڈال دیے گئے"۔

ظاہر ہے پانی اترنے کے بعد ان کی لاشیں زمین پر میدانوں، پہاڑوں اور درختوں میں پڑی اور پھنسی رہیں۔ جس طرح قوم ثمود، قوم عاد، قوم شعیب وغیرہ کے ہلاک شدہ مجرم انسانوں کی لاشیں زمین پر اپنے اپنے مکانوں، دکانوں اور گلیوں میں پڑی رہیں اور پھر آہستہ آہستہ وقت کے ساتھ ساتھ فنا ہو گئیں۔ اُن کے صرف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکانات رہ گئے جن کے لیے فرمایا گیا:-

فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوا ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٥٢﴾ (النمل: ۵۲) - "اب ان (ظالموں اور سرکشوں) کے یہ گھر ظلم کی وجہ سے خالی پڑے ہیں علم والوں کے لیے اس میں نشانی ہے"۔

فرمان الٰہی کے مطابق جس طرح کچھ عرصے کے بعد وہ گھر اُن کے وجود (دنیاوی جسموں) سے خالی ہو گئے اسی طرح یہ قبریں (زمینی گڑھے) بھی ایک وقت (عرصہ) گزر جانے کے بعد اپنی لاشوں، میتوں سے خالی ہو جاتی ہیں اور لاشیں اندر ہی فنا ہو جاتی ہیں۔

نوح علیہ السلام کی قوم کی طرح فرعونیوں کو بھی دنیا میں پانی کا عذاب دیا گیا لیکن برزخ میں یہ مجرم صبح و شام آگ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ دنیا میں کچھ نافرمانوں کو اللہ تعالیٰ پانی سے بھی عذاب دیتا رہا ہے۔ لیکن برزخ اور آخرت میں ان نافرمانوں کے لیے صرف آگ کا عذاب مقرر کیا گیا ہے وہاں پانی کا عذاب نہیں، فرمایا:-

...اَلنَّارُ ۗ وَعَدَهَا اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۗ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿٧٢﴾ (الحج: ۷۲) "... آگ جس کا وعدہ اللہ نے کافروں سے کیا ہے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے"۔

لَهُم مِّن جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِن فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿٤١﴾ (الاعراف: ۴۱) "ایسے لوگوں کا بچھونا بھی آتش جہنم اور اوڑھنا بھی آگ ہو گی۔ اور ظالموں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں"۔

نوح علیہ السلام کی مشرک اور قبر پرست قوم کو دنیا میں پانی کا عذاب دیا گیا[1] اور پھر مزید عذاب دینے کے لیے عالم برزخ میں برزخی جسموں[2] کے ساتھ آگ میں داخل کر دیا گیا۔ یاد رہے کہ اس دنیاوی پانی میں آگ

---

(۱). اگر ایماندار مسلم پانی میں ڈوب کر وفات پائے تو فرمان رسول ﷺ کے مطابق وہ شہید ہے وَالْغَرِيقُ شَهِيدٌ (متفق علیہ) اور بفرمان رسول ﷺ ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ شہید اسی وقت جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے چاہے اُس کی لاش پانی (سمندر) سے نہ ملے یا دنوں، مہینوں اور سالوں کے بعد ملے اور کافی عرصے کے بعد اس دنیاوی (گڑھے) قبر میں دفن کر دی جائے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیوں کہ وہ شہید ہے اور اسے پہلے ہی دن برزخی جسم کے ساتھ جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ فرمان الٰہی قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ "کہہ دیا جاتا ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ"۔

(۲). بعض حضرات یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ گناہ اور جُرم تو اس دنیاوی جسم نے کیے ہونگے اور سزا برزخ میں دوسرے جسم کو دی جائے! دراصل یہ دنیا دارالعمل ہے، قیامت کے دن ان مجرموں کو سزا و عذاب اس کے روح اور جسد عنصری دونوں کے ساتھ دیا جائیگا۔ اور قیامت سے پہلے موت کے بعد ان کے لیے عذاب کا یہ دور عالم برزخ میں عارضی ہوتا ہے یہ برزخ کا عذاب ہے اور قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں جل سکتی بلکہ پہلے سے بھڑکتی ہوئی آگ بھی بُجھ کر ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ یہ اللہ کی سُنت اور قانون ہے۔

جس طرح نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کی مشرک بیویوں کے لیے فرمایا گیا:۔ وَّ قِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ (التحریم: ۱۰) "اور حکم دیا گیا کہ (اے زوجہ نوح، زوجہ لوط) آگ میں جانے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی داخل ہو جاؤ"۔

ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد جہاں دوسرے کافر، مشرک پہلے سے آگ میں داخل کر دیے گئے تھے وہاں ان مشرک عورتوں کو بھی ان کے ساتھ آگ میں داخل کر کے اکٹھا کر دیا گیا۔ اگرچہ ان دونوں عورتوں کے دنیاوی جسم یہاں زمین پر ایک دوسرے سے کافی دور اور فاصلوں پر تھے اور زمانوں میں بھی دُوری ہے۔ (نوح علیہ السلام کی بیوی پہلے اور لوط علیہ السلام کی بیوی بعد کے زمانے کی ہیں) لیکن عالم برزخ میں ان کو عذاب دینے کے لیے دوسرے مشرکوں کے ساتھ جمع کر دیا گیا۔ اسی طرح صاحب یٰسین (نیک انسان تھا)، اللہ کی راہ میں مارا گیا، اُس کی لاش زمین پر دُشمنوں کے درمیان پڑی ہوئی تھی اور اُس کے لیے اعلان کیا گیا:۔ قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ... (یٰسٓ: ۲۶) "کہا گیا جنت میں داخل ہو جا"۔

چنانچہ صاحب یٰسین جنت میں داخل ہو گئے اور پھر وہاں جنت سے اپنی قوم کے لیے خیر خواہی اور اپنی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲ ہمیں اللہ سے ڈرتے ہوئے اللہ کے نظام اور سنت و قانون پر اعتراض و تنقید بحیثیت ایک وفادار مسلم کے نہیں کرنی چاہیے۔ کیوں کہ اللہ کا فرمان ہے: اَللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ "بے شک اللہ زیادہ جانتا ہے اور (اے انسانوں) تم نہیں جانتے"۔ کچھ حضرات اس کی دلیل میں لنگڑے اور اندھے کی مثال پیش کرتے ہیں کہ اگر لنگڑا اندھے پر سوار ہو کر کسی باغ سے چوری کرتے ہوئے پکڑا جائے تو سزا دونوں کو ہو گی یا ایک کو؟ بے شک اس عمل میں دونوں شریک ہیں اس دنیا میں دونوں کو سزا ہو گی اور یہی قرآن وسُنت کا حکم بھی ہے۔ لیکن مرنے کے بعد قرآن واحادیث ہی میں گناہگاروں اور شہداء پر عذاب وراحت برزخ میں بتایا گیا ہے۔ موت کے وقت روح جسم سے الگ ہو جاتی ہے اور پھر اللہ کے پاس روک لیے جانے کی وجہ سے اس روح کا اپنے دنیاوی جسم کے ساتھ تعلق قیامت تک کے لیے ختم ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے روح پر جو گزرتی ہے اس کا اس جسم کو اور اس جسم کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہوتا ہے اس کا اس روح کو علم اور احساس تک نہیں ہوتا۔ مثلاً اسی مثال کے حوالے سے اگر اندھے پر سوار ہونے والے لنگڑے چور کو ڈنڈا مارا جائے تو نیچے اندھے چور کو اس سزا کا ذرا بھی احساس نہیں ہو گا، اس لیے کہ لنگڑے کی روح کا اندھے کے جسم سے کوئی تعلق نہیں ہے یا اسی طرح اندھے کو مارا جائے تو اوپر لنگڑے چور کو اس سزا کا احساس نہیں ہو گا۔ اس لیے کہ اندھے کی روح کا لنگڑے کے جسم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ یہی حال اس روح کا اپنے جسم کے ساتھ ہے جسم سے جدا ہونے کے بعد اگر جسم کو جلایا جائے یا ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے تو روح کو کوئی احساس نہیں ہوتا۔ اور اسی طرح جدا ہونے کے بعد اگر روح کو کوئی تکلیف یا راحت ہو تو جسم کو ذرا احساس نہیں ہوتا اور ایسا صرف قیامت تک ہوتا رہے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کامیابی کا پیغام بھیجتے ہیں:... قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ۝ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝ (یٰسٓ: ۲۶، ۲۷) - "بولا کاش میری قوم کو معلوم ہو کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور عزت والوں میں شامل کر دیا"۔ (یہ کلام میت نے نہیں جنتی جسم نے کیا)۔

اس شہید کے لیے یہ نہیں فرمایا گیا کہ " اُدْخُلِ الْقَبْرَ "بلکہ فرمایا گیا جنت میں داخل ہو جا اور وہ اس دُنیاوی جسم کے بغیر دوسرے بولنے والے شعوری جسم کے ساتھ جنت میں داخل ہو گیا۔

اس طرح دیگر شہدا کے لیے بھی کہیں یہ نہیں فرمایا گیا ہے کہ (اَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُرْزَقُوْنَ) اپنی قبروں میں زندہ ہیں (اور رزق دیا جاتا ہے) بلکہ فرمایا گیا ہے :(اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ) "زندہ ہیں اپنے رب کے پاس (جنتوں میں) رزق دیا جاتا ہے"۔

اگر ان نیکوکاروں کی قبر (جنت) زمینی گڑھوں میں مان لی جائے پھر تو پوری زمین پر ایک جنتی کی قبر بھی نہ بن سکے گی۔ کیوں کہ جنت کی صرف چوڑائی "عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ" (الحدید:۲۱) آسمان وزمین کے درمیانی فاصلے کے برابر ہے۔

ثابت ہوا کہ شہدا کے دنیاوی جسم ان قبروں (زمینی گڑھوں) میں مردہ، بے جان، بے شعور مگر اللہ کے پاس عرش کے نیچے جنتوں میں کھانے پینے والے دوسرے جسموں کے ساتھ حیات اور زندہ ہیں۔ یہاں اس دُنیا میں دوبارہ آنے کی خواہش کرتے ہیں لیکن اللہ کی طرف سے روحوں کو واپس اپنے اجساد عنصری میں آنے کی اجازت نہیں ہے کیوں کہ ایسا اللہ کے قانون کے خلاف ہے۔

مرنے والے گناہگار ہوں یا نیکوکار مرنے کے ساتھ اپنے اپنے انجام کو پہنچ جاتے ہیں جس طرح درج بالا سطور میں احادیث اور قرآنی آیات کے ذریعے ثابت کیا گیا چنانچہ ہماری نجات اللہ کے ہاں قرآن و صحیح احادیث کے ماننے ہی میں ہے۔

نوح علیہ السلام کی مشرک قوم نے جن نیک اور صالح انسانوں [1] (ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر) کے مزارات بنائے تھے ظاہر ہے وہ بھی پہاڑ جیسی بڑی موجوں میں ڈوبے ہوئے تھے کیوں کہ پوری بستی زیر آب آگئی تھی۔ اور یہ بھی ایک عام فہم بات ہے کہ جب قبریں پانی میں ڈوب جائیں تو قبریں یا تو ٹوٹ کر بیٹھ جاتی ہیں

---

(۱) كانوا قوماً صالحين في قوم نوح فلما ماتوا عكفوا على قبورهم "یہ لوگ قوم نوح کے صالح افراد تھے جب وہ مرگئے تو یہ عوام الناس اُن کی قبروں سے وابستہ ہو گئے" ۔(بخاری)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا ان میں پانی بھر جاتا ہے یا پانی کے بہاؤ کے ساتھ بہہ جاتی ہیں۔(۱) لیکن اس طرح قبروں کے ٹوٹ جانے، ہڈیوں کے بہہ جانے یا نکل جانے سے مردوں کے ثواب وراحت یا عذاب پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جیسا کہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

حالانکہ فی الحقیقت خود نبی ﷺ نے مسجد نبوی کی جگہ پر مدفون کچھ مشرکوں کی لاشوں، ہڈیوں کو قبروں سے باہر نکلوا دیا تھا۔ (بخاری) اس طرح باہر نکالنے سے اُن کا عذاب کم یا ختم نہیں ہوا۔ کیوں کہ یہ برزخ کا عذاب ہے جو کافروں، مشرکوں پر عالم برزخ میں مسلسل ہوتا رہتا ہے، ذرا بھی وقفہ نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر اگر کسی کافر، مشرک کی لاش بغیر سر (کھوپڑی) کے دفن کر دی جائے اور کھوپڑی کو باہر میڈیکل لیبارٹریز وغیرہ میں ریسرچ کے لیے رکھا جائے (جیسا کہ آج کل دنیا بھر میں میڈیکل طالب علم انسانی کھوپڑیوں پر میڈیکل ریسرچ کر رہے ہیں) یا پھر اپنے ملک سمیت آج کل پوری دنیا میں خود کش بمبار اپنے آپ کو بم وغیرہ سے اُڑا دیتے ہیں تو ان کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا اور جسم کا ثابت دفن ہونا بھی ناممکن ہو جاتا ہے تو بھی ہمارا ایمان وعقیدہ ہے کہ ایسے سر کٹے مجرم کو عالم برزخ میں کانوں کے درمیان سر (کھوپڑی) پر عذاب کے طور پر گرز سے مارا جاتا ہے کیوں کہ برزخ میں اس کو مکمل دوسرا جسم (معروف برزخی جسم) دیا جاتا ہے جس کے ساتھ سر بھی ہے اور سر میں تیز سننے والے کان اور آنکھیں بھی ہیں۔ اس پر اللہ رب العزت کے اس فرمان کو بھی یاد رکھا جائے: **أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ يَوْمَ يَأْتُونَنَا لَٰكِنِ الظَّالِمُونَ الْيَوْمَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٣٨﴾** (مریم:۳۸) ”یہ (مجرم) جس دن ہمارے

---

(۱) ہمارے ملک پاکستان میں بھی اکثر دریاؤں میں طغیانی آنے کی وجہ سے آئے دن سیلاب آتے رہتے ہیں۔ ان سیلابی ریلوں کے سامنے علاقوں کے مزار والے (مردہ بابے) بند نہیں باندھتے بلکہ زندہ فوجی جوان بند باندھتے ہیں اور متاثرہ لوگوں کو محفوظ مقامات تک پہنچانے میں مدد دیتے ہیں۔ اگر یہ جوان بروقت سیلابی پانی کے سامنے بند نہ باندھیں تو پانی آبادیوں میں داخل ہو کر مکانات کے ساتھ قبرستان اور مزارات بھی بہالے جائے اور اکثر ایسا ہوتا ہے۔ اور پھر گمراہ عقائد رکھنے والوں کے عقیدے اور نظریئے کے مطابق جنت کے باغات اور جہنم کے گڑھے (یہ قبریں) پانی سے بھر جائیں گی یعنی ان دنیاوی قبروں کے ”جنتی اور جہنمی“ مکین سیلاب سے متاثر ہو جائیں گے۔ بفرض محال گناہگار (جہنمی کے لیے) یہ مان بھی لیا جائے کہ عذاب کے طور پر ان کی قبر (جہنم کے گڑھے) میں پانی داخل ہوا۔ لیکن نیکوکار جنتی کی قبر کے لیے کیا کہا جائیگا؟ ظاہر ہے جنت میں تو دنیاوی پانی نہیں جانا چاہیے تھا اور نہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ ”جنت میں بھی چین وسکون نہ پایا تو کدھر جائیں گے“ اور اپنے رب سے شکایت کریگا کہ اے رب! جنت میں تو تونے آرام، سکون اور نعمتوں کا ذکر فرمایا تھا یہاں تو اس جنت کے باغ میں بھی سیلابی پانی آگیا۔ یہ مشہور جھوٹے قصے کہانیاں جو بیان کی جاتی ہیں کہ فلاں بزرگ نے خواب میں فلاں بادشاہ کو کہا کہ میری قبر میں پانی آرہا ہے میری حفاظت کی جائے۔ ان گمراہ بدعقیدہ لوگوں نے تو اللہ کے رسول ﷺ کو بھی نہیں بخشا ہے آپ ﷺ کی جنت کا بھی مذاق اڑایا ہے..... بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سامنے آئیں گے کیسے تیز سننے والے اور دیکھنے والے ہوں گے مگر ظالم آج صریح گمراہی میں ہیں"۔

یہی بات نبی ﷺ نے قلیب بدر کے مشرکین مقتولین کے لیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمائی تھی کہ میری بات کے تم اُن سے زیادہ سننے والے نہیں (بخاری)۔

یعنی وہ تم دنیاوالوں کے مقابلے میں اب زیادہ تیز سننے والے ہیں۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا نے اس کی تشریح اس طرح فرمائی کہ وہ (اپنے رب) کے پاس پہنچ کر (برزخ میں) زیادہ جاننے والے ہیں۔

ایک مشرک سردار ابوجہل کا سر تن سے جدا کر دیا گیا تھا۔ اس کے باوجود وہ زیادہ سننے اور زیادہ سمجھنے والا ہو گیا۔ یحییٰ علیہ السلام اور حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے ان کے سروں کو جسم سے علیحدہ کیا گیا یعنی ان کے دھڑ اور سر الگ الگ قبروں میں دفن ہیں لیکن ہمارا ایمان ہے کہ اللہ کے یہ دونوں برگزیدہ بندے جنتوں میں مکمل برزخی اجساد کے ساتھ زندہ ہیں اور کھا پی رہے ہیں۔

اسی طرح مرتد کاتب وحی (عبداللہ بن ابی سرح) کو قبر (زمین) نے سہ بار باہر پھینکا (بخاری)، لیکن اس سے اس مُرتد کی سزا (عذاب قبر) پر کچھ فرق نہیں پڑا۔ عذاب قبر تو اُس بدبخت پر عالم برزخ میں مرنے کے ساتھ ہی فرعونیوں کی طرح شروع ہو چکا تھا۔ زمین کا اس بڑے بدبخت [1] کے ساتھ یہ برتاؤ اس لیے رہا کہ قرآن کہتا ہے کہ زمین وآسمان بھی کافر و مشرک کے عمل سے بیزار ہوتے ہیں، اور نفرت کرتے ہیں۔ فرمایا گیا "قریب ہے کہ (ان کافروں اور مشرکوں کے اعمال سے) آسمان ٹوٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے۔ (مریم: ۹۰) اور جیسا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ کافر و مشرک کے مرنے پر زمین وآسمان (ہر چیز) راحت محسوس کرتی ہے (بخاری، کتاب الرقاق)۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵: کہ آپ ﷺ نورالدین زنگی نامی وقت کے بادشاہ کے خواب میں آئے کہ مجھے ان دُشمنوں سے بچائیں۔ (جو نبی ﷺ کی قبر کے پاس بقول ان گمراہوں کے سُرنگ کھود رہے تھے)۔ اندازہ لگائیں کہ ان واقعات کے ذریعے دین اسلام، رسول اللہ ﷺ، اولیاء اللہ اور جنتوں کا کیسا مذاق اڑایا گیا ہے۔ اگر بزرگ (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی جنتوں میں دنیاوی گندہ پانی داخل ہو اور خود نبی ﷺ جنتوں کے اعلیٰ مقام (الوسیلہ) میں بھی محفوظ نہ رہ سکیں اور پھر اپنے حقیقی زبردست مالک کو چھوڑ کر دنیاوی بادشاہ (انسان) سے حفاظت کی درخواست کریں تو پھر عام مسلمین کی جنتیں تو بالکل غیر محفوظ ہو گئیں! مگر ایسا ہرگز نہیں ہے۔ یہ واقعات شیطان اور قبر پرست گمراہ لوگوں نے اپنے تیئں آپ سے گھڑے ہیں حقیقت سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

(۱) بڑا بدبخت اس لیے تھا کہ اللہ کے سچے رسول ﷺ کے زیادہ قریب ہو کر ایمان لانے کے بعد دور گمراہیوں میں چلا گیا اور اپنی آخرت کو ہمیشہ کے لیے برباد کر ڈالا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں بھی زمین نے اس بڑے مجرم (مرتد) کی لاش کو اپنی نفرت اور اللہ کے حکم سے اپنے اندر (گود میں) پناہ اور جگہ نہیں دی، اوپر باہر پھینک دیا تاکہ اس کی برزخی اور اخروی زندگی کی بربادی کے ساتھ اس کی یہ دنیاوی لاش بھی ذلیل ورسوا ہو جائے۔ (جس طرح فرعون اور فرعونیوں کی لاشیں رسوا ہوئیں) اور تاکہ دنیا کے دوسرے مشرک وکافر اس سے عبرت حاصل کرلیں)۔

یہاں قبر پرستوں کے غلط عقیدے کے اُصول سے تو یہ مرتد، کافر دنیاوی قبر کے اندر کے عذاب اور بھینچے جانے سے محفوظ رہا کیونکہ اس دنیاوی قبر میں عذاب ماننے کا مطلب تو یہ ہوا کہ جو مجرم اس قبر کے اندر گیا اُس کو عذاب ہو رہا ہے، قبر میں بھینچا جا رہا ہے، اژدھے اسے ڈس رہے ہیں، گرز پڑ رہے ہیں اور جو باہر ہے اُس کا جسم مزے، سکون اور آرام سے ان سزاؤں اور سختیوں سے مبراء پڑا ہے[1] یہ تو انصاف نہیں کہ اندر والے کو سخت عذاب اور اوپر والے یعنی قبر سے باہر والے کو مکمل راحت ہو۔ جبکہ جرم وگناہ دونوں کے برابر اور ایک جیسے ہوں۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ دفن نہ ہونے والا بھی آہستہ آہستہ آخرکار زمین کے اندر چلا جاتا ہے اور اس کی بھی قبر بن جاتی ہے یہ بات قرآن کی کونسی آیت اور کس حدیث میں ہے؟ قرآن میں تو اللہ نے یہ ارشاد فرمایا: قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۔(ق:۴) "ہم جانتے ہیں کہ ان کے جسموں (لاشوں) کو زمین (مٹی) کھا کھا کر کتنا کم کرتی ہے۔" اور حدیث نبوی کے الفاظ ہیں: كُلُّ ابْنِ اٰدَمَ يَاْكُلُهُ التُّرَابُ (مسلم: کتاب) ہر آدم کی اولاد کو (مردہ جسم کو) مٹی کھا جاتی ہے۔ یہ تو قرآن وحدیث میں ہے لیکن یہ زمین میں لاش کا آہستہ آہستہ اندر جانا یہ کونسی آیت اور حدیث میں ہے؟ اور پھر اس آہستہ آہستہ جانے پر صدیاں بھی گزر سکتی ہیں ظاہر ہے بقول ان مسلک پرستوں کے جب تک یہ اندر نہیں گیا ہے تو اس وقت تک قبر کا سوال وجواب بھی نہیں ہوگا اور یہ مردہ عذاب سے محفوظ اور راحت سے محروم رہیگا اور پھر اتنے عرصے میں یہ لاش ذرات میں تبدیل ہو کر بکھر چکی ہوگی یعنی مردہ ہی نہ رہیگا تو سوال وجواب یا راحت وعذاب کا معاملہ کس سے! خاک سے ہوگا؟

لیکن ایسا نہیں ہے کوئی بھی بے گور وکفن کافر، مشرک، گنہگار، سرکش موت کے بعد قیامت سے پہلے قبر کے عذاب سے بچ نہیں سکتا اس لیے کہ یہ عذاب اس دنیاوی زمینی گڑھے کا ہے ہی نہیں۔ یہ عذاب یہاں سے

(۱) یہ تو ایسا ہی ہوا کہ سرکاری ملازم کی ہزاروں روپے ماہوار تنخواہ سے تو انکم ٹیکس کاٹ لیا جاتا ہے اور جو دیگر (غیر سرکاری طور پر) باہر لاکھوں، کروڑوں ماہانہ کمائیں وہ اس ٹیکس سے مستثنیٰ یعنی آزاد ہوں۔ اللہ کے ہاں ایسا قانون نہیں ہے کہ جرم تو یکساں ہو لیکن عذاب میں کمی بیشی ہو یا کسی کو ہو اور کسی کو بالکل نہ ہو یہ انصاف کے منافی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دور آڑ کے پیچھے برزخی عذاب ہے۔

جس طرح گزری اقوام قوم نوح، ثمود، فرعونی اور آج تک مرے ہوئے ہندو، پارسی، روسی، چینی، دھریہ وغیرہ مرنے کے فوراً بعد ان دنیاوی قبروں میں دفن کے بغیر عذابِ قبر میں مبتلا ہو چکے ہیں۔[1] اس طرح نیک ایماندار بھی دفن نہ ہونے کی وجہ سے ثواب وراحت سے محروم نہیں رہتے۔ ایماندار نیک آدمی کو کوئی مرنے کے بعد دفن نہ کرے۔ یونہی اُس کی لاش جنگل میں یا میدان میں پھینک دے یا اس کی لاش کو دُشمن جلادیں[2] (جنگوں میں اکثر ایسا ہوا ہے اور ہوتا ہے) یا اس کی لاش کتے، بلی یا جنگلی جانور وغیرہ کھا جائیں پھر بھی یہ ایماندار نیک بندہ مرنے کے بعد عالم برزخ میں برزخی مکمل جسم کے ساتھ راحت وآرام کی زندگی گزار رہا ہوتا ہے۔ ایماندار شخص کی لاش کو آگ کے قریب یا سخت دھوپ میں رکھنے سے تکلیف (عذاب) نہیں ہوتی اور نہ مشرک کافر ہی کی لاش کو سایہ دار مقام پر رکھنے سے یا ائر کنڈیشنڈ کمرے میں رکھنے سے کوئی راحت پہنچتی ہے۔ کیوں کہ روح نکلنے کے بعد انسانی لاش میں زندگی اور شعور نہیں رہتا۔ یہ پتھر کے بت کی طرح بے جان اور بے شعور گوشت کا بُت ہے۔ بُت اور لاش یہ دونوں زندوں کے کچھ کام نہیں آسکتے[3] بلکہ یہ خود زندوں کے اختیار اور قبضے میں ہوتے ہیں صرف اتنا فرق ضرور ہے کہ پتھر کا بُت گلتا سڑتا نہیں ہے اور یہ گوشت کا بُت وقت کے ساتھ گل سڑ جاتا ہے۔ اگر اسی بے جان لاشے (گوشت کے بُت) پر عذاب کو مان لیا جائے پھر تو مرنے کے بعد

---

(۱) چین کے ماؤزے تنگ، رُوس کے لینن اور ویت نام کے ہوچی مُنہ کی حنوط شدہ لاشیں محفوظ کر کے آج بھی ان ممالک کے عجائب گھروں میں باقاعدہ نمائش کے لیے رکھی گئیں ہیں۔ (حوالہ: اردو ڈائجسٹ: ماہ اگست ۲۰۱۲)، ارضی قبر میں دفن نہ ہونے کی وجہ سے، کیا یہ غیر مسلم راہنما عذاب قبر سے محفوظ رہے؟

(۲) مثلاً (اصحاب الاخدود) کا واقعہ سورۃ البروج: ۱۹، جن کو ایمان کی پاداش میں بے گناہ آگ سے بھری ہوئی خندقوں (گڑھوں) میں ڈالا گیا۔ جس کی وجہ سے ان کے یہ دنیاوی جسم راکھ ہو گئے۔ ان مسلک پرستوں سے جب کہا جاتا ہے کہ کسی کافر یا ہندو کو جب جلادیا جاتا ہے اُسے قبر نہیں ملتی تو اس کو عذاب کیسے ہوگا تو فوراً جواب آتا ہے کہ یہ جو جلایا گیا تو یہ عذاب ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ (اصحاب الاخدود) جن کے مومن ومسلمین اور جنتی ہونے کا اعلان قرآن نے کیا یہ سب جلادیئے گئے تو نعوذ باللہ کیا یہ عذاب میں مبتلا ہوئے یا راحت میں؟ یا جیسے سرکش بدمعاش ابرہہ اور اس کے لشکر والے (اصحاب الفیل) ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ان لوگوں کی بھی مروجہ زمینی قبریں نہیں بنیں۔ زمین کے اوپر عذاب الٰہی سے ان کے جسموں کے اعضاء بکھر کر فنا ہو گئے۔

(۳) ہندو مشرک کا معبود پتھر کا ہے اور کلمہ پڑھنے والے مشرک کا معبود ہڈی گوشت اور مٹی کا ہے۔ فرق صرف سخت اور نرم کا ہے۔ یہ دونوں قسم کے مشرک اپنے حقیقی معبود (اللہ) کے نمک حرام اور باغی بندے ہیں۔ ٹھکانا ایک ہی ہے جہنم کی آگ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمان اور کافر دونوں کی لاشیں ان دُنیاوی قبروں (گڑھوں) میں گلتی اور خراب ہوتی ہیں اور کیڑے پڑ جاتے ہیں۔ کافر کی لاش میں کیڑے پڑ جانے کو تو ہم عذاب مان لیں گے۔ لیکن مومن مسلمان کے بدن میں کیڑے پڑنے اور خراب ہونے کو کیا نام دینگے؟ کیوں کہ بدن میں کیڑوں کا پڑ جانا یہ معمولی عذاب اور تکلیف دہ عمل نہیں ہوتا۔ اس حساب سے تو ہر انسان چاہے وہ کافر ہو یا مسلم اس گڑھے میں عذاب سے ضرور دوچار ہوتا ہے۔ کیوں کہ لاش کا مٹی میں تبدیل ہونے سے پہلے اس مرحلے سے ضرور گزرنا پڑتا ہے۔ البتہ یہ فرق ضرور ہے کہ ایک صحت مند، پیٹ بھری لاش جلدی پھولنا، خراب ہونا شروع ہو جاتی ہے اور ضعیف ولاغر لاش خون کم ہونے کی وجہ سے وقت کے ساتھ آہستہ آہستہ خراب ہونے لگتی ہے۔

ایک روایت میں یہی بات (کہ لاش کیڑے مکوڑوں اور جانوروں کی خوراک بن جاتی ہے) دوسری روایت میں نبی ﷺ نے زیادہ وضاحت سے بیان فرمائی ہے۔ جنگ اُحد کے دن نبی ﷺ اپنے سگے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کی مثلہ شدہ لاش کے پاس کھڑے ہوئے تھے (مشرکوں نے اُن کے کان، ناک اور دیگر جسم کے اعضا شہید کرنے کے بعد کاٹ دیئے تھے) آپ ﷺ نے دیکھ کر فرمایا کہ اگر پھوپھی صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا (حمزہ رضی اللہ عنہ کی بہن) غم ناک نہ ہوتیں تو ان (حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش) کو اسی طرح اس حال میں چھوڑ دیتا یہاں تک کہ گوشت خور جانور اسے کھالیتے پھر قیامت کے دن اُن کے پیٹوں سے اُٹھائے جاتے۔ (ترمذی) (بحوالہ: قبر کا بچھو صفحہ ۱۲، از حکیم پروفیسر کمال حسن عثمانی)۔

اسی دنیاوی لاش (جسد عنصری) کو اگر عذاب ہونا مان لیا جائے تو پھر اس لاش سے جانوروں کا بوٹیاں نوچ نوچ کر کھالینا یہ بھی عذاب ہوا اور ایسا کسی نیک بندے اور شہید کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔ جس طرح درج کردہ روایت سے ثابت ہو رہا ہے۔ اور یہی بات نبی ﷺ نے اسی جنگ اُحد کے آغاز میں مجاہدین سے نصیحت کرتے ہوئے بھی فرمائی تھی۔ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں پچاس تیر اندازوں کو اُحد کی گھاٹی پر مقرر کرتے ہوئے فرمایا کہ "اے تیر اندازوں اگر ہم سب میدان اُحد میں قتل بھی کر دیئے جائیں اور تم (اوپر گھاٹی) سے یہ دیکھو کہ گوشت خور جانور (گدھ وغیرہ) ہماری لاشیں نوچ رہے ہوں تب بھی تم یہ مورچہ (گھاٹی) چھوڑ کر نیچے نہ اُترنا۔ (بخاری: کتاب المغازی وکتاب الجهاد)

اس نصیحت میں اللہ کے سچے رسول (آپ ﷺ پر اللہ کی ہزاروں لاکھوں رحمتیں ہوں) اپنے اس عقیدے کا اظہار بھی فرمارہے ہیں کہ وفات کے بعد آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی لاشوں کو جانوریا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے (دشمن اسلام) نقصان پہنچا سکتے ہیں[1] کیوں کہ مُردے اپنا بچاؤ یا دفاع نہیں کر سکتے اس لیے کہ اب ان میں زندگی نہیں ہوتی ہے۔

شہداء (اللہ کی راہ کے مقتولین) پورے جسم کے ساتھ جنت میں اُڑنے والے اجساد کے ساتھ داخل کر دیئے جاتے ہیں چاہے حمزہ رضی اللہ عنہ کی طرح جن کی دُشمنانِ اسلام نے ناک، کان اور دیگر اعضاء بلکہ گردن کاٹ دی ہو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ کیوں کہ شہید اپنے اس دنیاوی جسم بدن کو دُنیا والوں کے درمیان چھوڑ کر مکمل نئے جسم کے ساتھ قیامت تک کے لیے جنت میں چلا جاتا ہے۔[2] اور پھر انہیں کل قیامت کو محشر کے میدان میں خون سے سرخ انہی دنیاوی جسم عنصری کے ساتھ زندہ کر کے اُٹھایا جائے گا۔ (بخاری) مُردے ان دنیاوی

---

(۱) اس جنگ اُحد میں نبی ﷺ کے دانت مبارک شہید ہوئے تھے۔ دُشمنوں نے زندہ جسم کو نقصان پہنچایا تھا تو نبی ﷺ اگر زندہ ہوتے ہوئے اپنے جسم کو نقصان سے نہ بچا سکے (آپ ﷺ کے دانت جسم مبارک سے الگ ہو گئے) تو وفات کے بعد کس طرح اپنی حفاظت یا دفاع کر سکتے؟

(۲) عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ نے اس لیے تو کھجوریں پھینک دیں کہ اتنی دیر میں اللہ کی راہ میں شہید ہو کر جنت میں کیوں نہ چلا جاؤں (بخاری، کتاب الجهاد) اس بہادر مجاہد صحابی رضی اللہ عنہ نے زخموں سے چور اپنی لاش یہاں دنیا میں چھوڑ دی (بخاری) اور وہاں جنت میں عزت واکرام کے ساتھ فوراً داخل کر دیئے گئے۔ یہ تھا نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایمان اور پھر نبی ﷺ نے ان شہداء کے لیے یہ بھی فرمایا کہ وہ (شہداء) جنت سے نکل کر صرف جہاد کے لیے دنیا میں دوبارہ آنا چاہتے ہیں لیکن اللہ کی طرف سے اُن کو آنے کی اجازت نہیں (مسلم) ایک صحیح العقیدہ مسلم سوچ بھی نہیں سکتا کہ یہ وفادار، تابعدار اللہ کے نیک بندے (شہداء) اپنے مہربان مالک اللہ کی اجازت کے بغیر اپنے ٹھکانے (جنتیں) چھوڑ کر دنیا میں اپنے عزیزوں اور چاہنے والوں کے پاس آجائیں جس طرح بعض گمراہ لوگوں نے اپنی کتابوں میں شہداء کے دنیا میں آنے کے قصے لکھے ہیں کہ فلاں شہید نے مٹھائی کا ٹوکرا اور جنتی طعام لا کر دیا۔ ظاہر ہے کہ یہ لا کر دیا جانے والا طعام بھی جنتی ہی ہو گا جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سچے رسول ﷺ کے ذریعے اپنے صالح بندوں کے لیے فرمایا "میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے جنت میں وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جو دنیا کی کسی آنکھ نے دیکھا تک نہیں" (بخاری)۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول فرمائیں کہ کسی آنکھ نے دیکھا تک نہیں اور یہ گمراہ پیشہ ور بیان کریں دیکھا بھی، چھوا بھی اور کھایا بھی۔ یہ اللہ اور رسول ﷺ کو جھٹلانے والے جھوٹے واقعات ہیں۔ اس قسم کے قصے اور واقعات کو ماننے کے بعد مسلمان ایمان سے خالی ہو جاتا ہے۔ اگر پھر بھی ایسے حضرات بضد ہوں کہ ایسا ہو سکتا ہے تو ہمارا واضح اعلان ہے کہ یہ مٹھائی دنیا میں کسی حلوائی کی دکان سے چوری کی ہو سکتی ہے، جنتی مٹھائی یا طعام ہرگز نہیں۔ شہداء کے بارے میں یہ عقیدہ بنانا کہ یہ ہماری بات (فریاد) اللہ تک پہنچاتے ہیں اور ہمارے وسیلے اور سیڑھیاں ہیں گمراہ کن عقیدہ ہے، شہداء اللہ کے پاس ہوتے ہیں۔ ان شہداء کی بات یا پیغام اللہ تعالیٰ نے دنیا والوں تک خود پہنچائی ہے۔ (ابوداؤد) یعنی اللہ تعالیٰ ہمارا پیغام اُن تک پہنچانے اور اُن کا پیغام ہم تک پہنچانے پر بلاشک وشبہ قادر ہے۔ جس طرح دُنیا والوں کو نہیں معلوم کہ جنت میں کیا ہو رہا ہے اسی طرح جنت والوں کو نہیں معلوم کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ اور پھر اللہ تعالیٰ (بہت زیادہ قریب اور زیادہ سننے والے) ......

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبروں میں قیامت سے پہلے زندہ نہیں ہوسکتے اور نہ ان کو یہاں عذاب وراحت کا احساس ہوتا ہے۔ ان قبروں میں لاشیں صرف محفوظ اور پردے میں ہوتی ہیں۔ قبر صرف امانت (حفاظت) کی جگہ ہے اور انسان

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰ کا: مہربان رب کے لیے ایسی وسیلے کی باتیں بیان کرنا، عظیم گناہ اور بڑی گستاخی ہے۔ اور یہ "اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ" "نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ"، "وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا"، "وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ" اور بے حساب قرآنی آیات کا انکار ہے۔ بفرض محال اگر شہداء اور اولیاء اللہ وفات کے بعد زندہ ہو کر دُنیا میں آجاسکتے تو گزرے ہوئے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء بدر میں آجاتے، بدر کے شہداء اُحد میں آجاتے اُحد کے شہداء جنگ خندق میں آجاتے۔ اور غائبانہ طور پر دشمنان اسلام کو مالی وجانی نقصان پہنچا کر بھگادیتے لیکن ان میں سے کوئی ایک بھی نہ آسکا اللہ تعالیٰ نے خود اپنی غیبی نصرت سے اپنے رسول ﷺ اور مسلمین کی مدد فرمائی اور تیز آندھی بھیج کر مشرکین کو بھگادیا۔ نبی ﷺ کے زمانے کی جنگوں میں گزرے ہوئے ہزاروں انبیاء اور بے حساب شہداء اور فوت شدہ اولیاء اللہ، اللہ کے قانون کے تحت نہ آسکے۔ اُس زبردست رب نے اپنے رسول ﷺ اور مسلمین کی مدد کے لیے بعض جنگوں میں زندہ فرشتے تو مدد کے طور پر بھیجے ہیں لیکن مردہ بزرگوں میں سے کوئی نہ آیا، مردہ بزرگوں کے دنیا میں آنے کے یہ سارے واقعات جھوٹے گمراہ اور بے ایمان لوگوں نے بیان کیے ہیں اور کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہوسکتا جیسا ان مسلک اور قبر پرستوں کے عقائد ہیں، پھر تو آج ایسے شہداء اور بزرگوں کی بڑی سخت ضرورت ہے کیوں کہ پوری دنیا میں اسلام اور نام نہاد مسلمین کے دُشمنوں نے ان کو کمزور رکھنے یا ختم کرنے کے لیے اتحاد کرلیا ہے نہتے لوگوں پر پوری دنیا میں ظلم ہورہا ہے۔ بڑے بڑے گستاخانِ رسول اور شاتمان رسول کھلے عام عصمت رسول پر حملے کررہے ہیں۔ موجودہ زندہ کلمہ پڑھنے والے باوجود کوشش کے ان کو سزا دینے سے تورہے ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ گزرے زمانے کے شہداء یا بزرگوں میں سے (بعقیدہ ان قبر پرستوں اور مردہ پرستوں کے) زیادہ نہیں تو ایک شہید بابا آکر ان ظالموں کا اپنے ہتھیار سے کام تمام کردے یا گلا دبادے اور ان کی سیکیورٹی کو علم ہی نہ ہوسکے۔ بجائے ایسے حالات میں یہ حضرات اپنی جنتوں سے نکل کر دنیا میں قوالی سننے، میلے ٹھیلوں یا ناچ گانوں سے لبریز عرس ومحفل میں شمولیت کرنے آئیں یا ان گمراہ مشرک بدکاروں یا فنکاروں کے بیڑے یا جہازوں کو دھکا دینے یا پار لگانے کے لیے آئیں، انھیں محاذ کشمیر، افغانستان، چیچنیا، فلسطین، بوسنیا اور دیگر محاذوں پر آکر ان علاقوں میں دشمنان اسلام کے سرکردہ لیڈروں کی گردنیں مارنی چاہئیں اور شہداء کے لیے بقول ان گمراہوں کے ایسا کرنا بڑا آسان بھی ہے خفیہ طور پر آئے کام تمام کرکے واپس چلے گئے اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوئی یہ بہت بڑا جہاد بھی ہوا اور مظلوم وبے کس مسلمین کی مدد بھی خاص کر بے بس مظلوم خواتین کی۔ لیکن مرنیوالے (فوت شدہ ہستیاں) ایسا ہرگز نہیں کرسکتے۔ لڑنا جنگ کرنا یہ زندوں کا کام ہے مردے جنگ نہیں لڑسکتے۔ خاص کر آج مسلمانوں کی مدد کے لیے علی ؓ اور عبدالقادر جیلانی کو پکارا جاتا ہے۔ بڑے بڑے بیڑے نکلوائے جانے کا عقیدہ ہے تو یہ دونوں ہستیاں کیا ایک شاتم رسول کو سزا نہیں دے سکتے؟ یا آیا ان کو نبی ﷺ سے محبت نہیں؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جن کے سینے نبی ﷺ کی محبت سے لبریز تھے۔ جو ایک حکم اور سنت پر جان قربان کرنے والے تھے (مسلم)۔ آج کے ان بدمعاشوں اور سرکشوں کو ٹھیک اور ان کا دماغ درست کرنے کے لیے نبی ﷺ کے دور کے کچھ صحابہ (مسلمین) ہی کافی ہیں لیکن وہ صدیق، شہداء، اور اولیاء اللہ فوت ہونے کے بعد اس فسادی دنیا میں دوبارہ واپس نہیں آسکتے۔ وہ اللہ کی جنتوں میں قیامت تک کے لیے داخل ہوچکے ہیں اب اس دنیا میں اپنے ماننے والوں کو نہ فائدہ دینے آسکتے ہیں اور نہ مخالفین کو نقصان۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(انسانی لاش) اس میں صرف امانت کے طور پر رکھی جاتی ہے۔ (قاموس القرآن صفحہ نمبر ۵۱۱) اور اسی ایک نیت اور ارادے کے ساتھ انسان اپنی میتوں کو زمین میں دفناتے رہے ہیں اور آج بھی دفناتے ہیں جس طرح قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو چھپانے کی نیت سے زمین میں گاڑ دیا۔ (المائدہ:۳۱) سچے اور آخری رسول ﷺ نے فرمایا: کہ آخری زمانے میں جب دُنیا فتنوں سے بھر جائے گی تو ایک شخص قبر سے گزرتے ہوئے اس پر لیٹ جائے گا اور تمنا کرے گا کہ اے کاش اس قبر کے اندر میں ہوتا (تاکہ باہر کے فتنوں سے تو محفوظ رہتا) اس کی وجہ اس شخص کا دیندار ہونا نہیں بلکہ باہر دنیا کے فتنوں اور مصایب سے تنگ آنے کی وجہ ہوگی، کیونکہ انسان مرنے کے بعد کم از کم دنیاوی فتنوں، دُکھ درد اور مصائب سے تو قیامت تک کے لیے دُور اور محفوظ ہو جاتا ہے۔

عزیر علیہ السلام کو پورے سو سال تک موت کے دورانیے میں اپنے اس دنیاوی بدن کے ساتھ کسی قسم کے مصائب سردی، گرمی، بارش اور طوفان یا راحت وعذاب کا ذرا بھی احساس نہیں ہوا۔ بے خبر آرام سے سو سال تک پڑے رہے۔ اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب ان کے شوہر (ابو طلحہ رضی اللہ عنہ) نے بیٹے کی بیماری تکلیف کے بارے میں پوچھا تو جواب میں اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ اُسے مکمل آرام ہے حالانکہ اُس کی وفات ہو گئی تھی۔ (بخاری)

انسان کے بدن سے روح نکلنے کے بعد اس جسد عنصری کو ہر قسم کے دُکھ درد اور تکالیف سے خلاصی بلکہ آرام وسکون ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ ہر قسم کے احساسات، شعور وعقل سلب ہو جاتے ہیں اس لیے اس تعلق سے اس قبر کو آرام گاہ بھی کہتے ہیں اور جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مردوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا تو ان آرام گاہوں (قبروں) سے سارے کافر، مشرک نافرمان اُٹھتے وقت اس طرح کہیں گے۔۔ يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا۔۔۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱: مردوں کا زندہ ہو کر دنیا میں آنے کا عقیدہ اپنانا یہ کھلا کفر اور شرک ہے اللہ ورسول ﷺ سے محبت کرنے اور قرآن پر ایمان رکھنے والے مسلمین کو مرنے سے پہلے اس کا مکمل کر سختی کے ساتھ انکار کرنا چاہیے، اللہ کے سچے رسول محمد ﷺ شہداء کو جسد عنصری کے ساتھ زندہ نہیں مردہ سمجھتے تھے۔ ایک موقع پر اس طرح اظہار فرمایا: لَوَدِدْتُ أَنِّي أُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا (بخاری) "میری خواہش ہے کہ میں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں۔ یعنی نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ شہید ہو جاؤں اور پھر زندہ کر دیا جاؤں تاکہ زندہ ہو کر دوبارہ اللہ کی راہ میں لڑوں، جہاد کروں اور اسی طرح بار بار شہادت کے بعد زندہ کیے جانے کے بعد اللہ کی راہ میں جہاد کرتا رہوں۔ جہاد زندوں پر فرض ہے اور زندہ ہی جہاد کر سکتے ہیں۔ میدان جنگ میں اپنے ہتھیاروں سے زندہ مجاہدین ہی دشمنان اسلام کی گردنیں مار سکتے ہیں بے جان، بے روح مردے نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(یٰسین :۵۲) "ہائے شامت! ہمیں ہماری آرام گاہوں[1] سے کس نے اُٹھایا" سارے کافروں کا دوبارہ دنیاوی جسموں کے ساتھ زندہ ہونے کے ساتھ ہی آرام وسکون ختم ہو جائے گا اور ان کو اپنی بدانجامی صاف نظر آ رہی ہوگی۔ اس لیے یہ یوں بھی کہیں گے وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَا لَيْتَنِي كُنتُ تُرَابًا (النبأ:۴۰) "اور کافر کہے گا کہ کاش میں (ہمیشہ کے لیے) مٹی ہوتا" دوبارہ زندہ نہ کیا جاتا۔ یعنی اس سے اچھا تھا کہ قبر میں یا زمین میں مٹی اور خاک ہی رہتا۔

نبی ﷺ دین و دنیا کی اصلاح کے مانگنے والی دُعا میں یہ بھی فرمایا کرتے تھے: وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِي مِنْ كُلِّ شَرٍّ (مسلم: جامع الدعاء، مشکوٰۃ) "اور کر دے موت کو میرے لیے ہر ایک برائی سے راحت کا سبب۔"

ارمان صاحب نے نبی ﷺ کی اس حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَثَنًا يُعْبَدُ "اے اللہ میری قبر کو بُت نہ بنانا کہ پوجی جائے" لکھا ہے کہ یہاں قبر سے مراد، یہی دنیاوی قبر ہے "برزخی قبر" اور "برزخی جسم" کا ذکر کہیں بھی قرآن واحادیث میں نہیں ہے۔ اس اعتراض کا کچھ حد تک درج کردہ صفحات میں جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ مزید کچھ تحریر کرنے سے پہلے اب (ارمان صاحب) کے سمجھانے کے لیے ایک آسان نُسخہ بھی بتا دوں چونکہ آپ نے یہ خط حکیم پروفیسر کمال حسن عثمانی اور ابو جابر عبداللہ دامانوی خاکی جان صاحبان کی کتابوں سے مُرتب کیا ہے اور خط میں تحریری انداز بھی انہی دونوں حضرات کا ہے۔ تو آپ میرے اس جواب کے ساتھ ساتھ ان دونوں سے بھی پوچھ لیجیے کہ اس وقت نبی ﷺ کہاں زندہ ہیں، جنگ اُحد وبدر کے شہداء کہاں زندگی گزار رہے ہیں؟

اگر یہ کہیں کہ برزخ میں ہیں اور جنت میں زندہ ہیں۔ تو پھر یہ پوچھیں کہ مدینے والی قبر اور جنت البقیع کی قبروں میں کیا اور کون ہیں؟ (آج تک تو یہ دونوں حضرات اپنی کتابوں کے حوالے سے نبی ﷺ اور شہداء کو

(۱) یعنی مجرم اپنی قبروں کو عذاب گاہ نہیں بلکہ آرام گاہ کہیں گے۔ بعض نے اس آیت کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ چوں کہ آخرت کا عذاب سے سخت ہوگا اس لیے یہ مجرم قبر کا عذاب بھول جائیں گے۔ یہ غلط ہے آخرت کا عذاب تو ابھی شروع ہی نہیں ہوا ہوگا یہ تو زندہ ہونے کے ساتھ ہی اس طرح کہیں گے۔ یہ بات مسلم ہے کہ اگر بفرض محال ان مجرموں کو آج بھی اس طرح قیامت سے پہلے اس دنیا میں دوبارہ زندہ کر لیا جائے تو بھی یہ بفرمان الٰہی یہ کہیں گے کہ ہم ایک دن یا دن کے کچھ حصے کے بعد زندہ ہوئے ہیں اور اس طرح کہیں گے کہ ہم سوئے ہوئے تھے ہمیں سونے سے یا آرام گاہوں سے کس نے جگایا؟ کیوں کہ مرنے والا اس گڑھے میں دنیاوی بدن کے ساتھ محفوظ ہو جاتا ہے باہر کے فتنوں اور ہر قسم کے مصائب سے بفرمان رسول ﷺ کے وہ (مرکر دنیاوی فتنوں سے) محفوظ ہو جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برزخی حیات کے ساتھ جنت میں زندہ مان رہے ہیں اور آگے کا علم صرف اللہ جانتا ہے)۔ دفن تو نبی ﷺ اور شہداء یہاں اس زمین پر ان ہی قبروں میں ہوئے ہیں ان "عالمان" سے کوئی پوچھے کہ یہ وہاں اعلیٰ جنتوں میں کیسے پہنچ گئے یہ ان کے کون سے جسم ہیں اور اعلیٰ جنتوں میں زندہ ہو کر کن اعضاء[1] سے کھا اور پی رہے ہیں؟ ارمان صاحب کیا آپ کے یہ اساتذہ بھی ان زمینی قبروں میں زندگی کو نہیں مانتے؟ جس طرح ہم پر نہ ماننے کا الزام لگایا جاتا ہے۔ حقیقت ظاہر یہی ہے کہ اشارے تو بعض احادیث میں ان ہی دنیاوی قبروں کی طرف ملتے ہیں۔ لیکن ان زمینی قبروں میں زندگی ہوتی نہیں ہے ان میں صرف موت (مردگی) ہوتی ہے۔ اللہ کے سچے رسول ﷺ اور شہداء اسلام زمین کے اندر مٹی کے ان گڑھوں میں زندہ نہیں ہیں بلکہ وہ آسمانوں پر عرش الٰہی کے نیچے قندیلوں میں برزخی جسموں کے ساتھ زندہ ہیں کھا اور پی رہے ہیں اور قیامت تک عیش وآرام میں اسی طرح رہیں گے۔ ان شاء اللہ العزیز۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُعْبَدُ، نبی ﷺ کے ارشادات کے مطابق گمراہ انسانوں نے ہمیشہ شیطان کے وسوسوں سے انہی دنیاوی قبروں میں مدفون نیک بندوں، انبیاء، صالحین اور اولیاء اللہ کو زندہ مان کر ان کی قبروں سے وابستہ ہو کر ان کی پرستش کی ہے۔ ان گمراہوں کے یہ سجدے صرف ان مٹی اور پتھروں سے بنی ہوئی قبروں کے لیے نہیں ہوتے، بلکہ قبروں کے اندر مردہ لاشوں[2] کو زندہ مان کر ان قبر والوں کو خوش کرنے کے

---

(۱). وفات سے کچھ دیر پہلے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی ﷺ کی اجازت سے ایک مسواک لے کر اپنے منہ میں چبائی۔ اچھی طرح نرم کیا، پھر صاف کر کے نبی ﷺ کو دے دی نبی ﷺ نے لے کر خوب اچھی طرح مسواک کی ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس بات پر فخر کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے لعاب اور نبی ﷺ کے لعاب دہن کو آپ ﷺ کے دنیا کے آخری دن اور آخرت کے پہلے دن جمع کر دیا (صحیح بخاری، کتاب المغازی) یعنی بروایت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، اب نبی ﷺ اس جسم (دہن مبارک) کے ساتھ قیامت تک کے لیے کچھ کھا پی نہیں سکتے ورنہ آخرت کے پہلے دن (قیامت تک) عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا لعاب دہن منہ میں کیسے باقی رہ سکتا ہے؟ ثابت ہوا کہ نبی ﷺ دوسرے جسم کے ساتھ اپنی اعلیٰ جنت میں قیامت تک حیات ہیں اور کھا پی رہے ہیں۔ بروایت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی ﷺ کا آخری کلمہ جس کے بعد آپ ﷺ نے کوئی بات نہیں کی اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی تھا (بخاری) یعنی اس کلمے کے بعد نبی ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا، دیگر ازواج مطہرات اور اپنے صحابہ کرام سے تو کلام نہیں فرمایا لیکن بعد میں ان فرقہ پرستوں نے واقعات گھڑے اور یہ نبی ﷺ سے کلام، مصافحہ وغیرہ کرتے رہے۔ شاید نبی ﷺ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے خوش نہیں تھے (معاذ اللہ) اور ان دین فروشوں، تعویذ فروشوں، شرک سے آلودہ عقائد رکھنے والے بدعتی مولویوں سے بڑے خوش اور ان کے ساتھ کلام کرتے رہے ہیں۔ اور پھر اتنے سارے لوگوں کے ساتھ اس دنیاوی جسم کے ذریعے کلام کرتے کرتے آخرت کے پہلے دن (قیامت) تک عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا لعاب دہن کیسے منہ مبارک میں رہ سکتا ہے؟

(۲) قبر مُردے کی وجہ سے عبرت کا مقام ہے اگر قبر (گڑھے) میں مُردہ یا اُس کی باقیات نہ ہوں تو صرف خالی گڑھے سے عبرت کیا معنی رکھتی ہے؟ یہ عبرت دراصل مُردے سے ہے کہ مجھے بھی مر جانا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے ہوتے ہیں۔ اور یہ بات اوپر قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح دلائل کے ساتھ تحریر کر دی گئی ہے کہ انبیاء اور شہداء مرنے کے بعد یہاں قبروں میں نہیں اپنے رب کے پاس جنت (برزخ) میں زندہ ہوتے ہیں۔[1] ان قبروں اور دنیاوالوں کے ساتھ ان کے برزخی اجساد کا قیامت تک کے لیے ہرگز کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یہ وہ سچی بات ہے جو اگر زائر کو یہ معلوم ہو جائے کہ جسے میں پکار رہا ہوں وہ قبر میں زندہ نہیں تو پھر کون ان قبر والوں کو پکارے گا۔

ارمان صاحب! آپ سے گزارش ہے کہ ان دونوں حضرات سے نبی ﷺ اور شہداء کی زندگی کے بارے میں ضرور پوچھیں، ان کے دو عقیدے اور دو چہرے آپ کے سامنے آجائیں گے۔ ایک طرف برزخ مانتے بھی ہیں تو دوسری طرف برزخ کا انکار بھی کرتے ہیں بلکہ الٹا برزخ کا مذاق اُڑاتے ہیں آپ سے گزارش ہے کہ اپنے مہربان رب کی کتاب کو آج ہی سمجھنے کی کوشش کریں بجائے اس کے کہ کل اللہ کی عدالت میں افسوس کرتے ہوئے یہ کہنا پڑے: يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا (الفرقان: ۲۸) "ہائے افسوس کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا"۔

لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ... (الفرقان: ۲۹) "اُس نے اللہ کی کتاب کی موجودگی میں مجھے بہکا دیا۔"

ان مذکورہ حضرات کا کام اور مشن ہی سیدھے سادھے مسلمانوں کے عقائد کو خراب کرنا ہے حالاں کہ دوسرے مسلک پرستوں کی طرح ان دونوں (کمال عثمانی / ابو جابر دامانوی) کو بھی ان کے اعتراضات اور باطل نظریات کے قرآن و صحیح احادیث سے واضح جوابات دیئے گئے۔ کیا کیا جائے کہ پھر بھی اللہ کے بندوں اور خاص کر نوجوانوں کے ذہنوں اور عقیدوں کو خراب کرنے کے لیے اس دنیاوی قبر کی رٹ لگائی ہوئی ہے۔ اور چالاکی کرتے ہوئے اس انداز سے کہتے ہیں کہ جی احادیث میں اس زمینی قبر کی طرف اشارے کیے گئے ہیں۔ اس لیے ہم اس زمینی

---

(۱). یونس علیہ السلام کو اگر اللہ تعالیٰ مچھلی کے پیٹ اور گہرے سمندر سے زندہ نہ نکالتے تو وفات پا کر قیامت تک اس دنیا میں دوبارہ واپس نہیں آسکتے، فرمایا: لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (الصٰفٰت: ۱۴۴) "وہ (یونس) اُس مچھلی کے پیٹ میں لوگوں کے دوبارہ اٹھائے جانے (قیامت) تک رہتے"۔ کیونکہ ہر ابن آدم کو چاہے نبی ہو یا اُمتی مرنے کے بعد پھر قیامت کے دن زندہ ہو کر زمین سے نکلنا اور اُٹھنا ہے۔ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ (المومنون: ۱۶) اللہ کا یہ اعلان و خطاب سارے انسانوں کے لیے ہے۔ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ (ق: ۴۲) "یہی (قیامت کا دن تمام انسانوں کا) قبروں سے نکلنے کا دن ہے" قیامت سے پہلے ارضی قبروں میں میتوں کو زندہ مان کر اسی جسد عنصری کے ساتھ خروج کا عقیدہ رکھنے والا قرآن و قیامت (یوم الخروج) کا منکر، بڑا گمراہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبر کے علاوہ کہیں اور عذاب وراحت ماننے کے لیے تیار نہیں۔ انہی قبروں (گڑھوں) میں سب کچھ ہوتا ہے۔

اس قسم کی باتیں کرنے والے یہ مولوی صاحبان یہ نہیں سوچتے کہ ان احادیث سے انہی قبروں میں راحت وعذاب یا تیسری زندگی (جسدِ عنصری کے ساتھ) کا نظریہ ماننا سراسر اللہ کی کتاب قرآن مجید اور احادیث کے خلاف ہے۔

جب کہ اللہ تو اپنے آخری رسول ﷺ سے فرماتے ہیں کہ: فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَن يَخَافُ وَعِيدِ (ق:۴۵) "پس آپ ﷺ ہر اُس (بندے) کو جو ہمارے (عذاب) کی وعید سے ڈرے، اس قرآن سے نصیحت کرتے رہیں۔"

• فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا (الفرقان:۵۲) "ان کافروں کا (خلاف قرآن) کہنا نہ مانو اور ان کے ساتھ اس قرآن کے ذریعے سے بڑا جہاد کرو۔"

یعنی ان کے سامنے ہر میدان میں قرآن ہی کا حکم اور نظریہ پیش کرو چاہے یہ اس سے ناخوش ہوں اور ان کو بُرا ہی لگے لیکن تم قرآن کے احکامات سے ذرا بھی پیچھے نہ ہٹنا اور نہ اس میں نرم پڑنا اللہ کے یہ احکامات اور قرآن کی تعلیم ساری اُمت (مسلمانوں) کے لیے بھی ہے۔

قرآن میں مہربان رب نے ایماندار اور نیک بندوں کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ: ۔ وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا (الفرقان: ۷۳)۔ "اور عباد الرحمن وہ ہوتے ہیں کہ جب ان کے سامنے اپنے رب کی آیات بیان کی جاتی ہیں تو اس پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے۔"

یعنی اندھے اور بہرے بن کر چوپایوں کی طرح قرآن کو نہیں سنتے بلکہ اس پر خوب غور وفکر کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ صرف تلاوت اور قرأت کرنے کی حد تک تعلق نہیں رکھتے بلکہ کتاب الٰہی کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بے شک اس زمینی گڑھے کو بھی قبر کہا گیا ہے۔ لیکن یہ لغوی طور پر کہا گیا ہے۔[1]

---

(۱). اہل حدیث عالم محمد قاسم خواجہ صاحب لکھتے ہیں "جو لوگ مرگئے ان کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے وہ عالم ارواح یا عالم برزخ میں زندہ ہیں" (قبرپرستی اور سماع موتی صفحہ:۳۳) "قبر سے مراد مٹی (کی یہ) قبر نہیں یہ کوئی اور جہاں ہے جسے آپ عالم ارواح یا عالم مثال یا عالم برزخ کہہ سکتے ہیں"۔ (قبرپرستی اور سماع موتی صفحہ:۸۷) اس لفظ "قبر" سے در حقیقت مقصود وہ خاک کا تودہ نہیں جس کے نیچے کسی مردے کی ہڈیاں پڑی رہتی ہیں، بلکہ وہ عالم ہے جس میں یہ مناظر پیش آتے رہتے ہیں اور وہ ارواح ونفوس کی دنیا ہے مادی عناصر کی نہیں ہے۔ (سیرۃ النبی ﷺ جلد ۴ صفحہ ۳۶۰ از علامہ شبلی نعمانی ۔علامہ سلیمان ندوی) "اشکال تو تب ہوتا جب قبر سے مراد یہ "گڑھا" ہوتا جس میں لاش دفن کی جاتی ہے۔ حالاں کہ اصطلاح شریعت میں "قبر" (اس) گڑھے کو کہتے ہی نہیں بلکہ عالم مثال کو قبر کہتے ہیں اور وہاں پہنچنا کسی حال میں منتفی نہیں ہے خواہ مردہ دفن ہو یا نہ ہو۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن میں کہیں تو قبر سے مراد موت ہے اور کہیں قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونا بھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔
أَلْهَىٰكُمُ ٱلتَّكَاثُرُ ۞ حَتَّىٰ زُرْتُمُ ٱلْمَقَابِرَ ۞ (التکاثر: ۱،۲) ''لوگو! تم کو (مال) کی زیادہ طلب نے غافل کر دیا، یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔''

یہاں قبریں دیکھنے سے مراد ''مرجانا ہے'' ورنہ قبریں تو کسی بھی وقت زندہ انسان دیکھ سکتا ہے۔ بلکہ قبریں دیکھنے کے لیے قبرستان جانا سُنت رسول ﷺ ہے۔

''نبی ﷺ نے ایک اعرابی کی عیادت کی اور فرمایا کوئی خوف کی بات نہیں ان شاء اللہ تو گناہوں سے پاک ہو گا۔ اعرابی نے کہا یہ سخت بخار ہے جو مجھے قبروں کی زیارت کرائے گا نبی ﷺ نے فرمایا تو پھر ایسا ہی ہو گا''۔(بخاری)

دیکھیے! نبی ﷺ کے زمانے کا ایک اعرابی مسلمان قرآن کے ادیبانہ انداز بیان میں اپنی موت کا ذکر کرتا ہے اور نبی ﷺ اسی انداز سے محاورتاً جواب فرماتے ہیں۔

پشتو زبان میں بھی کسی سخت اور خطرناک بیماری سے صحت یاب ہونے والے یا موت سے بچ جانے والے کے لیے ''محاورتاً'' اس طرح کہا جاتا ہے کہ فلاں نے قبر کو لات ماری یعنی موت سے بچ گیا۔

قرآن اللہ کی سچی کتاب ہے اسے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے سمجھانے کے لیے ان ہی کی زبان میں آسان بنا کر نازل فرمایا ہے۔

انسانی دنیا میں محاوروں میں بات کرنا کل بھی تھا اور آج بھی ہے۔ عقلمند اور سمجھدار انسان محاورے اور کنایہ کی زبان ہمیشہ سے استعمال کرتے رہے ہیں۔

مثلاً: ''قبر میں پیر لٹکانا'' ایک سمجھدار شخص اپنی موت یاد کرتے ہوئے لوگوں کے درمیان یہ کہے (جب کہ کلام کرتے وقت وہ فرش، کرسی یا چارپائی پر بیٹھا ہو) کہ جی میں تو قبر میں پیر لٹکائے ہوئے ہوں، اور یہ سن کر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶ کا... (اشرف الجواب جلد ۳، صفحہ ۳۲۵ از اشرف علی تھانوی دیوبندی) ''مرنے کے بعد مثالی قبر میں اُٹھایا جاتا ہے وہیں سوالات اور عذاب وراحت (ثواب) ہوتا ہے''۔ (اشرف الجواب جلد ۳، صفحہ ۳۲، بحوالہ: الاقوال المرضیہ فی الاحوال البرزخیہ از محمد حسین نیلوی) ''قبر سے حدیث کا مراد عالم برزخ ہے؟ نہ کہ ''حُفرہ'' (مجلس الحکمۃ از اشرف علی تھانوی)۔ ''قبر سے مراد وہ گڑھا نہیں جس میں مردہ کا جسم دفن کیا جاتا ہے بلکہ عالم برزخ مراد ہے جو دنیا اور عالم آخرت کے درمیان ایک عالم ہے'' (محمد ادریس کاندھلوی بحوالہ القول المرعی فی القبر الشرعی از محمد حسین نیلوی)۔ ''خیال رہے قبر سے مراد برزخ کی زندگی ہے۔ یعنی دنیا کی زندگی کے بعد اور آخرت کی زندگی سے قبل، درمیان کی زندگی ہے جس کا عرصہ انسان کی موت سے قیامت کے وقوع تک ہے یہ برزخی زندگی کہلاتی ہے...'' (قرآن کریم: الانعام: ۹۳ اردو ترجمہ: تفسیری حاشیہ: صلاح الدین یوسف: وزارت اوقاف، سعودی عرب)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک قبر پرست مولوی، پروفیسر، یا ماسٹر صاحب اُسے جواب میں کہے کہ تم جھوٹ کہتے ہو تمھارے پیر قبر میں لٹکے ہوئے نہیں، قبر تو قبرستان میں ہوتی ہے اور تم مسجد، ہسپتال یا اپنے گھر میں ہو۔ تو اس کا یہ اعتراض بے جا اور غلط ہوگا کیوں کہ یہاں قبر میں پیر لٹکانے سے مُراد قریب المرگ ہونا ہے نہ کہ زمینی قبر (گڑھے) میں پیر لٹکانا۔

بعض اوقات ایک دُشمن اپنے حریف کے لیے اس طرح بھی کہتا ہے کہ میں فلاں کا قبر تک پیچھا کروں گا۔ مطلب کہ اس کی موت و قتل تک (جیتے جی) اُسے نہیں چھوڑوں گا۔

نبی ﷺ نے فرمایا ابن آدم کی آنکھ نہیں بھرتی سوائے مٹی کے (بخاری) مٹی سے مراد موت[1] ہے یعنی انسان کی دنیاوی ہوس موت تک رہتی ہے۔

گڑے مُردے[2] اُکھیڑنا سے مراد دبی ہوئی بات کو چھیڑنا۔ یعنی جس طرح کہ قبروں میں مدفون مُردے

---

(۱). ایک اندھی عورت جن کو سعید بن زید ؓ کی بد دُعا لگ گئی تھی یہ عورت سعید بن زید ؓ سے گھر کے پاس کنویں کی وجہ سے جھگڑی تھی پھر ایک دن اسی کنویں میں گر گئی (فَوَقَعَتْ فِيهَا فَكَانَتْ قَبْرَهَا) اور وہ کنواں ہی اس کی قبر بنا۔ (مسلم) یعنی کنویں میں گر کر مرگئی۔ یہی واقعہ دوسری متفق علیہ روایت میں اس طرح ہے کہ: "إِذَا وَقَعَتْ فِي حُفْرَةٍ فَمَاتَتْ" وہ اندھی عورت گڑھے میں (کنویں) میں گر کر مرگئی۔ (متفق علیہ) ظاہر ہے کہ گھر کے پاس کسی استعمال یا غیر استعمال والے کنویں یا گڑھے میں کوئی اپنے رشتہ دار ماں، بہن، بھائی، والد وغیرہ کو گرنے کے بعد یونہی رہنے نہیں دیتا ضرور باہر نکالتے ہیں بلکہ قریب کے کنویں میں کسی بھی انسانی لاش کو نہیں رہنے دیتے۔ ایسا تو صرف دشمن ہی ویران کنویں یا دور کے ویران گڑھے میں انسانی لاش کے ساتھ کر سکتا ہے۔ مندرجہ بالا پہلی حدیث کے مطابق وہ گھر کا کنواں اُس عورت کی قبر بنا یعنی اُس کی موت کا سبب بنا۔ دوسری روایت جس میں موت کی تصدیق کی گئی۔ یہاں بھی قبر بمعنی موت کے استعمال ہوا ہے۔ اس طرح خندق کے دن عصر کی صلوٰۃ قضا ہونے پر نبی ﷺ نے مشرکوں کو بددعا دیتے ہوئے فرمایا مَلَأَ اللّٰهُ بُيُوتَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا (متفق علیہ) "اللہ تعالیٰ ان (مشرکوں) کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔" یہ کلمات نبی ﷺ نے بددعا میں محاورۃً استعمال فرمائے تھے۔ کیوں کہ انھوں نے آپ ﷺ کی عصر کی صلوٰۃ قضا کروائی۔ (فضائل الصلوۃ، مشکوٰۃ) ورنہ اس وقت تو وہ سارے زندہ تھے اور ان کی قبریں نہیں بنی تھی۔ بلکہ بعد میں اُن کی بیشتر مسلم ہوگئی اور فتح کے دن اُن کے گھر رحمتوں اور سلامتی سے بھر گئے اور پھر صحابہ رسول ﷺ میں شامل ہو کر ہمیشہ کے لیے رضی اللہ عنھم کے مصداق ٹھہرے۔

(۱). بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج ان بدنصیب نام نہاد مسلمانوں نے گمراہ ہونے کے بعد ان گڑے مردوں کو زندہ سمجھ کر داتا، دستگیر، مشکل کشا، غوث الاعظم، قسمتوں کا بنانے والا اور اولاد دینے والا بنا ڈالا ہے۔ قبروں میں گڑے ہوئے (فوت شدہ مدفون) انسانوں کو مردہ اور بے جان سمجھنا، کہنا یا لکھنا یہ گستاخی اور گناہ نہیں ہے بلکہ ایک بڑی حقیقت ہے۔ جبکہ اس کے خلاف ان مردہ (فوت شدہ) انسانوں کو الحی القیوم عظیم رب کے ساتھ برابر یا شریک ٹھہرانا بڑی گستاخی، نمک حرامی اور عظیم گناہ ہے۔ جو اللہ کے ہاں ناقابل معافی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باہر نکالنے سے کوئی فائدہ نہیں اس طرح اس محاورے کو استعمال کر کے سمجھایا جاتا ہے کہ فلاں فراموش کردہ پرانی بات کو موضوع بحث بنانا فضول ہے۔

کبھی کبھی موت کو یاد کرتے وقت شکایتاً اس طرح بھی کہا جاتا ہے کہ۔

ع خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

اس میں موت کا بھی ذکر ہے اور موت کے بعد فنا ہو کر خاک ہو جانے کا بھی ذکر ہے۔ یہ کیسی علمی ڈگریاں ہیں کہ قبروں اور مردوں کے بارے میں محاورے اگر اُردو یا اپنی مادری زبان میں ہوں تو مقصد اور مدعا جان لیتے ہیں اور یہی انداز بیان اگر قرآن واحادیث میں ہو تو ذرا بھی غور وفکر نہ ہو اور وہاں اندھے، بہرے اور حیوان بن جائیں۔

جس طرح قرآن میں دوسرے مقام پر فرمایا گیا وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ (انفطار:۴) ''اور جب (یہ) قبریں اکھیڑ دی جائیں گے۔''

قبریں تو آج بھی اُکھیڑی جاسکتی ہیں یعنی زندہ انسان مُردوں کی قبریں اُکھیڑ سکتے ہیں لیکن فائدہ کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قیامت کے دن انسانوں کے دوبارہ زندہ ہونے کا اشارہ فرمایا ہے۔ ورنہ اگر ساری دنیا میں قبریں آج اُکھیڑ لی جائیں تو سوائے مردوں اور ہڈیوں کے کچھ بھی برآمد نہیں ہوگا۔ جنھیں بے کار سمجھ کر واپس دوبارہ دفنانا پڑیگا۔ آئے دن زمین کے مختلف حصوں سے سیکڑوں، ہزاروں سال پہلے کے پرانی انسانی ڈھانچے یا ہڈیاں برآمد ہوتی رہتی ہیں اور ایسا قیامت تک ہوتا رہیگا۔ لیکن آج تک دنیا کے کسی خطے میں بھی قبر سے کوئی زندہ برآمد نہیں ہوا ہے اور نہ قیامت تک ہوسکے گا یہ ہمارے عظیم سچے رب کا اعلان ہے اس پر ہمیں مضبوط اور پختہ ایمان ویقین رکھنا چاہیے البتہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں کچھ مردوں کا قبروں سے زندہ ہو کر نکل آنا معجزہ کے طور پر تھا جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے قانون وسنت سے ہٹ کر تھا۔

دوسرے مقامات پر قبروں کے حوالے سے ارشاد ہیں وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَن فِي الْقُبُورِ (الحج: ۷) ''اور اللہ اُٹھائے گا جو قبروں میں ہیں''۔ أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ (العادیات:۹) ''کیا اسے وہ وقت معلوم نہیں جب قبروں (میں) جو کچھ ہے نکال لیا جائے گا''۔

دیکھیے! یہاں ان دو آیات میں بھی قبروں کے حوالے سے دوبارہ زندہ ہونے کی بات ہورہی ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن صرف قبر والوں کو نہیں اُٹھائیں گے بلکہ مرنے والے سارے انسانوں کو اُٹھایا جائے گا چاہے ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی قبریں(۱) بنی ہوں یا نہیں۔ یعنی خواہ قبروں کے اندر رہوں یا قبروں کے باہر سب زندہ کیے جائیں گے۔

پہلے انسان آدم علیہ السلام سے لے کر آخری مرنے والے انسان تک (قبروں میں مدفون اور غیر مدفون) زمین پر جہاں جہاں بھی ان کے "عجب الذنب" ہونگے وہاں پر اللہ کے حکم سے یہ دوبارہ "خلق جدید" کے ساتھ زندہ کھڑے ہو جائیں گے۔ آج کا یہ انسان چاند اور مریخ تک پہنچ چکا ہے اس فانی انسان کو وہاں بھی موت آسکتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ اُسے دوسرے زمینی موت شدہ انسانوں کے ساتھ بہر حال قیامت کے دن ضرور زندہ فرما کر ایک جگہ جمع کر دیگا۔ قیامت کے دن اللہ کے حکم سے یہ زمین، چاند، مریخ دیگر سیاروں کے فاصلے ختم یا کم ہو جائیں گے۔

وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ﴿۹﴾ (القیامہ:۹) "اور سورج اور چاند جمع کر دیے جائیں گے"۔

قبروں کے حوالے سے مذکورہ قرآنی آیات میں قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے اور خاص کر اُن کافروں کے لیے جواب ہے جو قیامت اور مُردوں کے دوبارہ جی اُٹھنے کے انکاری اور منکر ہیں۔ جس طرح فرمایا گیا:- قَدْ يَئِسُوا مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ ﴿۱۳﴾ -(الممتحنہ: ۱۳) "یہ (مشرکین مکہ) آخرت سے اس طرح مایوس ہیں جس طرح (دیگر) کفار قبروالوں (کے زندہ ہونے) سے مایوس ہیں"۔

اس آیت کا بعض لوگوں نے ترجمہ اس طرح بھی کیا ہے: "جس طرح قبروں میں پڑے ہوئے کافر (ہر خیر سے) مایوس ہیں"۔ (قبر کا بھینچنا ص:۲ از کمال عثانی)

اس دوسرے ترجمے سے تو زیادہ وضاحت ہو جاتی ہے کہ یہاں قبروں سے مُراد یہ زمینی گڑھا نہیں ہے جس میں کافروں کو دفن کیا جاتا ہے۔ کیوں کہ ہر قسم کا کافر و مشرک بحوالہ قرآن قبر میں جائے یا نہ جائے موت کے وقت دفن ہوئے بغیر فرشتوں کے نظر آنے کے ساتھ ہی ہر خیر سے مایوس ہو جاتا ہے۔ موت کے وقت جان نکالنے والے فرشتے جب اُن سے کہتے ہیں:- أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ ۖ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ... (الانعام:۹۳)

---

(۱) سیانے جب کبھی موت کا ذکر کرتے ہیں یا کسی فوت شدہ کے پسماندگان کو تسلی دیتے ہیں تو اس انداز سے بھی کہتے ہیں کہ جی یہ تو اچھے رہے قبر تو نصیب ہوئی کیا معلوم ہمیں یہ قبر (گڑھا) نصیب ہوتی ہے یا نہیں؟ یعنی ان کو (دنیاوی گڑھا) قبر ملکر لاش تو محفوظ رہی معلوم نہیں کہ ہماری لاشوں کا کیا ہوگا؟ اس لیے ان دنیاوی قبروں کو ان لاشوں کے لیے آرام گاہ، حفاظت گاہ اور پردے کی جگہ بھی کہتے ہیں۔ کیوں کہ لاشیں باہر کے گوشت خور جانوروں سے محفوظ ہو جاتی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"(اے کافرو) نکالو اپنی جانیں آج کے دن (اس وقت) تمھیں سخت عذاب کا بدلہ دیا جائے گا۔ اللہ پر جھوٹ بولنے کی وجہ سے"۔

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ...(المومنون: ۹۹، ۱۰۰) "یہاں تک کہ جب (ان کافروں) میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو (مایوسی کے عالم میں) کہتا ہے اے میرے رب مجھے (دنیا میں) واپس لوٹا دے۔ تاکہ میں اچھے اور نیک اعمال کروں جو میں نے چھوڑ رکھے تھے۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں ہوگا"۔

حَتّٰٓى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۷﴾۔ (المومنون:۷۷) "یہاں تک کہ جب ہم نے ان (کافروں، مشرکوں) پر سخت عذاب کا دروازہ کھول دیا تو اُسی وقت فوراً مایوس ہوگئے"۔

ان آیات سے ثابت ہوا کہ کافروں اور نافرمانوں پر عذاب ومایوسی قبروں میں جانے سے مشروط نہیں بلکہ موت کے ساتھ ہی عالم برزخ میں عذاب شروع ہونے پر ہر قسم کی خیر سے مایوسی چھا جاتی ہے جو جہنم میں داخل ہونے تک چھائی رہے گی۔

نبی ﷺ کے حوالے سے کافروں، مشرکوں کی پیروی کرنے والے ایمانداروں کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر حق چھوڑ کر ان بدعقیدہ باطل پرستوں کی پیروی اختیار کروگے تو تم بھی عذاب سے نہ بچ سکوگے۔ فرمایا: اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾۔ (بنی اسرائیل : ۷۵) "پھر تو ہم بھی آپ کو دوہرا عذاب دنیا کا اور دوہرا موت کا دیتے پھر آپ اپنے لیے ہمارے مقابلے میں کسی کو مددگار نہ پاتے"۔

کچھ مسلکی حضرات اس آیت کو بھی میت پر ارضی قبر کے اندر عذاب کے لیے دلیل بناتے ہیں حالاں کہ اس آیت میں قبر یا میت کا ذکر تک نہیں۔ ممات مصدر (میمی) ہے موت کا۔ یہاں موت کے وقت کے عذاب کا ذکر ہے جس کی وضاحت سورۃ الانعام: ۹۳ اور انفال: ۵۰ میں موجود ہے۔ فرمایا گیا: وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۵۰﴾۔ (انفال : ۵۰) "کاش تو اس وقت دیکھے جب فرشتے کافروں (مشرکوں) کی روح قبض کرتے ہیں (موت کے وقت) ان کے مونہوں اور پیٹھوں پر ان کو مارتے ہیں اور کہتے ہیں تم جلنے کا عذاب چکھو"۔

....وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۗ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۔(الانعام: ۹۳) "اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب یہ ظالم انسان موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا کر کہیں گے نکالو اپنی جانیں آج تم ظالموں کو ذلت کی سزادی جائیگی اس سبب سے کہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا کرتے تھے اور تم اللہ کی آیات سے تکبر کرتے تھے"۔

ان قرآنی آیات کی وضاحت کے باوجود بھی اگر کوئی متشابہات پر ایمان لاکر مُردے کا سُننے، کلام کرنے یا قیامت سے پہلے زندہ ہونے کا عقیدہ اپناتا ہے تو یہ پورے قرآن اور صحیح احادیث کا انکار اور مخالفت ہے، سُننا اور کلام کرنا یہ زندہ انسان کی خاصیت وصفت ہے مُردے بے جان کی نہیں۔ کیوں کہ بفرمان الٰہی وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ (فاطر:۲۲) "زندہ اور مردے برابر نہیں ہوتے۔" یعنی کسی بھی صفت میں یہ ایک دوسرے کے برابر نہیں ہوسکتے۔

یہ علماء، اساتذہ، صوفیاء ومشائخ اور مفتیان صاحبان اور سارے انسانوں کے العلیم والخبیر حقیقی رب (اللہ) کا سچا اور واضح اعلان ہے۔

اور یہی عقیدہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین اور سلف وصالحین کا تھا۔ مثلاً بخاری کی قلیب بدر والی صحیح روایت کی یہ بات کہ نبی ﷺ نے مردوں کو سنایا مشہور تابعی اس روایت کے راوی قتادۃ رحمۃ اللہ علیہ نے ساتھ میں یہ وضاحت کی[1] أَحْيَاهُمُ اللّٰهُ حَتّٰى أَسْمَعَهُمْ قَوْلَهُ تَوْبِيخًا وَتَصْغِيرًا وَنِقْمَةً وَحَسْرَةً وَنَدَمًا ۔(صحيح بخاری، كتاب المغازی) اللہ تعالیٰ نے ان مقتولین کو زندگی بخش دی تاکہ وہ نبی ﷺ کا کلام (خطاب) سُن سکیں اور نبی ﷺ کی بات (یہ خطاب) اُن کے لیے ذلت وخواری، حسرت وندامت کا باعث بنے۔

یعنی ان مشرک مقتولین نے مردہ ہو کر نہیں زندہ ہو کر سنا، مردے نہیں سُنتے، زندہ کر کے سُنایا گیا تاکہ حق قبول نہ کرنے کی وجہ سے ان کو حسرت وندامت ہو۔ اور یہ سُنانا نبی ﷺ کا معجزہ تھا۔ نبی ﷺ کا ان مُردوں سے کلام کے وقت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (اُمت کے سچے جانثار ولی) نے اعتراض بھی کیا تھا۔ کیوں کہ اُن کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ مردے نہیں سُنتے۔

(۱) قتادۃ رحمۃ اللہ علیہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے۔ انھوں نے یہ وضاحت ظاہر ہے اپنی طرف سے تو نہیں کی ہوگی اُستاد محترم انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سُن کر کی تھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہی رائے اور عقیدہ اس روایت کے بارے میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کا بھی تھا کہ مُردے نہیں سنتے اور ثبوت میں اور تاویل کے لیے قرآن کی یہ آیت پیش کی "اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى"، "اے محمد ﷺ تم مردوں کو نہیں سُنا سکتے"۔

ہمیں اس قلیب بدر والی روایت یا اس قسم کی مردوں کے سماع والی دیگر روایات کو مسلمین کی ماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا کی وضاحت اور تاویل کو سامنے رکھ کر مان لینا چاہیے۔ کیوں کہ زیادہ تر وحی (قرآن) نبی ﷺ پر عائشہ رضی اللہ عنھا کی موجودگی میں نازل ہوئی ہے۔ ان کے ایمان اور دینی کردار کو جبرائیل علیہ السلام نے سلام کیا تھا۔ اور یہ سلام اس فرشتے نے اللہ کے حکم سے کیا تھا کیوں کہ:- يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ... فرشتے وہی کرتے ہیں جن کا اُن کو (اللہ کی طرف) سے حکم دیا جاتا ہے۔

یعنی یہ سلام عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا جس میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایمان اور عقیدے کی اللہ کی طرف سے توثیق اور تائید بھی ہے اور ان کی تربیت اللہ کے نبی ﷺ کی زیر نگرانی ہوئی اسی مقام کی وجہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اللہ کے نبی ﷺ کی وفات کے بعد عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دینی مسائل دریافت کرتے تھے۔

جب بحوالہ صحیح روایت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا مردوں کے سننے کی تاویل "جان لینے اور علم ہو جانے" سے کرتی ہیں[1] تو ہمیں اپنے آپ کو یا کسی بھی مفتی امام، محدث کو عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے بڑا ایماندار یا قرآن سے زیادہ جاننے والا عالم نہیں سمجھنا چاہیے یہ اسلام ماننے یا اسلام کی خدمت کرنے کا انداز نہیں، بلکہ ڈھانے اور کمزور کرنے والا انداز ہے۔ اللہ کی محکم آیات اور واضح صحیح احادیث کا انکار کر کے کل قیامت کے

---

(۱). عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا نے یہ تاویل اپنی طرف سے نہیں کی تھی قرآن کی روشنی میں کی تھی قرآن میں بھی اکثر مقامات پر سُننے سے مراد جان لینا اور سمجھ لینا ہے۔ سورۃ الدھر میں انسان کی تخلیق کے ذکر کے ساتھ فرمایا... فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا (الدھر:۲) "پس ہم نے انسان کو سُننے اور دیکھنے والا بنایا"۔ یعنی بات کو سمجھنے اور عقل و خرد والا بنایا ورنہ سُنتے اور دیکھتے تو جانور بھی ہیں۔ قیامت کے دن ناکامی کے بعد کافر کہیں گے لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ (الملک: ۱۰) "کاش دنیا میں ہم سُننے (ماننے) والے اور (سمجھنے) عقل والے ہوتے تو آج جہنمیوں میں سے نہ ہوتے"۔ یاد رہے کہ ہر زمانے اور خاص کر آخری رسول ﷺ کے زمانے کے سارے کافر و مشرک کانوں سے سُننے والے تھے قرآن سُننے کے بعد ہی وہ مخالفت اور شور کیا کرتے تھے۔ بقیہ حاشیہ ۳۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دن کوئی بھی اللہ کے مقابلے میں ایسے لوگوں کو بچانے اور چھڑانے والا نہ ہوگا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ٹھکانا جہنم بنا دیا جائے گا اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں شرک و کفر اور قرآن کے انکار سے اور آخرت میں جہنم کی آگ سے بچائے (آمین)۔

یہ فرقہ اور مسلک پرست قرآن و صحیح احادیث کے آسان مفہوم کو غلط رنگ دینے اور بدلنے میں اُستاد اور ماہر ہیں۔

جیسے کہ آپ (ارمان صاحب) نے ان ہی لوگوں کی دلیل کو اپنے خط میں سورۃ التوبہ کی آیت کا حوالہ دے کر جواب طلب کیا ہے اور درج کردہ آیت کے حوالے سے اس (دنیاوی) قبر میں زندگی ثابت کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔

حاشیہ نمبر۱۴: ... یہاں سننے سے مراد ہے کہ کاش ہم قرآن کی بات سمجھ کر مان لیتے۔ دوسرے مقام پر فرمایا گیا۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ (النحل:۶۵، الروم:۲۳، یونس:۶۷) "بے شک اس میں نشانی ہے سُننے والوں کے لیے"۔ یہاں بھی سننے والوں سے مراد عقل والے اور علم والے ہیں۔ سورۃ انفال میں فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ هُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ (انفال:۲۰-۲۱) "اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور روگردانی نہ کرو اور تم سنتے ہو (سننے والے ہو) اور ان لوگوں جیسے نہ ہونا جو کہتے ہیں ہم نے سنا لیکن وہ سنتے (مانتے) نہیں۔ وَ لَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِیْهِمْ خَیْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ... (انفال:۲۳) "اور اگر اللہ تعالیٰ ان میں کچھ اچھائی دیکھتا تو ان کو سُننے (ماننے اور سمجھنے) کی توفیق بخشتا"۔ اسی طرح السجدہ میں فرمایا کہ ان سے پہلے ہم نے کتنی گنہگار اُمتوں کو ہلاک کیا جن کے کھنڈرات سے یہ گزر رہے ہیں پھر فرمایا... اَفَلَا یَسْمَعُوْنَ (السجدہ:۲۶) "کیا پس یہ سُنتے نہیں...؟" یعنی سمجھ کر ان واقعات سے عبرت حاصل نہیں کرتے؟ ثابت ہوا کہ مسلمین کی ماں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قلیب بدر کی روایت میں سننے سے مراد سمجھ لینا، جان لینا، علم ہو جانا کی تاویل اپنی طرف سے نہیں کی بلکہ قرآن کے مطابق اور اس کی روشنی میں کی، اس کے برخلاف نہیں کی۔ اسی طرح عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عذاب قبر سے پناہ مانگنے والی روایتیں صحیح ہیں۔ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی عذاب قبر مانتی تھیں۔ کیوں کہ عذاب قبر حق ہے۔ لیکن نبی ﷺ کی وفات کے بعد اپنی زندگی میں ہی یہودیہ پر رونے کے حوالے سے عذاب قبر کے ہونے اور قلیب بدر والی روایتوں میں تشریح اور وضاحت فرمادی کہ مردوں پر عذاب ہونا یہ برزخی معاملات ہیں اور اس کا ان گڑھوں (زمینی قبروں) سے کوئی تعلق نہیں۔ جس گھر (بیتِ رسول ﷺ) سے یہ احادیث بیان ہوئی تھیں اس گھر (مدرسہ اسلام) کے اہل بیت نے مردے کے نہ سننے اور کافر کو بغیر دفن ہوئے عذاب القبر ہونے کا عقیدہ دیا۔ اب اگر کوئی باغی گروہ یہ دعویٰ کرے کہ وہ اس گھر اہل بیت والوں سے بھی زیادہ جانتے ہیں اور بڑے عالم ہیں اور ان کا عقیدہ صحیح نہیں تھا یا ان کے مدارس نے اس گھر بیت رسول ﷺ یعنی پہلے مدرسہ اسلام سے زیادہ دین کی خدمت کی ہو اور کر رہے ہیں۔ تو تھوڑا انتظار کریں بہت جلد اللہ کے پاس حق اور انصاف کے ساتھ فیصلہ ہو جائے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

....وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ (التوبہ: ۸۴) "اور (اے محمد) اس (منافق) کی قبر پر مت کھڑے ہوں"

اس آیت میں اس خاص منافق (عبداللہ بن ابی) کے استغفار سے نبی ﷺ کو منع کیا گیا۔ اسی سورۃ توبہ میں دوسری جگہ عام منافق، کافر اور سارے مشرکین کے لیے استغفار سے منع کیا گیا ہے۔ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبٰى... (التوبہ: ۱۱۳) "نبی ﷺ اور مسلمین کو یہ شایاں نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے استغفار کریں (یا صلوٰۃ المیت پڑھیں) اگرچہ یہ مشرک ان کے قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں"۔

دین اسلام میں یا شریعت محمدی ﷺ میں کسی کافر، مشرک یا منافق کی قبر کے پاس کھڑا ہونا یا بیٹھنا منع نہیں ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا "قبرستان جاؤ لیکن موت کو یاد کرنے اور عبرت حاصل کرنے کے لیے "کسی بھی قبر پر جانے سے چاہے وہ مومن کی ہو یا مشرک کی انسان کو موت ہی یاد آسکتی ہے۔ مشرکوں، منافقوں کی قبروں کے پاس صرف کھڑا ہونا بالکل گناہ نہیں ہے نبی ﷺ خود مشرکوں کی قبروں کے پاس کھڑے ہوئے ہیں۔ (بخاری) اپنی والدہ کی قبر کے پاس کھڑے ہوئے! آنسو بھی نکلے لیکن اپنی والدہ کے لیے استغفار نہیں کی، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا۔ (مسلم، مشکوٰۃ زیارت القبور)

کیا آج کے یہ فرقہ اور مسلک پرست مولوی سورۃ التوبہ آیت ۸۴ کے مفہوم کو نبی ﷺ سے زیادہ سمجھتے ہیں، انہیں اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے کہ اس کے پاس جانا ہے اس کی گرفت بڑی سخت ہے۔

قبرستان میں مشرک، کافر اور مسلم ہر قسم کے لوگوں کی قبریں ہوتی ہیں۔ لیکن استغفار اور دعا کے مستحق صرف مسلم قبر والے ہوتے ہیں۔ مسلم قبر والوں کے لیے نبی ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ[1] عَلٰى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ (مسلم: کتاب الجنائز) "اے مسلمین اور مومنین کے گھر والو تم پر سلامتی ہو ہم بھی ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں ہم اپنے لیے بھی اور تمھارے لیے بھی اللہ تعالیٰ سے عافیت (بخشش) کا سوال کرتے ہیں"

---

(۱) واسطے، وسیلے اور حیات فی القبر کا عقیدہ رکھنے والے حضرات دلیل میں یہ دعا پیش کرتے ہیں کہ اگر مردے (قبر والے) نہیں سنتے تو پھر یہاں اس دعا میں قبر والوں کو مخاطب کیوں کیا گیا ہے؟ حالاں کہ اس قسم کا خطاب قرآن و احادیث میں بے شمار موقعوں پر ملتا ہے۔ سورۃ المومنون میں اللہ تعالیٰ سارے انبیاء کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے:.... بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کلمات میں فوت شدہ مومنین ومسلمین کے لیے مغفرت کی دُعا ہے اور اپنی موت کو یاد کرنے کی یاد دہانی، وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ "اور ہم بھی اللہ نے چاہا تو تم سے ملنے والے ہیں۔"

جوابِ سیٹی ..... یٰٓاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ وَاِنَّ ھٰذِہٖٓ اُمَّتُکُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّاَنَا رَبُّکُمْ فَاتَّقُوْنِ (المومنون: ۵۱، ۵۲) "اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو جو عمل تم کرتے ہو اس سے میں اچھی طرح واقف باخبر ہوں اور تمھاری جماعت (دراصل) ایک ہی جماعت ہے اور میں تم سب کا ربّ ہوں مجھ سے ڈرو"۔ جب کہ اس خطاب (فرمان) کے وقت محمد ﷺ کے علاوہ کوئی اور پیغمبر موجود نہیں تھے۔ اسی طرح مدینے کے یہودیوں (بنی اسرائیل) کو مخاطب کر کے فرمایا: وَاِذْ نَجَّیْنٰکُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَکُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَکُمْ وَفِیْ ذٰلِکُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ وَاِذْ فَرَقْنَا بِکُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَیْنٰکُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (البقرہ: ۴۹، ۵۰) "اور یاد کرو جب ہم نے تم کو آلِ فرعون کے ظلم سے بچایا وہ تمھیں بڑا دکھ دیتے تھے، تمھارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے۔ اور جب ہم نے تمھارے لیے دریا کو پھاڑ دیا تم کو نجات دی اور فرعونیوں کو غرق کر دیا اور تم دیکھ رہے تھے"۔ ان آیات میں جن یہودیوں (بنی اسرائیل) کو فرعون کے ظلم سے بچایا گیا تھا اور دریا میں راستہ دیا گیا تھا وہ تو سارے اس دنیا سے چلے گئے تھے قرآن کے نزول کے وقت ایک بھی مدینہ میں موجود نہ تھا۔ اُن کا دُنیا سے نام ونشان تک مٹ چکا تھا لیکن قرآن وصحیح احادیث کا اس طرح زندہ انسانوں کو پیغام پہنچانے اور سمجھانے کا ایک انداز ہے۔ جس طرح ہم اپنی صلوٰۃ میں قاعدے میں کہتے ہیں "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ" اس میں بظاہر تو نبی ﷺ سے خطاب ہے لیکن آپ ﷺ وہاں موجود نہیں ہوتے اور نہ ہی سنتے ہیں لیکن کیونکہ یہ دعا نبی ﷺ نے اس طرح سکھلائی ہے اس لیے ہر مسلم اسی طرح صلوٰۃ میں کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ نبی ﷺ نے خود بھی کئی مواقع پر زمین چاند اور مکہ شہر کو خطاب فرمایا ہے (عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود سے خطاب کیا ہے) تو کیا یہ اشیاء بھی سننے والی ہیں۔ ایسا ہی خطاب سورۃ الاعراف میں انبیاء علیہم السلام کا اپنی اپنی قوم سے ہے جبکہ وہ عذاب کے ذریعے ہلاک کر دی گئی تھیں۔ کیا انبیاء علیہم السلام نے مردہ اقوام کو پکارا تھا۔ کیا ابراہیم کا بتوں سے خطاب کرنا اسی لیے تھا کہ بت سنتے ہیں؟ خطاب کا یہ انداز یا تو انتہائی چاہت کے وقت ہوتا ہے یا انتہائی نفرت میں۔ اس طرح مسلمین کے قبرستان کو دیکھ کر گاڑی میں یا پیدل چلتے ہوئے ہم آہستہ آواز میں یہ دعائیہ کلمات "السلام علیکم یا اھل القبور" ادا کر لیتے ہیں مقصد اور نیت سنانے کا نہیں ہوتا صرف مغفرت کی دُعا کرنی مقصود ہوتی ہے۔ ورنہ اتنے وسیع علاقے پر موجود زندوں کو ہم اپنی یہ آواز نہیں سنا سکتے تو مردوں کو سنانا تو ویسے بھی ناممکن ہے۔ مسلم کی ایک اور روایت میں یہ دعا اس طرح بیان ہوئی ہے: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ وَدِدْتُ اَنَّا قَدْ رَاَیْنَا اِخْوَانَنَا قَالُوْا اَوَلَسْنَا اِخْوَانَکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَنْتُمْ اَصْحَابِیْ وَاِخْوَانُنَا الَّذِیْنَ لَمْ یَاْتُوْا۔ "اے مومن جماعت کے گھر والو، اور ہم یقیناً اگر اللہ نے چاہا تمھارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ میں آرزو رکھتا ہوں کہ اپنے بھائیوں کو دیکھوں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول ﷺ ہم آپ ﷺ کے بھائی نہیں ہیں فرمایا تم میرے صحابی ہو اور میرے بھائی وہ ہیں جو اس دنیا میں ابھی نہیں آئے" (رواہ مسلم، کتاب الطہارۃ، مشکوۃ) ثابت ہوا کہ دعاؤں میں غیر حاضر وغائب مسلمین کو بھی خطاب کیا جا سکتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظاہر ہے یہاں ملنے سے مراد ہم زندہ انسانوں کا آپس میں ملنے کی طرح نہیں ہے۔ بلکہ مطلب ہے (موت کو یاد کرتے ہوئے کہا جارہا ہے) کہ اے مرنے والوں ایک دن ہم بھی تمھاری طرح (دنیا چھوڑ کر) مر جائیں گے۔ مرنے والے (مردے) اکٹھے نہیں ہوتے اور نہ آپس میں مل سکتے ہیں (اگر نصیب ہو جائے تو اپنی قبر میں) چلے جاتے ہیں اور پھر قیامت تک کے لیے اس دنیا اور دنیا والوں سے ہر قسم کے تعلقات اور رشتے ختم ہو جاتے ہیں اور پھر وقت کے ساتھ ساتھ اپنی اپنی قبروں میں گل سڑ کر فنا ہو جاتے ہیں۔ یہ بات تو عقلمندوں کے سمجھنے کے لیے بڑی آسان ہے۔

زندہ انسانوں کو بھی اگر الگ الگ کمروں (سیل) میں بند کر کے باہر سے دروازوں پر کیلیں وغیرہ ٹھونک کر مکمل طور پر محصور (بند) کر دیا جائے تو وہ بھی اس عمل کے بعد آپس میں مل نہیں سکتے اور نہ باہر ہی جاکر ملاقات کر سکتے ہیں۔ بلکہ اسی طرح اپنے اپنے کمروں میں کچھ عرصے بعد بغیر کھائے پیئے رہنے سے اُن کے صرف ڈھانچے (باقیات) ہی مل سکیں گے[1]۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص جو اپنے بستر پر ایک ہی حالت میں پڑے پڑے زندہ مریض بن جاتا ہے، کہ اُس کی پیٹھ اور بدن خراب ہو جاتا ہے، گل جاتا ہے۔ پھر پہلے سے مُردہ بے جان، بغیر کھائے پیئے ایک ہی حالت میں کافی عرصے تک کیسے تازہ دم اور زندہ رہ سکتا ہے اور پھر الگ الگ قبروں (سیلوں) میں بند بے جان مردے آپس میں کیسے مل لیں گے یا ملاقات کرلیں گے جن کے لیے مالک نے خود فرمایا ہے کہ یہ مُردے ہیں ان میں ذرہ برابر جان نہیں ہے (النحل:۲۱) تو اے مردوں کے پجاریو اور پرستارو! أَفَلَا تَعْقِلُونَ "کیا تم میں عقل نہیں۔" اس دنیا میں الگ الگ مدفون مردوں کو اللہ تعالیٰ صرف قیامت کے دن جمع فرمائے گا، قیامت سے پہلے ہر گز نہیں۔ انسانوں سے فرمایا: لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۗ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا ﴿٨٧﴾ (النساء: ۸۷) "وہ تم سب انسانوں کو (جو مر چکے اور مرنے والے ہیں) بلاشک وشبہ قیامت کے دن (زندہ) کر کے ضرور جمع فرمائیگا۔ اور اللہ سے بڑھ کر بات میں سچا کون ہو سکتا ہے"۔

بے جان مردے تو آپس میں ہر گز نہیں مل سکتے لیکن ان مرنے والوں کی برزخ کے پیچھے دیئے گئے نئے جسموں کے ساتھ ملاقات ہونے کا قرآن وحدیث میں ثبوت موجود ہے۔ وہاں کلام بھی کرتے ہیں، سنتے بھی ہیں

(۱) اس کو زندہ درگور کرنا بھی کہتے ہیں اگر کسی زندہ انسان کو بھی گور (قبر) میں کچھ عرصے کے لیے بند (دفن) کر دیا جائے تو وہ بھی بغیر کھائے پیئے اور سانس گھٹنے سے اس بند گڑھے میں مر جائیگا۔ جس طرح مکے کے بعض مشرک اپنی زندہ بیٹیوں کو کنوؤں یا گڑھوں میں پھینک کر زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسرے کو پہچانتے بھی ہیں بلکہ ان گنہگاروں کو باقاعدہ اکٹھا کرکے جماعت کی شکل میں برزخ میں عذاب دیا جاتا ہے اور اس برزخی عذاب کی وجہ سے چھوٹے اور بڑے مجرم ایک دوسرے کو لعنت و ملامت بھی کرتے ہیں۔.... حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا یَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْۤا اَیْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَ شَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِیْنَ ۝ قَالَ ادْخُلُوْا فِیْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ فِی النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ادَّارَكُوْا فِیْهَا جَمِیْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ۬ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَ قَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝ (الاعراف: ۳۷ تا ۳۹) ”یہاں تک کہ جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے (ان مجرموں کے پاس) ان کی جان قبض کرنے آئیں گے تو ان سے کہیں گے کہ وہ (لوگ) کہاں گئے جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے وہ (مجرم) کہیں گے کہ سارے ہم سے گم ہوگئے اور اپنے کافر (مجرم) ہونے کا اعتراف کریں گے۔ اللہ فرمائے گا (اے کافرو!) جو کافر جماعتیں اور فرقے تم سے پہلے جنات اور انسانوں میں سے ہو گزرے ہیں ان کے ساتھ تم بھی آگ میں داخل ہو جاؤ جس وقت یہ (نئے آنے والوں کی) جماعت آگ میں داخل ہوگی تو (اپنی ہم مسلک ہم عقیدہ) دوسری جماعت کو لعنت کرے گی یہاں تک کہ جب اس (عذاب) میں سب اکٹھے اور جمع ہو جائیں گے تو پچھلے (بعد میں آنے والے مجرم) پہلے داخل ہونے والے (ہم مسلک اکابرین اور گمراہ) لوگوں کی نسبت کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہم کو ان (پہلے آنے والے) لوگوں نے گمراہ کیا تھا۔ اے ہمارے ربّ ان کو دگنا عذاب دیجیے۔ اللہ تعالیٰ (ان سب سے) فرمائے گا کہ یہاں چھوٹے بڑے (گمراہ لیڈر اور کارکن، پیر اور مرید، استاد اور شاگرد) سارے مجرموں کے لیے دُگنا عذاب ہے لیکن تم نہیں جانتے۔ اور پھر پہلے گزرے ہوئے (اپنے پچھلے ہم مسلک) لوگوں سے کہیں گے کہ تم کو یہاں ہم پر کوئی فوقیت یا فضیلت نہیں سو تم بھی اپنی کمائی (برے اعمال) کے بدلے (ہماری طرح) سخت عذاب کا مزہ چکھو۔“ (۱)

(۱) مردہ (لاش) میں قیامت سے پہلے روح کے پلٹنے اور دنیاوی قبر میں تیسری زندگی کا اعتقاد رکھنے والے سورۃ الاعراف کی (آیت ۴۰) بھی دلیل میں پیش کرتے ہیں جس میں فرمایا گیا: اِنَّ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَ لَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ ۝ (الاعراف: ۴۰) ......

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرنے کے بعد گنہگاروں کی طرح نیک بندے بھی برزخ میں اکٹھے ہوتے ہیں، وہاں ملتے ہیں۔ اللہ کے خوش نصیب ایماندار بندے جب اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں، اپنے ایسے بندوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

جیہ حاشیہ صفحہ ۳۸ سے... "جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور اُن سے تکبر کیا ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور ایسے لوگ کبھی بھی جنت نہیں جا سکیں گے۔ جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے کے اندر سے نہ گزر جائے اور ہم مجرموں کو ایسی ہی سخت سزا دیتے ہیں۔" مطلب ہے جس طرح اونٹ سوئی کے ناکے (سوراخ) میں سے نہیں گزر سکتا اسی طرح یہ کافر و مشرک مجرم اللہ کی جنت میں ہرگز نہیں جا سکتے یعنی ایسے لوگوں پر نعمتوں سے بھری جنتیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہیں اور ان مجرموں پر دوسری زندگی میں اللہ کی طرف سے کبھی بھی رحم نہیں کیا جائے گا۔ لیکن بعض حضرات اسی آیت کی تفسیر دیگر قرآنی آیات اور صحیح احادیث کے خلاف شیعہ راوی زاذان کی روایت کردہ براء بن عازب ؓ والی روایت کے حوالے سے کر کے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ کافر، مشرک اور مجرموں کی ارواح اللہ کے پاس آسمانوں پر نہیں جاتیں ہیں بلکہ وہ زمین پر آ کر اپنی اپنی لاشوں میں بسیرا کر لیتی ہیں۔ کیوں کہ بقول ان کے اللہ نے فرمایا کہ ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔ اگر یہ اسی طرح مان لیا جائے تو پھر معراج کے موقع پر پہلے آسمان پر آدم ؑ کے بائیں طرف جو گنہگاروں کی ارواح دکھلائی گئیں۔ (بخاری) وہ وہاں آسمان پر کیسے پہنچیں؟ یہ حضرات اگر ذرا اللہ کی کتاب اور نبی ﷺ کی صحیح احادیث پر غور کر لیں تو یہ آسان بات ان کی سمجھ میں آ جائے گی کہ اس سے مراد اللہ کی رحمت کے دروازے اور جنت کے دروازے ہیں یعنی یہ باغی لوگ اللہ کی رحمت کے مستحق نہیں اور جس پر اللہ کی رحمت نہ ہو وہ کبھی بھی جنت میں نہیں جا سکتا جنت میں ہر مسلم حتیٰ کہ نبی ﷺ بھی اللہ کی رحمت ہی سے داخل ہوں گے (بخاری ومسلم) مذکورہ آیت میں فرمایا گیا لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ "ایسے لوگ ہرگز جنت میں داخل نہ ہوں گے۔" یعنی ان پر اللہ کی رحمت کے دروازے اور جنت کے دروازے ہمیشہ کے لیے بند رہیں گے۔ یہی بات قرآن میں دوسرے مقام پر دوسرے انداز سے بیان فرمائی گئی: إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ "بے شک جس کسی نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی"۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (البقرۃ: ۳۹) "اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہی لوگ جہنمی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے"۔ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ (المومن: ۶۰) "بے شک جن لوگوں نے استکبار کیا میری عبادت سے عنقریب یہ (سب) ذلیل ہو کر ہمیشہ کے لیے جہنم میں داخل ہوں گے"۔ انہی مشرکوں کے لیے دوسرے مقام پر فرمایا: وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ (الحج: ۳۱) "بے شک جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا گویا وہ آسمان سے گرا اب (گرنے کے بعد) یا تو پرندے اسے اچک لے جائیں گے یا ہوا دور دراز مقام پر پھینک دے"۔ اب ظاہر ہے انسان آسمان پر تو نہیں ہوتے کہ شرک کرنے کے بعد انہیں گرا دیا جاتا ہے بلکہ سمجھایا گیا ہے کہ شرک کرنے کے بعد یہ مجرم انسان اللہ کی رحمت، مغفرت اور مدد سے محروم اور دور ہو جاتا ہے۔ اور مشرک انسان کے لیے اللہ کے پاس سوائے ہلاکت، بربادی اور عذاب کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ یہاں بھی آسمان مشرک کے لیے اللہ کی رحمت، مغفرت اور مدد سے محرومی اور دوری کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی شرک کرنے کے بعد مشرک پستی میں گر جاتا ہے اور پھر شیطانی قوتوں کے قبضے میں آ کر ہدایت سے دور گمراہیوں اور اندھیروں میں ہمیشہ کے لیے بھٹکتا رہتا ہے.....

جیہ حاشیہ صفحہ ۴۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَرِحِينَ بِمَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِٱلَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا۟ بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۞ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ ٱللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ۞ (آل عمران: ۱۷۰تا ۱۷۱)

"خوش ہیں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت میں اپنے فضل سے عطا کیا ہے۔ اور ان ایمانداروں کے لیے خوشیاں منا رہے ہیں (جو ابھی دنیا میں زندہ ہیں اور شہید ہو کر) اُن کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوئے جہاں داخل ہونے کے بعد (اُن کی طرح) ان کے ساتھ بھی نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم۔ یہ لوگ (شہداء جنتوں میں) اللہ کی عطاء کردہ نعمتوں اور اس کے فضل سے بہت زیادہ خوش ہو رہے ہیں اور اس (وعدے) پر بھی بہت (مطمئن اور) خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایمانداروں کا اجر (عمل) ضائع نہیں کرتا"۔

یعنی یہ جنتی شہداء برزخی زندگی کے ساتھ دنیا میں اپنے زندہ ایماندار بھائیوں کی شہادت کے منتظر ہیں کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹..... مشرک اور کافر پر مرنے کے ساتھ ہی ایمان لانے، توبہ کرنے، معافی مانگنے کے دروازے بھی بند ہو جاتے ہیں۔ ہاں مرنے سے پہلے انسان کے لیے اللہ کی رحمت کے دروازے کھلے رہتے ہیں۔ انسانوں کو شرک و کفر سے خبردار کرنے کے لیے سورۃ الاعراف میں اس آسمان کے دروازے بند ہونے کے معنوں میں بیان فرمایا گیا ہے پھر بھی اگر کوئی یہ کہے کہ ہم اس کا یہ مطلب اور معنی نہیں مانتے بلکہ اس سے مراد آسمان کے دروازے ہیں رحمت کے دروازے نہیں تو آیئے اپنی یہ بحث و تکرار اللہ کے سچے رسول ﷺ (آپ ﷺ پر اللہ کی ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں رحمتیں نازل ہوں) کے فرامین کی روشنی میں سمجھتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ اذا دخل رمضان فتحت ابواب السماء وفی رواية فتحت ابواب الجنة وفی روایه فتحت ابواب الرحمة (متفق علیه، کتاب الصوم مشکوٰة) "ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس وقت رمضان داخل ہوتا ہے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں" روایتیں اور متن ہم معنی اور ہم مطلب ہیں۔ اس سورۃ الاعراف میں گزری ہوئی مشرک قوموں کی بربادی کے بعد فرمایا: وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ ٱلْقُرَىٰٓ ءَامَنُوا۟ وَٱتَّقَوْا۟ لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَٰتٍ مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ..... (الاعراف: ۹۶) "اگر یہ بستیوں والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں (رحمتوں) کے (دروازے) کھول دیتے"۔

اس طرح بہت سی آیات اور احادیث سے ثابت ہے کہ برکتیں اور رحمتیں آسمانوں میں ہیں اور وہیں سے نازل ہوتی ہیں، اسی وجہ سے آسمانوں کے دروازوں کو ہم رحمتوں اور برکتوں کے دروازے بھی کہہ سکتے ہیں۔ نبی ﷺ خود بھی نصرت (مدد) اور رحمت کے نزول کے لیے آسمان کی طرف چہرہ فرمایا کرتے تھے۔ اس لیے کہ زمین والوں کے فیصلے آسمانوں پہ اللہ کے ہاں ہوتے ہیں اور وہی ایک رب ہی اپنے بندوں پر رحمت، مغفرت اور نصرت کے دروازے کھولنے پر قادر ہے۔ اللہ کا فرمان ہے: وَفِى ٱلسَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ۞ (الذاریات: ۲۲) "اور تمہاری روزی اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے (جنت و جہنم اور ثواب و عذاب) سب آسمان میں ہے"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بھی اللہ کی راہ میں شہید ہو کر ہر قسم کے خوف و غم سے آزاد اللہ کی نعمتوں اور عیش و آرام میں اُن کے ساتھ شامل ہو جائیں گے۔

ثابت ہوا کہ برزخ کی زندگی کا ثبوت قرآن و صحیح احادیث میں موجود ہے اس زندگی سے انکار یا اس سے مذاق دراصل قرآن و صحیح احادیث سے انکار اور مذاق کے مترادف ہے اور برزخ کی مثال اللہ نے قرآن میں دو دریاؤں کے پانی سے بھی دی ہے سورۃ الرحمٰن میں فرمایا:۔ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿۱۹﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿۲۰﴾ (الرحمن: ۱۹،۲۰) ''اس نے دو دریاؤں کو رواں کیا جو آپس میں ملے ہوئے ہیں۔ دونوں کے درمیان ایک برزخ (آڑ) ہے کہ اس سے تجاوز نہیں کر سکتے''۔ مزید فرمایا:۔ وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُورًا ﴿۵۳﴾ (الفرقان: ۵۳)۔ ''اور وہی ہے جس نے دو دریا آپس میں ملا رکھے ہیں۔ یہ ہے میٹھا اور مزیدار اور یہ ہے کھارا کڑوا، اور ان دونوں کے درمیان برزخ (آڑ) اور ایک مضبوط اوٹ کر دی''۔

قرآن کے فرمان کے مطابق اگرچہ ان دو دریاؤں کا پانی قریب اور ملا ہوا جاری ہے۔ مگر ان کے درمیان برزخ (آڑ) ہونے کی وجہ سے ان دو قسم کے (میٹھے اور کڑوے) پانی کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔ جب تک اللہ کی طرف سے ان دو قسم کے دریاؤں کے درمیان برزخ (آڑ) موجود رہے گی، یہ اپنا اپنا پانی کا ذائقہ تک تبدیل نہیں کر سکتے یعنی ایک دوسرے میں حلول نہیں کر سکتے۔ بات صاف ہو گئی جس طرح یہ دو دریا آپس میں برزخ (آڑ) ہونے کی وجہ سے حل نہیں سکتے ایک دوسرے میں حل نہیں ہو سکتے، اسی طرح موت کے وقت روح اپنے جسم سے نکل کر برزخ (آڑ) کی وجہ سے اپنے مردہ جسم میں دوبارہ داخل نہیں ہو سکتی۔ قیامت ہی کے دن جب اللہ کے حکم سے یہ برزخ (آڑ) ختم کر دی جائیگی۔ تو پھر یہ ارواح اپنے اپنے جدید اجسام میں داخل کر دی جائیں گی اور عالم برزخ کی زندگی ختم ہو جائیگی اور عالم آخرت کی زندگی شروع ہو جائیگی جو کبھی نہ ختم ہونے والی ہمیشہ کی زندگی ہے۔

ارمان صاحب نے بخاری و مسلم کی مذکورہ صحیح حدیث کے حوالے سے غلط استدلال لے کر اس جسد عنصری کے ساتھ دنیاوی قبر میں تیسری زندگی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ملاحظہ کیجیے۔:

عن البراء بن عازب عن النبی ﷺ قال المسلم اذا سئل فی القبر یشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ وذلک قولہ تعالیٰ یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ وفی روایۃ عن النبی ﷺ قال یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت نزلت فی عذاب القبر... (متفق علیہ)

'' براء بن عازب ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ مسلم (ایک مسلمان) سے جس وقت قبر میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال ہوتا ہے وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں یہ اللہ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو ثابت قدم رکھتا ہے محکم بات کے ساتھ دنیا اور آخرت میں۔ایک روایت میں نبی ﷺ نے فرمایا یثبت اللہ الذین اٰمنوا۔ عذاب القبر کے متعلق اتری ہے۔

درج کردہ صحیح روایت کے تعلق سے تو آیت میں واضح طور پر دو زندگیوں کا ذکر فرمایا گیا ہے ایک دنیا کی زندگی کا اور دوسری آخرت کی زندگی کا۔ (عذاب القبر اور راحت القبر حق ہے لیکن اس کا احساس عالم ارواح برزخ میں ہوتا ہے)۔اور اس عالم ارواح (برزخ) میں ہی سوال وجواب ہوتے ہیں۔

اس ثابت قدمی اور کامیابی کی خوشخبری کا اعلان اللہ تعالیٰ نے اپنے ایماندار بندوں کے لیے اپنی کتاب قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر اس طرح بھی فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۞ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ...... (حم السجدہ: ۳۱،۳۰) "جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ (اس پر) جم گئے، ان پر (موت کے وقت) فرشتے اترتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوئی خوف اور غم نہ کرو اور خوش ہو جاؤ اس جنت کے ساتھ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا ہم (فرشتے اللہ کے حکم سے) دنیا کی زندگی میں تمہارے دوست (مددگار) تھے اور آخرت میں بھی (دوست) ہونگے[1]۔

مرنے کے بعد ایک ایماندار قبر میں جائے یا نہ جائے اگر اسے خالص ایمان اور اعمال صالحہ پر موت آئی ہے تو موت کے وقت اسے دفن ہونے سے پہلے ہی کامیابی اور ثابت قدمی کی خوشخبری سنادی جاتی ہے۔پہلے بھی بتایا گیا ہے کہ نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق اس دنیاوی قبر میں انسانی لاش ہمیشہ نہیں رہتی۔مٹی اور فنا ہو جاتی ہے سوائے عجب الذنب کے۔ (بخاری)

اس روایت میں چوں کہ نزلت فی عذاب القبر کا ذکر آیا ہے اس لیے اس روایت کو دنیاوی قبر میں عذاب یا زندگی ثابت کرنے کے لیے بڑی دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔حالاں کہ نبی ﷺ نے یہی عذاب القبر کے الفاظ دفن نہ ہونے والی یہودیہ عورت کے لیے بھی ارشاد فرمائے ہیں۔ (بخاری) اور اسی عذاب کا ذکر قبر سے باہر

---

(۱) اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ (المومن ۵۱) ہم ضرور بالضرور اپنے رسولوں اور ایماندار بندوں کی دنیا اور آخرت میں مدد کریں گے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۞ (محمد:۷) "اگر تم (اے مسلمین) اللہ کی مدد کروگے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تم کو (آزمائش کے وقت) ثابت قدم رکھے گا"۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنازے پر پڑے ہوئے یہودی کے لیے بھی بیان فرمائے ہیں (مسلم)۔ جس کی وضاحت اس سے پہلے کر دی گئی ہے کہ یہ برزخ کا عذاب وراحت ہے۔ بے جان مردے عذاب وراحت کا احساس نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ مردوں میں شعور اور روح نہیں ہوتی ہے۔ (القرآن)

"ہمیں اس طرح کی روایتوں کی تاویل وتوجیہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کی طرح قرآن واحادیث کی روشنی میں کرنی چاہیے یا پھر اس کو اپنے مورود پر ہی بند رکھا جائے" (صنم پتھر کے، از حکیم پروفیسر کمال عثانی)۔

بفرض محال اس براء بن عازب ﷺ والی روایت، " نم صالحاً " (آرام سے سو جاؤ) اور "ھذا مقعدك حتی یبعثك اللہ یوم القیامة" (بخاری) "یہ ہے تیرا ٹھکانہ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے دن اُٹھائے گا" ایسی روایتوں سے اگر ہم انہی دنیاوی قبروں (گڑھوں) میں زندگی، کامیابی اور آرام مان لیں۔ کہیں اور دوسرے مقام پر کچھ نہیں ہو تا صرف یہی زمینی مقام ہے تو پہلی بات تو یہ ہے کہ جس مسلمان مردے کو یہ قبر نہ ملے تو ظاہر ہے وہ اس کامیاب زندگی اور آرام سے محروم رہا۔ دوسری بات مسلمان مردے کو یہ قبر تو ملی لیکن کچھ عرصے کے بعد اس کی قبر سیلاب یا تعمیراتی کام (ڈیم، سڑک وغیرہ) کی وجہ سے تباہ ہو جائے یا ٹوٹ پھوٹ جائے یا کسی گورکن کے ہاتھوں سے مسمار یا اکھیڑ دی جائے جس طرح آج بڑے شہروں میں قبرستان بھر جانے کی وجہ سے اکثر گورکن اسی طرح قبروں کے ساتھ کر رہے ہیں، پیشہ ور گورکن پُرانی لاوارث قبر کو ہڈیوں سے صاف کر کے نئی میت والوں سے اچھی خاصی رقم لے کر اُن کی میت اس میں دفنا دیتے ہیں اس کے علاوہ آج کل قبروں سے لاشیں اور ڈھانچے چُرا کر فروخت کر دیے جاتے ہیں یہ ایک اچھا خاصا منافع بخش کاروبار بن چکا ہے جس کی خبریں آئے دن اخبارات میں آتی رہتی ہیں تو کیا ہم مان لیں کہ اس مسلم مردے (جس کی قبر اکھیڑ دی گئی) کی زندگی قیامت سے پہلے دوسری مرتبہ ختم اور برباد ہو گئی پہلی بار دنیا میں اور دوسری بار قبر میں[1]۔

ان صحیح روایتوں کی رو سے تو اللہ تعالیٰ نے ان مسلمین مردوں کو زمینی قبر (گڑھے) میں بحوالہ حدیث:

(۱) اگر دشمنان اسلام (کافر ومشرک) کسی مسلم شہید کی لاش کو قبر سے نکال کر اس کی گردن دھڑ سے جدا کر دیں یا قبر کھود کر اس پر بے شمار گولیاں چلا دیں یا لاش نکال کر سمندر میں پھینک دیں یا آگ میں جلا دیں تو کیا ہم مان لیں کہ یہ اللہ کی راہ میں دوسری بار شہید ہو گیا۔ ایک بار دنیا میں اور دوسری بار قبر میں۔ نہیں میرے بھائی اس عمل کو ہم لاش کی بے حرمتی تو کہہ سکتے ہیں لیکن ایسا ہو جانا یہ دوسری بار شہادت ہرگز نہیں ہے۔ کیوں کہ ہر انسان کو دنیا میں ایک بار زندگی ملتی ہے اور ایک ہی بار یہ اپنی زندگی میں اللہ کی راہ میں شہید ہو سکتا ہے۔ دوسری بار اس جسم کے ساتھ قیامت سے پہلے زندگی نہیں ہے اس لیے دوسری بار شہادت بھی نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثابت قدمی اور کامیابی عطافرمائی تھی ؟ اور آرام کی نیند سلا دیا تھا۔ لیکن دنیا کے اس ظالم دشمن سماج اور کافر، مشرکوں نے قبر کے اندر ان مردوں کی پر سکون کامیاب و آرام کی زندگی اور ثابت قدمی برباد اور ختم کر ڈالی۔ کامیاب مردے کو قبر سے نکال کر بے قبر کر دیا یعنی اس کے اچھے ٹھکانے اور اچھی منزل کو اکھیڑ کر مسمار کر کے برے ٹھکانے میں بدل دیا۔ اللہ کی عطاء کردہ نعمتوں سے محروم کر کے کھلے میدان یا جنگل میں بے گور وکفن کر کے رسوا کر دیا۔ یہ حرکتیں دشمنوں کے لیے قبروں اور مُردوں کے ساتھ کرنا کوئی مشکل نہیں ایسی حرکات بد تہذیب دشمنوں نے کل بھی کی ہیں اور آج بھی کر سکتے ہیں اور پھر اس قسم کی کاروائی سے تو (اگر اسی قبر میں عذاب وثواب مان لیا جائے) صرف ایماندار مسلم مردوں کا نقصان ہوا کافر، مشرک کی لاش کو تو قبر سے نکلنے کی وجہ سے عذاب گاہ سے نجات مل گئی اور وہ فائدہ میں رہا۔ دوسری طرف وہ جو ساری زندگی (گرمی وسردی میں) پابندی سے عبادات بجالایا، اللہ کا مطیع اور فرمانبردار رہا، اللہ کی راہ میں مصیبتیں اور تکالیف برداشت کیں اور بقول مسلک پرست مولویوں کے کہ اس قبر (گڑھے) میں سوالات کے جوابات بھی صحیح دیئے پھر بھی ظالم دنیا والوں کے ہاتھوں اس سے بہترین آرام گاہ اور جنت کے باغوں میں سے ایک باغ چھین لیا اور دربدر کر دیا گیا۔ شاید ایسے ہی موقع اور انجام کے امکان پر کسی نے خوب کہا:

ع "کہ مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے"

دیکھا آپ نے قرآن وحدیث پر غور نہ کرنے اور اس کے مفہوم کو صحیح طور پر نہ سمجھنے کی وجہ سے ہم مخالفین اسلام کو اپنے دین اور مسلمین پر ہنسنے کا کیسا موقع فراہم کرتے ہیں اور اگر قبروں ومیتوں کے تعلق سے آنیوالی روایات کو ہم قرآنی آیات اور دیگر صحیح احادیث کی روشنی میں اس طرح مان لیں کہ مرنے والوں کو عذاب وراحت (آرام) یہاں ان زمینی گڑھوں (قبروں) میں نہیں الگ مقام برزخ میں ہوتا ہے۔ جہاں دنیا (زمین) کی کوئی طاقت مداخلت نہیں کر سکتی اور وہ برزخی جسم قیامت تک کے لیے اس حال میں رہتا ہے جس حال میں اللہ نے اُسے وہاں رکھا ہے۔ تو پھر اس کے سمجھنے میں کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا۔

یہ باتیں ہمارے ذہن کی گھڑی ہوئی یا خیالی باتیں بھی نہیں ہیں عین قرآن واحادیث، تجربے اور عقل کے مطابق ہیں۔ اس دنیاوی قبر میں زندگی نہیں ہوتی۔ قبر میں انسانی ڈھانچے اور ہڈیاں ہوتی ہیں۔ مٹی اور فناشدہ لاشیں ہوتی ہیں[1] جسد عنصری کو عجب الذنب پر نئی پیدائش کے ساتھ زندہ کر کے کھڑا کیا جائے گا تو ختنہ نہیں

---

(۱) ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿۱۶﴾ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۱۷﴾ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۱۹﴾ (الصفت ۱۶تا۱۹) کافر کہتے ہیں جب ہم مر گئے مٹی اور ہڈیاں ہوگئے تو کیا پھر (نئے سرے)... بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی نئے سرے سے نو مولود کی طرح ہونگے۔ پہلے والا باباجی (ضعیف العمر) کا ختنہ شدہ ہوا ہوگا[1]۔(بخاری)
پانچ چھ فٹ والا جسم زمین (قبر) میں فنا ہو چکا ہوگا نیا جسم آدم علیہ السلام کی طرح ساٹھ ہاتھ (گز) کے قد کا ہوگا۔
(بخاری: کتاب الانبیاء) اس لیے تو وہاں کافر، مشرک، مجرم انسان کو ستر گز لمبی زنجیر سے جکڑا جائے گا۔(الحاقہ: ۳۲)
یہاں اس دنیا میں ہر انسان ایک حال یا ایک عمر میں نہیں مرتا۔ بلکہ کوئی جوانی میں اکثر بڑھاپے میں، کوئی بیماری میں اور کوئی خطرناک حادثات میں ٹکڑے ہو کر ہلاک ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود کل قیامت کو یہ سارے انسان ایک حال یعنی مکمل ہم عمر اور صحت مند اُٹھیں گے۔ کیوں کہ وہ بیمار، کمزور، لاغر دنیاوی مردہ اجسام تو دفن ہونے کے بعد قبروں میں ختم (فنا) ہو چکے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اُس دن ان انسانوں کو جسد عنصری کی عجب الذنب پر نئی خلقت کے ساتھ اُٹھائیگا، کافر آج اس پیدائش کا انکار کرتے ہیں۔ فرمایا بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ ۔(ق:۱۵) "بلکہ یہ لوگ نئی پیدائش[2] سے شک میں ہیں۔"

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴ ..... سے اُٹھائیں جائیں گے اور کیا ہمارے گزرے ہوئے باپ دادا کو بھی۔ آپ ﷺ کہیں کہ ہاں (بے شک تم سب دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے) اور ذلیل ہو کر (جہنم میں بھی) داخل ہو گے۔" اسی طرح کا بیان سورۂ بنی اسرائیل اور یٰسین میں بھی ہے فرمایا: "یہ ایک زور کی آواز ہوگی اور یہ (سب زندہ ہو کر) دیکھنے لگیں گے۔" سورۃ الزمر میں فرمایا:... ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنظُرُونَ (الزمر: ۶۸) "پھر دوسری صور میں پھونکا جائے گا تو سب انسان (زندہ) کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے" یعنی یہ پہلے مردہ تھے، مٹی اور ہڈیاں تھے۔ نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اللہ کے حکم سے دوبارہ زندہ ہو کر دیکھنے لگیں گے۔

(۱) ایماندار جنتی خواتین بھی کنواریاں ہوں گی۔ حوروں سے زیادہ حسین، یہاں تک کہ پنڈلیوں کی ہڈی کا گودا گوشت میں سے نظر آئے گا۔ دنیاوی قسم کی بیماریوں اور کمزوریوں سے پاک، نہایت خوبصورت، صحت مند اور ایک ہی حالت میں ہونگیں۔ فرمایا گیا:۔ فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا ۝ عُرُبًا أَتْرَابًا ۝ لِّأَصْحَابِ الْيَمِينِ ۝ (الواقعہ: ۳۶تا۳۸) ہم نے انھیں کنواریاں بنایا ہے۔ بہت ہی پیاریاں اور ہم عمر۔ داہنے ہاتھ والوں کے لیے (یعنی ایمانداروں کے لیے)۔ جنت میں ایماندار مرد اور عورتیں ہمیشہ کے لیے بے خوف، بے غم اور خوشحال زندگی گزاریں گے۔ غم اور تکلیف کبھی ان کے قریب سے بھی نہیں گزرے گی۔ ایک دوسرے سے انتہائی محبت کرنے والے ہونگے۔ ذرا بھی دلوں میں کینہ، حسد اور خفگی نہیں ہوگی۔ کیوں کہ کسی چیز (نعمت) کی کمی یا کم ہو جانے کا خوف وخطرہ ہی نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ یہ بہترین جنتیں ہم مسلمین کو نصیب فرمائے۔ (آمین)

(۲) وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ (الانعام: ۹۴) "اور تم (سب) ہمارے پاس اسی طرح آؤ گے جس طرح پہلی بار ہم نے تمھیں پیدا کیا تھا۔" انسان دنیا میں بھی پہلی پیدائش کے وقت بغیر لباس کے اور غیر ختنہ ہوتا ہے اور دوسری بار (پیدائش) کے وقت بھی اسی طرح اُٹھے گا۔ نبی ﷺ نے جب یہ بات بیان فرمائی تو عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا (مسلمین کی ماں) نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ تو بڑے شرم کا مقام ہوگا کہ مرد اور عورتیں اس حالت میں اکٹھے ہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا.....

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: -"ابن آدم مجھے یہ کہہ کر ایذا پہنچاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دوبارہ پیدا کرنے (بنانے) پر قادر نہیں (بخاری، تفسیر سورۃ الاخلاص)۔

دنیاوی لاشیں ہی جب ٹوٹ پھوٹ جاتی ہیں تو پھر ان کے ساتھ زندگی کیسے اور منزل کہاں؟ اور پھر ان دنیاوی لاشوں کے ساتھ اُخروی زندگی مان لینا نِری جہالت اور قرآن کا واضح انکار ہے یہ عجیب مذاق اور منطق ہوئی کہ جسم دنیاوی[1] اور زندگی اُخروی۔ جہاں موت وبیماری نہیں۔ ان بدبودار کیڑے مکوڑے کے گڑھوں میں ہڈیوں کے ڈھانچوں کے سامنے جنت کی حسین حوروں کا بہترین حالت میں اور لذیذ کھانوں (جنتی رزق) کا بہترین برتنوں میں پیش ہونا کیا معنیٰ رکھتا ہے؟ مسلک پرستی اور فرقہ پرستی دراصل نفس پرستی اور شیطان پرستی ہے جس کی وجہ سے انسانی سوچ اور عقلوں پر پردے پڑ جاتے ہیں۔ افسوس ہوتا ہے ایسے لوگوں کی عقلوں پر: خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۗ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۡ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (البقرۃ:۷) "اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے کانوں اور آنکھوں پر پردے ڈال دیے ہیں اور ان کے لیے (اللہ کے پاس) بڑا عذاب ہے"۔

وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۡ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ (الاحقاف:۲۶) "اور ان (نافرمانوں) کو کان اور آنکھیں اور دل دیے لیکن اُن کے کانوں، آنکھوں اور دلوں نے اللہ کی آیات میں جھگڑنے اور انکار کرنے کی وجہ سے اُنھیں کچھ فائدہ نہیں پہنچایا"۔

اپنی اس تحریر میں جہاں جہاں میں نے مردوں کے گلنے سڑنے کا ذکر کیا ہے تو اپنی طرف سے نہیں بلکہ ربّ ذوالجلال کی سچی کتاب قرآن کے حوالے سے کیا ہے جس طرح ایک سرکش، کافرو مشرک قوم کی ہلاکت کے بعد فرمایا گیا:- ..فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَاۗءً ۚ ...(المومنون:۴۱) "پس ہم نے اُن کو کوڑا کرکٹ (گلا سڑا خس، کچھرا) بنادیا"۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵ کا ..... اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، وہ دن اتنا سخت ہوگا کہ ہر نفس کو اپنی فکر ہوگی ہوش نہیں ہوگا کہ قریب کون ہے؟ "کوئی انسان دوسرے انسان کی طرف نظر نہ اُٹھا سکے گا"۔(متفق علیہ) اگر ان ارضی قبروں میں جنتیں ہوتیں تو نیک بندوں کے بدن پر جنتی لباس بھی ہوتا، اور پھر یہ دوسرے انسانوں کے ساتھ قیامت کے دن ان قبروں سے بغیر لباس کے ہرگز نہ اُٹھتے۔ نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ انسانوں میں سب سے پہلے کپڑے ابراہیم علیہ السلام کو پہنائے جائیں گے۔(بخاری، مشکوۃ: باب الحشر) وہ لوگ بڑے گمراہ اور بدنصیب ہیں جو آج یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ فلاں حضرت کا دامن پکڑ لیں گے یا دامن میں پناہ لے لیں گے۔ اُس دن حدیث کے مطابق کسی کے ساتھ دامن ہوگا نہیں تو ایسے بدنصیب وہاں کیا پکڑیں گے اور کہاں پناہ حاصل کرینگے۔ اُس دن صرف اپنے ایمان اور اپنے اعمال پر ہار جیت کا فیصلہ ہوگا۔

(۱) یہ دنیاوی جسم بول وبراز، تھوک، بلغم اور بدبودار پسینے والا ہے۔ جبکہ جنتی جسم بول وبراز سے پاک ہوگا۔(بخاری، کتاب الانبیاء)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ ۝ (الفیل: ۵) "پس اُنھیں کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا"۔
یعنی اُن اصحاب الفیل (ابراہہ اور اس کے لشکر) کو کنکروں سے مار مار کر بکھرے ہوئے بھوسے کی طرح جدا جدا (ٹکڑے ٹکڑے) کر دیا ظاہر ہے جب انسانی جسم ٹکڑے ہو جائے تو خراب ہو کر بدبو کے ساتھ جلدی گلنے سڑنے لگتا ہے۔ آج بھی اگر انسانی لاش کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے یا اس طرح سالم کھلے میدان میں پھینک دیا جائے تو کچھ وقفے کے بعد بدبو کی وجہ سے کوئی قریب نہیں جا سکے گا۔
کچھ نافرمانوں کا اس طرح ذکر فرمایا: ۔فَإِذَا هُمْ خَامِدُونَ ۝ (یس: ۲۹) "پس وہ (پیغمبروں کے دشمن) سب بجھ بجھا گئے"۔
یعنی ایک ہی چیخ کے ساتھ یہ ظالم گاؤں والے جل کر بجھی ہوئی راکھ بن گئے۔ قوم عاد کے لیے فرمایا: ۔ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ تَرَىٰ لَهُم مِّن بَاقِيَةٍ ۝ (الحاقۃ: ۷،۸) "یہ لوگ (قوم عاد) زمین پر اس طرح گرے جیسے کھجور کے کھوکھلے تنے ہوں۔ کیا ان میں آج کوئی ایک بھی تجھے باقی نظر آتا ہے۔ فَمَا زَالَت تِّلْكَ دَعْوَاهُمْ حَتَّىٰ جَعَلْنَاهُمْ حَصِيدًا خَامِدِينَ ۝ (الانبیاء: ۱۵) "پھر تو ان کا یہی (اعترافی) قول رہا یہاں تک کہ ہم نے اُنھیں جڑ سے کٹی ہوئی کھیتی (فصل) اور بجھی ہوئی راکھ کی مانند کر دیا۔ یعنی کٹی ہوئی فصل کی طرح ان کی لاشوں کو ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر راکھ بنا کر فنا کر دیا"۔
یہی بات قوم صالح کے بارے میں بیان کی گئی ہے: ۔فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ ۝ (القمر: ۳۱) "پس باڑ بنانے والے کی روندی ہوئی گھاس کی طرح ہو گئے"۔
فَأَصْبَحُوا لَا يُرَىٰ إِلَّا مَسَاكِنُهُمْ (الاحقاف: ۲۵) "پس وہ ایسے ہو گئے کہ بجز ان کے مکانات کے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا"۔
درج کردہ قرآنی واقعات میں یہ نافرمان قومیں کوڑا کرکٹ، کھائے ہوئے بھوسے اور راکھ بن کر فنا ہوئی ہیں۔ ان کی لاشیں تک زمین پر باقی نہ رہیں۔ ان ساری مغضوب قوموں کی لاشیں زمین پر، میدانوں میں، مکانوں میں پڑی پڑی گل سڑ کر برباد اور خراب ہو کر فنا ہوئی ہیں۔
بظاہر تو ان کافر اقوام کی لاشیں، ہیئتیں تک ختم ہو چکی ہیں لیکن ہمارا ایمان ہے کہ عذاب دنیا کے فوراً بعد ان پر برزخ میں برزخی جسموں کے ساتھ عذاب برزخ (عذاب قبر) شروع ہو چکا ہے۔ اور ایسا: يُفْعَلُ بِهِ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ (بخاری) "ہر ایک کے ساتھ قیامت تک کے لیے ہوتا رہے گا" اللہ تعالیٰ نے ان تباہ و برباد فنا شدہ لاشوں کو دوبارہ زندہ کرنے کی مثال اسی زمین کی کٹی ہوئی کھیتیوں، سبزیوں، اناج اور پھلوں سے دی ہے۔ یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساری چیزیں بھی ہر سال موسم (عمر) ختم ہونے، یا پانی وقت پر نہ ملنے کی وجہ سے جس طرح ٹوٹ پھوٹ اور مرجھا کر فنا ہو جاتی ہیں۔ اور پھر اپنے موسم کے لحاظ سے بارش ہونے پر دوبارہ اپنے اپنے بیجوں سے پودوں، پتوں، پھولوں سمیت نئی پیدائش کے ساتھ تروتازہ سرسبز اُگ آتی ہیں[1] اسی طرح انسانوں سے فرمایا گیا ہے کہ مرکر ختم ہونے کے بعد تم بھی قیامت کے دن ایک خاص بارش کے بعد اپنی تخم "عجب الذنب" سے دوبارہ انسان بن کر نئی تخلیق کے ساتھ اس زمین سے اُگ پڑو گے۔ یعنی زندہ ہو کر زمین پر کھڑے ہو جاؤ گے۔ انسان اور دوسری اشیاء کے اُگنے میں صرف اتنا فرق ہے کہ یہ چیزیں سبزی، پھل اناج وغیرہ اللہ کے حکم سے اپنی نئی تخلیق کے ساتھ اپنے بیجوں سے بار بار اُگتی ہیں اور حضرت انسان اللہ کے حکم سے صرف ایک بار دوبارہ قیامت کے دن اُگ کر زندہ ہو گا۔

سورۃ نوح میں فرمایا:- "اور اللہ نے تمھیں زمین سے (پہلی بار) اُگایا ہے۔ پھر اس میں (لوٹا) کر دوسری بار تمھیں (اُگا کر) باہر نکالے گا"۔(نوح: ۱۸،۱۷)

...كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (الاعراف: ۵۷) "(پھل، اناج وغیرہ کی طرح) ہم اس (زمین) سے مردوں کو بھی زندہ کر کے باہر نکالیں گے تاکہ (اے انسانوں) تم نصیحت پکڑو"۔

...وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ۔(التغابن: ۷) "اور یہ کام اللہ کے لیے بڑا آسان ہے"۔ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ (ق: ۴۴) "(قیامت کے دن انسانوں کو زندہ کر کے) جمع کرنا ہمارے لیے بہت آسان ہے"۔ دوسرے مقام پر فرمایا:-

اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (حم السجدہ: ۳۹) ۔

---

(۱) فصلوں، سبزیوں، پھلوں، جڑی بوٹیوں وغیرہ کی طرح انسانی جسم کو بھی اگر کچھ عرصے کے لیے تازہ ہوا، پانی نہ ملے تو جسم کے اندر کا پانی اور نمی خشک اور ختم ہونے کی وجہ سے یہ بھی ان مذکورہ اشیاء کی طرح مرجھا کر سوکھ جاتا ہے۔ حتی کہ یہ نیم لاغر اور خشک ہو کر ایک دن ختم ہو جاتا ہے۔ اور پھر جس طرح سوکھا ہوا خشک میوہ، پھل، اناج گیلے اناج پھل کے مقابلے میں زیادہ عرصے اچھی حالت میں رہتا ہے۔ اسی طرح انسانی سوکھا ہوا خشک مردہ جسم (لاش) بھی صحت مند لاش کے مقابلے میں زیادہ عرصے اچھی حالت میں رہ سکتی ہے۔ انسانی لاش کا ایک مدت تک اچھی حالت میں محفوظ رہنا یہ کوئی بزرگی کی علامت نہیں اسباب کے تحت ایسا ہو سکتا ہے۔ ان اشیاء گوشت، سبزی وغیرہ کی طرح اگر انسانی مردہ جسم کو بھی فریزر میں رکھ لیا جائے تو یہ لاش بھی ٹھنڈک کی وجہ سے کافی عرصہ تک سڑنے اور خراب ہونے سے محفوظ رہے گی۔ آج اس بگڑی دنیا (افریقہ وغیرہ) میں انسان، انسان کو مار کر اس کا گوشت کھا جاتے ہیں۔ لیکن ان آدم خوروں کو ان کھائی ہوئی لاشوں کے عذاب کا احساس تک نہیں ہوتا کیوں کہ یہ عذاب ان مردہ (کھائی ہوئی لاشوں) کو نہیں برزخ میں دوسرے برزخی جسموں کو دیا جاتا ہے۔ جو زندہ انسانوں کی پہنچ سے بہت دور ایک دوسرے عالم میں ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"بے شک وہ ذات جس نے اس زمین کو زندہ کیا وہی (ایک دن) مُردوں کو بھی زندہ کرے گا۔ بے شک وہ ہر چیز (کام) پر قدرت رکھنے والا ہے"۔... وَيُحْيِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ وَكَذَٰلِكَ تُخْرَجُونَ (الروم:۱۹) "اور وہی (اللہ) زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے اسی طرح تم بھی زندہ کر کے (ایک دن) نکالے جاؤ گے"۔ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ۔(ق:۴۲) "اور یہ (قیامت کا دن) نکلنے کا دن ہوگا"۔

بعض اوقات اناج، سبزیوں اور پھلوں کے تخموں (بیجوں) سے پانی اور حرارت ملنے کی وجہ سے دکانوں اور گوداموں کے اندر بوریوں، ٹوکریوں میں اور زمین کے اوپر مٹی میں دفن کیے بغیر کونپلیں نکل آتی ہیں۔ یعنی جہاں ان اشیاء کے بیج ہوتے ہیں۔ وہیں پر یہ بیج تنے (پودے) کی شکل میں زندہ ہو جاتے ہیں۔ اس طرح یہ انسانی بیج (تخم) "عجب الذنب" جہاں بھی پڑا ہوگا قیامت کے دن اللہ کے حکم سے بارش ہونے پر اپنی اپنی دنیاوی شکلوں میں دوبارہ انسان بن کر (اُگ کر) کھڑے ہو جائیں گے۔

نوٹ: مُردے (بے جان انسان) کی مثال سوکھے ہوئے درخت اور لکڑی کی سی ہو جاتی ہے جس طرح کسی سوکھے درخت یا لکڑی کے پاس کھڑے ہو کر اس سے کسی کو پھل یا فصل کا مل جانا ناممکن ہوتا ہے کیونکہ پھل اور فصل (اناج) گیلے وہرے (زندہ) درخت و پودے میں اُگتا ہے یہ قانون الٰہی و سنت اللہ ہے۔

اسی طرح بے جان، مرے ہوئے انسان کے قریب کھڑے ہو کر اس سے کسی کام کا نکل آنا یا کوئی فائدہ پہنچ جانے کا عقیدہ یا اُمید رکھنا انتہائی بے وقوفی، گمراہی اور جہالت ہے۔ یہ بے جان (سوکھے ہوئے درخت کی طرح) مردہ انسان اب قیامت تک کے لیے نہ کسی کے کام آسکتا ہے اور نہ ہی کسی کام میں مدد کر سکتا ہے، اور پھر جس طرح سوکھے درخت ولکڑی سے پھل واناج یا خوراک وطعام ملنے کے اُمیدوار کو سوائے بھوک وپیاس، پشیمانی اور وقت کے ضیاع کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اسی طرح اس مرے ہوئے انسانی لاش کے پاس کھڑے ہو کر یہاں سے کچھ مل جانے کے اُمیدوار کو بھی سوائے ندامت، مایوسی، ذلت ورسوائی کے کچھ نہیں ملے گا۔ انسان کو صرف اُس ہمیشہ زندہ رہنے والے، الحی القیوم رب سے سب کچھ ملتا رہیگا جس کے لیے موت نہیں۔

ارمان صاحب لکھتے ہیں کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ والی مسلم کی روایت جس میں اُنھوں نے اپنے بیٹوں سے اپنی قبر کے پاس کھڑے ہونے کی وصیت کی تھی بالکل صحیح ہے۔ لکھتے ہیں کہ اس روایت سے بھی اس دنیاوی قبر میں زندگی ثابت ہوتی ہے۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اللہ کے ولی اور نبی ﷺ کے بہادر صحابی تھے۔ لیکن بہر حال انسان اور بشر تھے۔ اور بعض

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوقات بہادر اور نیک انسان بھی سخت بیماری، بخار اور پریشانی و تکلیف سے متاثر ہو کر کمزور پڑ جاتے ہیں۔ دیگر اعضاء کی طرح دل میں بھی کمزوری آجاتی ہے جس کی وجہ سے ایسے متاثرین بات بات پر روتے ہیں خاص کر ایسے انسان (لوگ) جنھوں نے اپنا گزر اوقات اور دور اچھا گزارا ہو۔ اپنے اس دور اور گزری زندگی کے حالات دہراتے رہتے ہیں۔ جن میں ساری باتیں غلط بھی نہیں ہوتی ہیں اور صحیح بھی نہیں ہوتیں۔ سمجھ دار تیمار دار خود سُن کر محسوس کر لیتے ہیں یا گھر والوں کو اشاروں سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ بیماری اور مرض کی وجہ سے اپنے آپے میں نہیں ہیں۔ عمرو بن عاص ﷛ نے اپنی اس سخت بیماری کی حالت میں جو باتیں اپنے بیٹوں (گھر والوں) سے وصیت کے طور پر کیں اُس میں عبرت بھی ہے اور زیادہ خشیت الٰہی اور آخرت کی فکر مندی بھی اور موت کی سختی کی وجہ سے یہ بات جو انھوں نے بیٹوں سے کہی کہ "وفات کے بعد میری قبر پر (میری لاش کے پاس) اتنی دیر تک کھڑے رہنا جتنی دیر میں ایک اونٹ ذبح ہو کر اُس کا گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے تاکہ میں تمھاری اس موجودگی سے اُنسیت حاصل کر کے اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتوں کو ٹھیک جواب دے سکوں"۔ یہ وصیت خلاف سنت و شریعت ہے۔

اس صحابی رسول ﷛، ولی اللہ اور جنتی نیک بندے سے کیا پوچھنا اور حساب کرنا ہے؟ جنھوں نے دنیا کا ہر رشتہ اللہ اور رسول ﷺ پر اس عقیدے کے ساتھ قربان کر دیا کہ یہ سارے رشتے اللہ کے مقابلے میں انسان کے کچھ کام نہیں آسکتے اور پھر نبی ﷺ نے اپنے اس صحابی ﷛ کو اسلام لانے پر سارے گناہ معاف ہونے کی خوشخبری سنادی تھی[1]۔ (مسلم)

ایسے لوگوں (بندوں) کے جنت میں داخل ہونے میں صرف موت رُکاوٹ ہوتی ہے۔ (مشکوۃ)

اور پھر بخاری و مسلم کی روایات کی مطابق تو تین سوالات کیے جاتے ہیں۔ مَنْ رَّبُّكَ، مَنْ نَبِیُّكَ اور مَا دِیْنُكَ (یہ سوالات بھی برزخ میں برزخی جسموں کے ساتھ ہوتے ہیں جس کا کچھ بیان آگے آئیگا ان شاء اللہ)۔

ظاہر ہے یہ تو منٹوں میں ہونیوالے سوالات و جوابات ہیں جب کہ عمرو بن العاص ﷛ کی وصیت والی روایت میں اونٹ کے ذبح ہونے اور پھر اس کے گوشت کو تقسیم ہونے کے لیے تو کم از کم تین چار گھنٹے لازمی درکار ہیں۔

---

(۱) یہ بات قرآن نے بھی ایسے خوش نصیبوں کے لیے فرمادی ہے:۔ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (الفرقان:۷۰) (کفر سے توبہ تائب ہو کر) اسلام میں داخل ہونے والوں کے (پچھلے) گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث پر عقیدہ بنانے والے کیا عمرو بن العاص ﷺ کی وصیت کے مطابق اتنی دیر تک اپنے عزیز ورشتہ دار میتوں کے پاس کھڑے ہوتے ہیں؟ ظاہر ہے اس نیت اور ارادے سے کوئی بھی کھڑا نہیں ہوتا بلکہ دفن کرنے کے بعد سب اپنی اپنی راہ لیتے ہیں[1]۔ کیوں کہ قبر کے پاس زیادہ یا کم دیر ٹھہرنے سے نہ مردے (لاش) کو کوئی بھی فائدہ ہے اور نہ زندہ لوگوں کو۔ مردے کا جو حق تھا زندہ مسلمین پر وہ انھوں نے دفنا کر ادا کر دیا۔ موت سے دنیا کی رشتہ داریاں اور تعلقات ختم ہو جاتے ہیں۔ اور پھر آگے مرنے والے کا اپنا ایمان اور نیک عمل ہی کام آتا ہے اسی وجہ سے تابعدار ایماندار مسلم بیٹوں نے مرض الموت میں مبتلا اپنے محترم والد کی وصیت میں اس کی قبر پر کھڑے ہونے والی بات کو محسوس کرتے ہوئے عمل نہیں کیا اور دفن کرنے کے بعد قبر کے پاس کھڑے نہیں ہوئے کہ یہ مرض الموت کی سختی کی وجہ سے ہے ان کے عمل سے بھی یہ ہی ثابت ہوا کہ ان کا یہ عقیدہ ہرگز نہ تھا ورنہ وہ وصیت پر ضرور عمل کرتے۔

قرآن وحدیث کی عام فہم بات ہے کہ مردوں کے پاس زندوں کا کچھ دیر کھڑا ہونا یا زیادہ دیر، کچھ فائدہ مند نہیں کیوں کہ فرشتے تو برزخ میں سوال وجواب کے لیے آتے ہیں نہ کہ اس دنیاوی گڑھے میں۔ وہ تو اللہ کی طرف سے جس کام کے کرنے کے لیے بھیجے جاتے ہیں۔ دنیا والوں کی پروا کیے بغیر اپنا مشن مکمل کر کے اپنے زبردست رب کے پاس لوٹ جاتے ہیں۔[1]

ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی نے مسلم کی روایت کا یہ حوالہ دے کر صحیح لکھا ہے کہ: وَهُوَ فِي سِيَاقِ الْمَوْتِ۔ (مسلم) وہ (عمرو بن عاص ﷺ) سکرات الموت کی حالت میں تھے اور ایسے وقت میں انسان مکمل طور پر اپنے آپے میں نہیں ہوتا۔ کیا آج کا کوئی بھی سمجھدار عالم دین مسلم ہوش وحواس میں اپنے بیٹوں سے یہ بات کہہ سکتا ہے۔ کہ بیٹو! تم موت کے وقت یعنی روح نکلتے وقت یا موت کے بعد میرے پاس قریب کھڑے رہنا تاکہ میں تمھاری موجودگی سے فائدہ اُٹھا کر اللہ کے فرشتوں کو جواب دے سکوں یا نمٹ سکوں اور پھر اللہ کے

---

(۱) نبی ﷺ نے فرمایا مرنے والے کے ساتھ تین چیزیں قبر تک جاتی ہیں مال، اولاد اور اعمال۔ مال اور اولاد (دنیاوی رشتے) واپس ہو جاتے ہیں اور اپنے اعمال ساتھ رہ جاتے ہیں۔

(۲) ابراہیم ؑ نے اپنی زندگی میں عذاب دینے والے فرشتوں سے قوم لوط کو بچانے کی سفارش کی۔ اللہ کی طرف سے آنے والے عذاب کے فرشتوں نے دوٹوک الفاظ میں جواب دیا: يَٰٓإِبْرَٰهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَآ ۖ إِنَّهُۥ قَدْ جَآءَ أَمْرُ رَبِّكَ ... (ھود ۷۶) "اے ابراہیم اس بات (سفارش) سے اعراض کرو (ان کی بربادی کا) تمھارے رب کی طرف سے حکم آچکا ہے"۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک وفادار اور اپنے مال وجان کا حقیقت میں اللہ سے سودا کرنے والے صحابی رسول ﷺ کے بارے میں یہ گمان کرنا جنھوں نے علی الاعلان یہ کہا کہ روئے زمین پر میرے نزدیک محمد ﷺ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں (مسلم، کتاب الایمان) اور یہ کوئی زبانی محبت نہیں تھی اپنی ساری زندگی رسول اللہ ﷺ کی مکمل سنتوں پر عمل کرتے ہوئے گزاری۔ خود قرآن وسنت کے بڑے عالم بھی تھے اچھی طرح جانتے تھے کہ زبردست ربّ کے ہاں کوئی رشتہ کسی کے کام نہیں آسکتا۔ (۱)

اللہ تعالیٰ کسی کے مال، بیٹوں، بھائیوں اور دوستوں کی پروا نہیں کرتا ان رشتوں کی اللہ کے ہاں کوئی وقعت نہیں۔ یہ چیزیں صرف دنیا کی حد تک دنیا کی زیب وزینت ہیں۔ (۲)

ہم یقین اور دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ ایسی بات (وصیت) کوئی پکا مومن ایماندار اور عالم دین آج بھی اپنے بیٹوں یا رشتہ داروں سے ہوش وحواس میں نہیں کر سکتا۔ اور پھر اللہ کے وقار اور دین اسلام (دین انصاف) کے لیے زمین کے چپہ چپہ پر لڑنے والے مجاہد اور اپنے پختہ ایمان اور نیک اعمال کی بدولت اپنے مہربان ربّ سے راضی ہونے کا اعزاز حاصل کرنے والا ایک صحابی رسول ﷺ اور ولی اللہ (عمرو بن العاص ﷜) ایسی بات ہوش وحواس میں کہے ممکن نہیں (تاکہ اللہ اور فرشتوں پر معاذ اللہ) اپنے بیٹوں کا رعب ڈال کر اپنا معاملہ ٹھیک کردے پھر تو اللہ کے پاس بھی "جس کی لاٹھی اُس کی بھینس" یا دنیاوی تھانیداری اور تحصیل داری والا معاملہ رہا۔ جس بندے کے پاس مال، سفارش اور قوت (بیٹے وغیرہ) ہوں وہ وہاں کامیاب ٹھہرا اور دوسرا مارا گیا۔ یعنی

---

(۱). اللہ کے ہاں باپ بیٹے کے کام نہیں آسکتا اور نہ بیٹا اپنے باپ کے۔ نوح ﷤ اپنے بیٹے کے کام نہ آسکے (ھود) ۔ ابراہیم ﷤ اپنے باپ آزر کے کام نہ آسکے (التوبہ)۔ یہی بات نبی ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے فرمائی (بیٹے ہوتے تو بیٹوں سے اس طرح فرماتے) کہ پیاری بیٹی فاطمہ! اللہ کے ہاں میں تیری کچھ مدد نہیں کر سکتا۔ (بخاری ومسلم) اور اسی طرح اپنی پھوپھی سے کہا کہ میں کل قیامت کے دن تمھارے کچھ کام نہیں آسکتا۔ اسی طرح یہی بیٹے بیٹیاں اللہ کے ہاں ماں باپ اور بہن بھائیوں کی کوئی مدد نہیں کر سکے۔ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿٣٤﴾ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ﴿٣٦﴾ (عبس: ۳۶،۳۵،۳۴) اور دوسری جگہ ارشاد ہے: يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ۖ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ ﴿١٩﴾ (الانفطار:۱۹) "اس روز کوئی نفس کسی دوسرے نفس کے کام نہیں آسکے گا اور حکم اُس روز صرف ایک اللہ کا ہوگا۔

(۲). الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا ﴿٤٦﴾ (الکہف: ۴۶) "مال اور بیٹے (اولاد) دُنیا کی زندگی کی زینت ہیں۔ اور باقی رہنے والے نیک اعمال تمھارے ربّ کے ہاں ثواب کے لحاظ سے اچھے اور بہتر ہیں۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر مرنے والے کی اولاد، بیٹے، محافظ، دنیاوی مددگار، پاس کھڑے ہوں تو فرشتے نرمی برتیں اور سختی سے اجتناب کریں اور جس میت کے بیٹے، محافظ وغیرہ نہ ہوں تو فرشتے فوراً کاروائی کریں اور مار کٹائی شروع کر دیں۔ حالانکہ ایسی بات نہیں ہے۔ اُس مہربان عدل کرنے والے اور قہار و جبار رب کے ہاں کسی کے دنیاوی بیٹوں، مال و دولت اور محافظوں کی ذرہ برابر بھی کوئی حیثیت نہیں۔

دراصل عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ والی اس حدیث کی اس بات کو زیادہ اُچھالنے والے وہ لوگ ہیں جو بری طرح کفر و شرک میں لت پت ہیں۔ مردے قیامت سے پہلے ان دنیاوی قبروں میں زندہ ہونے اور ان پر دنیاوالوں کے اعمال پیش ہونے، دعاؤں کے سننے، ان مردوں کا زائر کو دیکھ کر خوش ہونے، آنے والوں کی اللہ کے ہاں شفاعت کرنے کے قائل ہیں۔ یہاں تک کہ اس خلاف قرآن عقیدے (قبروں میں مردوں کی حیات) کو آگے بڑھاتے بڑھاتے یہ نظریات و عقائد بھی اپنا لئے گئے کہ یہ مدفون بے جان خاک شدہ مردہ لاش قبر کے اندر سے ہر آنے والے زائر کو دیکھتا ہے، تلاوت سنتا ہے، فریاد سنتا ہے۔ اپنے میلے عرس میں ڈھول بجانے، چمٹے بجانے اور ناچنے والے (میراثیوں) اور قبر پر ریشمی غلاف چادریں چڑھانے والوں کو بڑی آسانی سے پہچان لیتا ہے۔ حتیٰ کہ یہ آنکھیں بند کیے ہوئے بے حس، بے شعور، بے روح مردہ قبر کے پاس چھوٹا پرندہ، چڑا اور چڑی بھی پہچان لیتا ہے۔ (۱)

یعنی اس مردہ (لاش) کا زندہ انسانوں سے بھی زیادہ باہر کی دنیا سے ہر وقت ہر آن تعلق قائم رہتا ہے (نیند اور اندھیرے کے قانون سے آزاد) قبر میں بند ہوتے ہوئے بھی باہر دن رات اپنی اولاد، مریدوں اور چاہنے والوں سے رابطہ رہتا ہے۔ اپنی قبر کے اردگرد کے حالات و واقعات ہر وقت اس کے علم اور احاطے میں

---

(۱) ایسا عقیدہ رکھنے والے اچھے موٹے تگڑے صحت مند مولوی اور پیر کے سر پر بھی اگر دن کی روشنی میں جنس بتائے بغیر کوئی پرندہ بٹھا دیا جائے اور پھر پوچھا جائے کہ مولوی صاحب آپ کے سر پر جو پرندہ بیٹھا ہے وہ نر ہے یا مادہ؟ تو مولوی صاحب قیامت تک نہیں بتا سکیں گے پھر کسی ایک کمرے میں کسی بڑے غیب کے دعویدار پیر و مرشد کو بند کر کے کمرے کی چھت پر کسی کو چڑھا کر ان سے اُس کی جنس پوچھی جائے کہ پیر صاحب چھت پر عورت چڑھی ہے یا مرد؟ تو تا قیامت پیر صاحب نہیں بتا سکیں گے کہ اس کی جنس کیا ہے! تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ منوں مٹی کے نیچے اور پتھروں کے پیچھے سے آنکھیں بند کیے ہوئے ایک مردہ لاش اپنی قبر کے پاس بیٹھے ہوئے کسی چھوٹے سے پرندے کو کیسے پہچان سکتا ہے ہمارا ایمان ہے کہ ایسا کوئی بھی نہیں۔ زندہ انسان آڑ کے پیچھے سے کچھ نہیں بتا سکتا ہے۔ "خود نبی ﷺ زندگی میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنھا کو پردے کے پیچھے سے پہچان نہ سکے پوچھنا پڑا"۔ (بخاری و مسلم)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتے ہیں (جیسے یہ مردہ قبر میں نہیں کسی فوجی آپریشن روم میں بیٹھا ہوا ہے)۔

ایسے خلاف اسلام عقائد و نظریات رائج ہو جانے کے بعد پھر شرک کے اڈے مزارات، دربار اور آستانے کیوں نہ آباد ہوں،[1] جہاں منتیں ہوں، رکوع و سجود ہوں۔ اللہ اور رسول کے ماننے والوں میں کیوں نہ انقلابی کتاب قرآن عظیم کے آسان درس و پیغام کو منسوخ اور (معاذ اللہ) فضول سمجھ کر یا سمجھ میں نہ آنے کا بہانہ بنا کر کپڑے کے غلاف میں لپیٹ کر الماری کی زینت بنا کر بند کر دینے کی باتیں نہ ہوں۔

اور پھر اس حقیقی اور انقلابی پیغام کے مقابلے میں یہ کلمہ توحید پڑھنے والا خود آج کا نضر بن حارث بن کر رستم واسفندیار کے پرانے جھوٹے قصوں اور واقعات کو اپنے خود ساختہ بزرگان دین کے معجزات اور کرامات کا نام دے کر عوام الناس کے سامنے سریلی آواز میں بیان کر کے مسلمین کو جہاد سے دور کرنے اور خالص اسلامی نظام کا راستہ روکنے کا فریضہ خود کیوں نہ سرانجام دے۔

کیوں کہ جہاں مردے مر کر بھی اتنے طاقتور ہوں کہ پورے پورے علاقوں کے کنٹرول سنبھالنے اور اپنوں کے بیڑے پار اور دشمنوں کے بیڑے غرق کرنے والے بن جائیں۔ تو پھر ایسے علاقوں کے نام نہاد زندہ مسلمین کو اپنے دشمنوں سے جہاد کرنے (لڑنے) کی کیا ضرورت؟ جب مردے (مزاروالے) لڑنے اور حفاظت کے لیے جو کافی ہوئے۔ مردوں اور قبر والوں کے بارے میں درجہ بالا نظریات رکھنا ہی تو بدترین کفر، شرک اور اسلام دشمنی ہے[2] اور ان عقائد کو اپنانے والے ہمیشہ کے لیے یہودیوں اور نصرانیوں کے ساتھ جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ تمام مومنین کو ان گمراہ، باطل اور قرآن وحدیث کے خلاف نظریات وعقائد سے محفوظ رکھے... آمین۔

---

(۱) جہاں جا کر سجدے اور رکوع کرنے والوں پر اللہ کے سچے اور آخری رسول ﷺ نے لعنت بھیجی ہے (بخاری) اور اپنے اُمتیوں کو ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (مسلم)

(۲) اس دنیاوی قبر میں مردے کے زندہ ہو جانے اور قبر کے پاس آنے والوں کو دیکھ کر خوش ہو جانے والے عقیدہ کو اپنانے کی وجہ سے بعض علاقوں میں عزیز و اقارب (خاص کر خواتین) اپنی دفن ہونے والی میت کے پاس تیسرے دن قبرستان ضرور جاتے ہیں۔ کیوں کہ بدعقیدگی کی وجہ سے ان گمراہوں اور جاہلوں کے خیال میں وہ نیا مردہ ان کے انتظار میں اُداس رہتا ہے۔ اور ان زندہ عزیز و اقارب کے اُن کے پاس جانے سے وہ خوش اور مطمئن ہو جاتا ہے۔ اور قبرستان کے دوسرے مردوں کے طعنے سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے....

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ والی روایت کے تعلق سے ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نبی ﷺ کے لیے بحرانی کیفیت والے الفاظ کو صرف بکواس کے معنی پہنا کر اس انداز سے عوام الناس میں پیش کیا گیا تاکہ مسلکی عوام میں اشتعال پھیلے اور حقیقی مقصد و مطلب جو ایمان اور عقیدے کی اصلاح کے لیے اس حوالے سے پیش کیا گیا تھا وہ غیر موثر ثابت ہو اور تاکہ کلمہ توحید پڑھنے والی آخری امت بھی اللہ کی کتاب قرآن کے اصل حالت میں ہوتے ہوئے گزری گمراہ اُمتوں کی طرح انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین کی راہ سے ہٹ کر طاغوت پرستی اور قبر پرستی کا دین اپنا کر ساری زندگی بھٹکتی رہے۔ عوام ایمان اور اسلامی عقیدے کی وہ بنیادی پکار: وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ اور اَللّٰهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ کی آسان اور سیدھی سی بات نہ سمجھ پائیں۔ جس کے لیے پورا قرآن نازل کیا گیا ہے اور دیگر انبیاءاں اور آخری رسول ﷺ بھیجے گئے۔

جبکہ ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے "بحرانی کیفیت" کی وضاحت اپنے اسی کتابچے کی انہی سطور میں بیماری کی شدت اُلجھن اور پریشانی سے کر رکھی ہے۔

اپنے خط میں اپنے مسلکی اساتذہ کی طرح ارمان صاحب نے بھی یہی انداز اختیار کیا ہے اور لکھا ہے کہ بحران اُس "بکواس" کو کہتے ہیں جو آدمی اپنے حواس میں نہ ہوتے ہوئے بکتا ہے"۔

ارمان صاحب! یہ "بکواس" اور "بکنا" نہ ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی کسی کتاب میں ہیں اور نہ اُن کے کسی ساتھی نے آج تک اپنی زبان سے یہ الفاظ ادا کیے ہیں۔

اب اگر کوئی دوسرا اپنے ذہن اور سوچ کے مطابق اس لفظ "بحرانی کیفیت" کا ترجمہ صرف "بکواس" ہی کرتا ہے تو یہ اس کی اپنی سوچ اور عمل ہے۔ اللہ کے ہاں یہ خود اس کا جواب دہ ہوگا۔(1)

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۴ کہ اس دفن شدہ مردے کا بھی دنیا میں کوئی ہے۔ ایسے لوگوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ قبرستان کے یہ سارے مردے آپس میں ملتے رہتے ہیں اور باقاعدہ اجتماعات بھی کرتے ہیں۔

(1). مثلاً ضَالٌّ، ضَالُّوْنَ (ضالین) کے معنی ہیں گمراہ، بھٹکے ہوئے انسان، یہ الفاظ قرآن میں اکثر کافر، مشرک اور نافرمانوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لیے دعا میں فرمایا: وَاغْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ (الشعراء:86) "(اے اللہ) میرے باپ کو معاف کردے، بیشک وہ گمراہوں (کافروں اور مشرکوں میں) سے ہے۔" لیکن یہی الفاظ موسیٰ علیہ السلام اپنے لیے بھی فرماتے ہیں:۔ قَالَ فَعَلْتُهَا إِذًا وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ (الشعراء:20) "(موسیٰ نے فرعون) سے کہا کہ ہاں وہ حرکت (قتل) مجھ سے ہوا۔ اور میں (قصور والوں) میں سے تھا۔ دیکھیں دونوں جگہ ایک ہی لفظ "ضالین" ہے...
بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم اللہ کے رسول محمد (آپ ﷺ پر اللہ کی ہزاروں لاکھوں رحمتیں نازل ہوں) کے لیے (بکنا اور بکواس) ایسے الفاظ نہ اپنی زبان سے (معاذ اللہ) کبھی ادا کرسکتے ہیں اور نہ کبھی اس کی جرات کرسکتے ہیں۔ ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رحمہ اللہ اور ان کے ساتھی تو اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ کے حکم پر جان نچھاور کرنے اور ہر حکم کو اپنی عملی زندگیوں میں نافذ کرنے والے ہیں۔

نبی ﷺ کی مرض الموت میں کاغذ لانے والی غیر ضروری بات (جس پر موجود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عمل نہیں کیا) (بخاری) کو صحیح اور حق ثابت کرنے کے لیے اپنے علم کے زور سے یہ مسلکی علماء قرآن وحدیث کے بے محل وموقع حوالے دیتے ہیں کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے لیے اس طرح فرمایا ہے: ـ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (النجم: ۳،۴) "اور (یہ) رسول اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے وہ جو کہتے ہیں وحی ہوتی ہے"۔ اور نبی ﷺ نے فرمایا: مَا يَخْرُجُ مِنْهُ اِلَّا الْحَقُّ (ابوداود) "اس زبان (نبوت) سے سوائے حق کے کچھ نہیں نکلا"۔ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ (النحل: ۴۴)

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۵..... لیکن ہم مسلم یہاں موسیٰ علیہ السلام کے لیے ترجمہ میں وہی الفاظ نہیں ادا کریں گے جو ابراہیم علیہ السلام کے کافر، مشرک باپ کے لیے ادا کیے جاسکتے ہیں۔ یعقوب علیہ السلام کے بیٹے اپنے پیغمبر والد سے کہتے قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ۝ (یوسف: ۹۵) "وہ بولے (واللہ) اے اباجان آپ (ابھی تک) پرانے خبط (غلطی) میں مبتلا ہیں" یہاں کوئی مسلم عالم ایسا لفظی ترجمہ نہیں کرسکتا: کہ واللہ ابا جان آپ پرانی "گمراہی اور ضلالت میں" ابھی تک مبتلا ہیں (معاذ اللہ) کہنے والے بیٹوں کا بھی یہ مدعا اور مطلب نہیں تھا۔ کیوں کہ وہ خود اپنے والد محترم (یعقوب علیہ السلام) کو اللہ کا پیغمبر اور نیک ایماندار بندہ مانتے تھے۔ اسی طرح آخری اور سچے رسول محمد ﷺ کے لیے فرمایا گیا، وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ (الضحیٰ: ۷) "اور اے محمد آپ کو (نبوت سے پہلے کتاب اور ایمان) سے نابلد اور ناواقف پایا پس (اللہ نے) سیدھا راستہ دکھایا۔ "یعنی اللہ نے آپ کو پیغمبر بنایا اور آپ ﷺ پر قرآن نازل فرمایا۔ اب یہاں نبی ﷺ کے لیے "ضالا" کا ترجمہ کوئی مسلم (معاذ اللہ) گمراہی سے تو نہیں کرسکتا۔ کیوں کہ نبوت سے پہلے کی زندگی میں بھی نبی ﷺ کو گمراہی کے اعمال اور شرکیہ رسم ورواج وافعال سے سخت بیزاری ونفرت تھی اسی طرح "ہجرانی کیفیت" کے الفاظ ہیں اس کا ایک ہی ترجمہ کرکے مخالفت کرنا، دوسروں کو اکسانا، بھڑکانا، شرارت تو ہوسکتی ہے لیکن یہ دین اسلام یا مسلمین کی خدمت اور بھلائی نہیں۔ یہ تسلیم شدہ بات ہے کہ اگر ایک سمجھ دار عالم انسان مخالفت پر اتر آئے تو پھر وہ آپ کی سیدھی بات کو بھی غلط رنگ دیکر عوام الناس کے سامنے پیش کریگا۔ مثلاً کسی کے لیے شیر کہا جائے مخالفت میں یہی مسلک پرست عالم اس کو موصوف کے سامنے اس طرح بھی بیان کرسکتا ہے کہ جی اُس نے تمھاری تعریف نہیں کی ہے بلکہ آپ کو جانور اور درندہ صفت کہا ہے۔ کیوں کہ شیر ایک درندہ صفت جانور ہے۔ اس طرح مکر و فریب، شاطرانہ انداز سے یہ عالم اُستاد کسی بھی موقع پر ایک سادہ انسان کو دوسروں کا مخالف یا دشمن بنانے میں ماہر ہوتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اور ہم نے تیری طرف یہ قرآن نازل فرمایا تاکہ آپ ﷺ لوگوں کے سامنے اُس کی تشریح کریں جو اُن کے لیے اُتارا گیا ہے اور تاکہ لوگ غور و فکر کریں"۔

وہ کون سا بدنصیب مسلم ہو گا جو قرآن و صحیح احادیث کا انکار کرے، ایسا شخص تو مسلم نہیں رہتا۔ نبی ﷺ بھی انسان اور بشر تھے۔ وحی کے محتاج رہتے تھے۔ کبھی ایسا بھی ہوا کہ آپ ﷺ نے کوئی فیصلہ کیا، عمل کیا یا بات کہی اور وہ اللہ کی وحی کے مطابق نہ ہوتی۔

جیسا کہ نبی ﷺ نے اپنے اوپر حلال چیز (شہد) کو حرام ٹھہرایا (بخاری، مسلم) جس پر اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا کہ یہ حلال ہے اس کو حرام نہ ٹھہرائیں، فرمایا:۔ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا... (تحریم :۳) " اور جب نبی ﷺ نے اپنی ایک بیوی سے راز کی ایک حدیث (بات) بیان کی"۔ یہ حدیث (بات) اللہ کے حکم سے نہیں بیان کی گئی تھی۔

بدر کے مشرک قیدیوں کے بارے میں جو فیصلہ آپ ﷺ نے صادر فرمایا تھا وہ اللہ کے حکم سے نہیں فرمایا تھا۔ فیصلہ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی:۔ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِیْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (الانفال : ۶۸) "اگر پہلے سے اللہ کی طرف سے بات لکھی ہوئی نہ ہوتی تو جو کچھ تم نے لیا ہے (یعنی فدیہ لے کر مشرک قیدیوں کو چھوڑا ہے) اس پر تمھیں سخت عذاب ہوتا"۔

نبی ﷺ نے عبداللہ بن اُبی منافق کی صلوٰۃ المیت ادا کی۔(بخاری) یہ عمل اللہ کے حکم سے نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سختی سے منع فرمایا۔(توبہ)

نبی ﷺ نے اپنی والدہ کے لیے مغفرت طلب کی جو قبول نہیں ہوئی اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا[1] (مسلم، مشکوٰۃ زیارت القبور)

صلوٰۃ میں بھول جانا یا سورۃ الکھف کے حوالے سے ایک موقع پر ان شاء اللہ نہ کہنا یہ بھی اللہ کے حکم سے نہ تھا۔

اسی طرح نبی ﷺ نے مدینے والوں (انصار) کو کھجور لگانے کا اپنا طریقہ بتایا لیکن اُس طریقے سے فصل اچھی نہ ہونے کی وجہ سے فرمایا:۔ اِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَیْءٍ مِّنْ اَمْرِ دِیْنِكُمْ فَخُذُوْا بِهٖ وَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَیْءٍ مِّنْ رَّأْیٍ

(۱) کیوں کہ مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِیْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِیْ قُرْبٰی.... (التوبہ : ۱۱۳) " نبی ﷺ اور مومنوں کو یہ شایان نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے استغفار کریں اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں"۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ...(مسلم،مشکوۃ:کتاب وسنت)"جب میں تم کو دین کے معاملے میں حکم کروں تو اس کو لے لو، اور جب میں تم کو اپنی رائے سے حکم کروں تو پس میں (تمھاری طرح) انسان ہوں"۔

یہ مشورہ دینا بھی وحی کی روشنی میں نہیں تھا۔ یعنی نبی ﷺ اپنی زبان مبارک سے وحی کے علاوہ بھی لوگوں سے کلام فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح نبی ﷺ کا اپنی بیماری کی شدت میں یہ فرمانا کہ کاغذ لے آؤ کہ تم (مسلمین) کے لیے وہ لکھوا دوں کہ تم کبھی گمراہ نہ ہو گے۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس موقع پر یہ کہنا کہ یہ آپ ﷺ بیماری کی شدت کے زیر اثر فرما رہے ہیں (یعنی یہ وحی کی بات نہیں ہے) اس لیے انھوں نے نے کاغذ لانے اور لکھوانے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو پکے، سچے ایماندار رسول ﷺ کے ایک اشارہ اور فرمان پر جان قربان کرنے والے۔ اُنھوں نے اس لیے اس بات وفرمان پر عمل نہیں کیا کہ وہ نبی ﷺ کی تکلیف اور شدت بیماری کو اپنی آنکھوں سے دیکھ اور محسوس کر رہے تھے۔ اس فرمان کے بعد اللہ کے سچے اور آخری نبی ﷺ چار دن تک حیات رہے۔ لیکن دوبارہ اس فرمان کو اپنی زبان مبارک پر نہ لائے۔ اگر یہ بات اللہ کی طرف سے وحی کی ہوتی تو یاد رکھنا چاہیے کہ نبی ﷺ اللہ کی بات کو یونہی نہ چھوڑنے والے اور نہ بھلانے والے تھے اور نہ اللہ تعالیٰ اپنی بات اور حکم کو اس طرح چھوڑ دینے اور بھلا دینے کی اجازت فرماتے۔ اور یہ بھی یاد رکھنے والی بات ہے کہ آپ ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ اللہ کے حکم (دین فرمان) کو بار بار ٹھہر ٹھہر کر بیان فرماتے[1] تاکہ سننے والے اچھی طرح سمجھ لیں اور یاد کر لیں۔

بیماری کی شدت کم ہونے کے بعد کڑوی دوا پر احتجاج تو فرمایا۔(بخاری: کتاب المغازی) لیکن ہدایت لکھوانے والی "اللہ کے حکم اور اہم دینی بات" کا بعد میں دوبارہ ذکر تک نہیں فرمایا۔ اس لیے کہ وہ وحی نہیں تھی اور نہ اللہ کا حکم تھا صرف بیماری کی وجہ سے تھی۔ نبی ﷺ کے اس طرز عمل اور خاموشی نے عمر اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عمل اور رائے کی تصدیق کر دی۔ ایسے حضرات کو اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے جو قرآن واحادیث کے آسان پیغام کو اپنے غلط عقائد ومسالک اپنے اکابرین اور دنیاوی مفاد کی خاطر سیاق وسباق سے ہٹا کر توڑ مروڑ کر عوام الناس کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ یہ بدترین ظلم، کفر اور گناہ کا عمل وکردار ہے۔

(۱) اہم باتوں کو آپ ﷺ تین مرتبہ دُہراتے۔(بخاری، کتاب العلم) اتنے آرام سے آپ ﷺ اپنی بات بیان فرماتے کہ اگر کوئی آپ ﷺ کی باتیں گننا چاہتے تو گن لیتا۔(بخاری ومسلم)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے پاس سب کو جانا ہے۔" اور ڈرو اس دن سے جس میں تم (سب) کو اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے"۔ (البقرہ:۲۸۱)

ایسے مفتیان و علماء سے میرا ایک سوال ہے کہ کیا "واقعہ قرطاس" کے وقت موجود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین :وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝ (النجم:۳،۴) اور وما یخرج منہ الا حق (حدیث) اس آیت و حدیث کے معنی و مطالب نہیں سمجھتے تھے یا اُن پر ایمان نہیں تھا؟ اس تحریر کے لکھے جانے یا نہ لکھے جانے کے بغیر وہ مکمل مسلم نہ رہے؟ اس تحریر کا نہ لکھا جانا خود یہ ثابت کرتا ہے کہ صحابہ کرام تو اس تحریر کے بغیر پورے قرآن و سنت کو مان کر مکمل مسلم رہے اور اللہ کی طرف سے رضی اللہ عنھم کے مصداق ٹھہرے۔ ورنہ شیعہ حضرات و منکرین حدیث کی اس بات کو سچ ماننا پڑے گا کہ صحابہ بھی نبی ﷺ کی بات کو نہیں مانتے تھے۔ اگر ان سب باتوں سے تسلی و تشفی نہ ہو تو ہم ان احبارانِ اُمت سے درخواست کرتے ہیں کہ واقعہ قرطاس کے حصے یعنی الفاظ عمر[1] کا صحیح ترجمہ و تشریح کر دیں تو عین نوازش ہوگی۔ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۝ (البقرہ:۲۴) اس "واقعہ قرطاس" سے تقریباً چند ماہ (غالباً تین ماہ) پہلے صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد کی موجودگی میں اللہ کے آخری رسول ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے تاریخی خطبہ میں ہدایت فرمائی تھی۔ جسے موجود سارے صحابہ کرام نے اپنے سینوں میں محفوظ کر لیا تھا۔ کہ لوگو! سُنو شاید میں اگلے سال تمھارے درمیان نہ رہوں میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔

ایک کتاب اللہ اور دوسری میری سنت "جب تک ان دونوں پر عمل پیرا رہو گے کبھی بھی گمراہ نہ ہو گے"۔[2]

اس آخری عظیم الشان خطبے کو سامنے رکھتے ہوئے ہم یقین اور دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کاغذ لے بھی آتے تو سچے رسول ﷺ ہدایت نامہ میں یہی لکھواتے۔ کیوں کہ حق پر قائم رہنے اور گمراہی سے بچنے کے لیے یہی دو چیزیں کتاب[3] اللہ اور سنت رسول ﷺ ہی کافی ہیں اور یہی بات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

---

(۱). حسبکم کتاب اللہ (بخاری و مسلم)

(۲). اس بیماری سے پہلے مسلمین سے یہ بھی فرمایا تھا:- علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین (ابوداؤد، ترمذی) "لازم پکڑو میری سنت (طریقہ) اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت طریقے کو"۔ ان خلفاء راشدین میں عمر بن خطاب ﷺ بھی شامل ہیں۔ جنھوں نے اس بیماری کے وقت کاغذ لانے کی مخالفت کی تھی۔

(۳). مشرکوں، کافروں سے جہاد کرنے، احترام نہ دینے اور ان کو حرم سے باہر نکالنے کا ذکر و فرمان سورۃ توبہ میں تفصیلاً موجود ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(علماء اسلام) اچھی طرح جانتے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین موجودہ قرآن و صحیح احادیث پر عمل پیرا ہو کر پکے و خالص ایماندار کامیاب انسان و حکمران رہے۔ ان دونوں کی روشنی میں کفر شرک، فرقہ پرستی، قبر پرستی ہر قسم کی بدعات سے دور رہے۔ کیوں کہ قرآن و صحیح احادیث میں گمراہی سے بچنے اور مکمل مسلم بننے کی پوری ہدایات موجود ہیں۔ آج کا یہ کلمہ پڑھنے والا بھٹکا مسلمان بھی اگر قرآن واحادیث پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرح مکمل ایمان لے آئے اور اس کی روشنی میں اپنی زندگی کے شب وروز گزارے تو کبھی بھی گمراہ نہ ہو اور آج کی یہ غلامی، بزدلی، پستی و بربادی، معاشی بدحالی، معاشرتی برائی اور بدامنی ختم ہو کر بہادری عزت و سرفرازی وکامرانی کی صورت میں بدل جائے۔ قرآن کا پیغام کل کے مسلم اور آج کے مسلم کے لیے ایک ہی ہے۔ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٤٣﴾ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ ....(الزخرف: ۴۳،۴۴) ”پس مضبوط پکڑے رہو جو وحی تمھاری طرف کی گئی ہے، بے شک تم سیدھے راستے پر ہو۔ اور یہ قرآن تمھارے لیے اور تمھاری قوم (اُمت) کے لیے (بہترین) نصیحت ہے“۔

سوال:- ارمان صاحب لکھتے ہیں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ والی روایت بظاہر قرآن کے خلاف نظر آتی ہے۔ لیکن ہے نہیں؟ کیوں کہ حدیث تشریح کرتی ہے تکذیب نہیں اور پھر مزید لکھتے ہیں کہ قرآن میں تو چار چیزیں، مردار، بہتا ہوا خون، خنزیر کا گوشت اور غیر اللہ کے نام نذرونیاز حرام ہیں۔ لیکن حدیث کہتی ہے کہ کتا، درندہ، سانپ، گھریلو گدھے وغیرہ بھی حرام ہیں۔ شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنا بھی قرآن کے خلاف ہے۔ ان احادیث کا بھی انکار کرلیں۔

جواب: ارمان صاحب! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کا نام اپنی کتاب قرآن میں مسلم رکھا ہے۔ ہر مسلم اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا فرمانبردار ہوتا ہے۔ یہ قرآن و صحیح احادیث دونوں کو مانتا ہے۔ یہ نہ اپنے آپ کو اہل قرآن کہتا ہے اور نہ اہل حدیث اور نہ ہی کوئی اور مسلکی نام رکھتا ہے۔

بلکہ یہ قرآن وحدیث کا ماننے والا مسلم فرمانبردار ہوتا ہے۔ بحیثیت مسلم ہم اللہ کو گواہ کر کے کہتے ہیں کہ اللہ کے آخری اور سچے رسول ﷺ اللہ کی آخری اور سچی کتاب قرآن کو لوگوں کے سامنے کھول کھول کر بیان کرنے اور اس کی تشریح کرنے کے لیے بھیجے گئے تھے۔ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اور حدیث اس کی مکمل تشریح ہے۔ جس طرح نبی ﷺ اللہ کے تابع اور فرمانبردار بندے تھے۔ اسی طرح صحیح حدیث کو بھی جہاں دونوں میں اختلاف (ٹکراؤ) نظر آرہا ہو اگر اللہ کے کلام قرآن کے تابع کر دیا جائے تو آج کے یہ کچھ دینی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلاف اور اشکالات خود بخود ختم ہو جائیں گے[1] قرآن واحادیث پر غور وفکر نہ کرنے کی وجہ سے کلمہ توحید پڑھنے والوں میں آج بڑے بنیادی اختلافات پیدا ہو چکے ہیں۔ یہاں تک کہ بے علمی اور نا سمجھی میں انھوں نے مخلوق (محتاج بندوں) میں سے اپنے لیے اللہ کے مقابلے میں داتا، دستگیر، مشکل کشا، حاجت روا اور غوث الاعظم وغیرہ تک بنالیے ہیں۔ حالاں کہ اللہ کی آسان اور کھلی کتاب قرآن مجید نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے شروع ہو کر والناس تک پوری انسانی تاریخ کے کفر اور شرک کی وجہ سے تباہی وبربادی کے واقعات سنا سنا کر زندہ انسانوں کو خبردار کیا ہے کہ تم گزرے ہوئے ان نافرمان اور نمک حرام مشرک انسانوں کی طرح حقیقی اور

---

(۱) نبی ﷺ نے یہ صحیح احادیث ان محدثین بخاری، مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ اور دیگر محدثین سے خود بنفس نفیس بیان نہیں کی ہیں۔ بلکہ بشر راویوں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین، محدثین کے ذریعے اور دیگر واسطوں سے ان تک پہنچی ہیں۔ اگر چہ یہ سب کے سب صحیح روایت کرنے والے نیک پکے ایماندار اور اللہ کے سچے بندے تھے۔ لیکن تھے انسان وبشر، فرشتے نہیں۔ اور کسی بشر سے بعض اوقات سننے اور سمجھنے میں خطا، بھول چوک کا امکان ہو سکتا ہے۔ تو جہاں قرآن کے متن اور حدیث کے متن میں ٹکراؤ نظر آتا ہو تو اللہ کے کلام کے مقابلے میں (جو قوی اور امین فرشتے جبرائیل کے ذریعے سے نازل ہوا ہے) حدیث کے انسانی ذرائع کو سامنے رکھتے ہوئے ایسی حدیث کو قرآن کے ماتحت اور تابع کر لینا چاہیے۔ اسی حالت میں قرآن کے متن پر عقیدہ بنانے والوں کو لعن کرنے یا جاہل گمراہ کہہ کر تحریری وتقریری مخالفت سے پرہیز اور اجتناب کرنا چاہیے کیوں کہ قیامت (یوم الحساب) کو نبی ﷺ کی موجودگی میں صرف قرآن (کتاب اللہ) پر فیصلے کیے جائیں گے۔ نبی ﷺ کی ساری صحیح احادیث پر ایمان لانا ضروری ہے۔ لیکن جس صحیح حدیث کا متن قرآن کی محکم آیات کے متن سے ٹکرائے تو ایسی حدیث کی یا تو قرآن کی محکم آیات کی روشنی میں تاویل کر لینی چاہیے یا قرآن کی متشابہات آیات کی طرح صرف ایمان لا کر اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہیے۔ قرآن میں جس طرح اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے لیے متشابہات آیات نازل کی ہیں (آل عمران: ۷) اسی طرح وہ الحکیم اور العزیز رب اپنے سچے رسول ﷺ کی زبان مبارک سے بھی انسانیت کی آزمائش کے لیے متشابہات (احادیث) بیان کروانے پر قادر ہے۔ تاکہ بندوں کو آزمائے اور پرکھے کہ کون کون محکم آیات اور واضح احادیث کے مقابلے میں متشابہات آیات اور احادیث کے پیچھے چلتے ہیں۔ واضح اور محکم آیات واحادیث کے مقابلے میں متشابہات پر عقیدہ بنا کر اپنی آخرت برباد نہیں کرنی چاہیے۔ ایسی احادیث کی مثال قرآن کی منسوخ آیات سے بھی دی جا سکتی ہیں۔ ان منسوخ آیات کو ہم مانتے ہیں۔ تلاوت بھی ثواب سمجھ کر کرتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود عقیدہ اور عمل ان کے مطابق نہیں ہے۔ مثلاً نشے کی حالت میں صلوٰۃ پڑھنے والی آیت جس میں شراب پینے کا اختیار موجود ہے (النساء: ۴۳) صوم (روزہ) میں صحت مند کے فدیہ دینے کا اختیار چاہے تو رکھے ورنہ فدیہ دیے دے (البقرہ: ۱۸۴) لیکن چوں کہ مقابلے میں دوسری واضح اور محکم آیات موجود ہیں۔ اس لیے ان قرآنی (سند کے لحاظ سے بدرجہ افضل) آیات پر بھی عمل کرنا گناہ عظیم ہے۔ اسی طرح ایسی صحیح احادیث جن کی سند بالکل صحیح ہے لیکن متن محکم آیات کے خلاف ہے تو مانتے ہوئے بھی ہمیں اس کے مطابق عقیدہ اور عمل نہیں اپنانا چاہیے۔ کیوں کہ ایسا کرنا انکار اور گناہ ہے۔ مثلاً مُردوں کا سننا، قیامت سے پہلے زندہ ہونا یا بندوں کے اعمال کا نبی ﷺ پر پیش ہونا وغیرہ یہ محکم آیات کے خلاف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہربان رب کو چھوڑ کر دوسروں کے عابد اور بندے نہ بننا ورنہ تم بھی انسانیت کے مقام سے ہٹ کر شیطان رجیم کے ساتھی بن جانے کے بعد ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دیے جاؤ گے۔

اور سمجھایا گیا ہے کہ شکر گزار بندے بن کر کائنات کے اکیلے مالک، داتا، مشکل کشا، حاجت روا اور غوث الاعظم ایک اللہ کی آخری دم تک بندگی پر قائم رہو۔ وہی ایک اللہ تم سے پہلے تمام انبیاء، اولیاء، انسانوں اور ساری مخلوق کا الٰہ اور رازق رہا ہے۔ اور آج تمھارا بھی ہے۔ سات آسمانوں اور پوری زمین پر اُس کا اپنی مخلوق میں سے کوئی ایک بھی شریک یا ساجھی نہیں۔[1]

ہر پیغمبر کے زمانے میں (نوح علیہ السلام سے لے کر آخری رسول ﷺ تک) یہی توحید کی بات بیان ہوئی ہے۔ یہ کائنات کی سب سے پرانی بات ہے کہ اللہ اکیلا معبود ہے اُس کا کوئی شریک نہیں۔

لیکن اس کے باوجود اس واضح موٹی اور آسان بات اور اعلان کو آج امت کے کچھ سند یافتہ عربی جاننے حکیم الامت / شیخ الاسلام کا لقب پانے والے مفاد پرست اور پیشہ ور مسلکی علماء نے اتنا پیچیدہ اور مشکل بنا دیا ہے کہ قرآن کی تلاوت کرنیوالا اچھا خاصا پڑھا لکھا انسان آج پریشان ہے اور نہیں سمجھتا کہ مدد کے لیے کس کو پکاروں اور کس سے مدد مانگوں؟ زندہ جاوید عظیم معبود اللہ کو یا مرے ہوئے بے جان قبروں میں مدفون لاشوں کو؟ حالاں کہ واضح اور سیدھی بات ہے کہ وہی ایک ذات ہے پوری کائنات میں جو مانگنے اور پکارنے کے لائق ہے۔[2]

سارے انبیاء اولیاء اور وفادار مسلمین نے ہر دور میں اپنے زمانے میں اُس اللہ ہی کو پکارا اور اسی سے مدد مانگی ہے۔ اور یہ سارے اللہ ہی کی مدد سے کامیاب بھی ہوئے ہیں اور محفوظ بھی رہے ہیں۔ دنیا میں بھی اللہ نے ان پر آسمان سے رحمت کے دہانے کھول دیئے اور آخرت یعنی قیامت میں بھی اللہ کے مقربین میں سے ہونگے۔ ان شاء اللہ۔

---

(۱) وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَٰهٌ ...... (الزخرف: ۸۴) "اور وہی ایک اللہ آسمانوں میں اِلٰہ ہے اور زمین میں اِلٰہ ہے (باقی سارے عابد اور محتاج مخلوق)"۔ فرمایا:۔ إِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْأَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا (مریم: ۴۰) "ہم (اللہ) ہی پوری زمین اور اس پر رہنے والوں کے وارث (مالک ہیں)"۔

(۲) يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ (الرحمان: ۲۹) آسمانوں اور زمین میں جتنے (بھی) ہیں اُس (اللہ) ہی سے مانگتے ہیں"۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ ... (الفاطر: ۱۵) "اے انسانوں (بشمول سارے پیغمبر اور محمد ﷺ اور صحابہ کرام) تم سب کے سب اللہ کے محتاج اور فقیر ہو"۔ "الغنی" اور "الصمد" صرف اللہ کی ذات ہے مخلوق (فرشتے جن وانس) سارے فقیر و محتاج ہیں۔ ان میں داتا یا حاجت روا کوئی نہیں بن سکتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایمان و عقیدے کی اس اہم اور بنیادی بات میں اختلاف کی طرح دیگر بعض مسائل میں بھی قرآن و صحیح احادیث پر غور و فکر نہ کرنے، فرقہ پرست و دنیا پرست بن جانے کی وجہ سے بعض قرآنی آیات و احادیث کے حوالوں سے اشکالات اور اختلاف پیدا ہو چکے ہیں۔ جن میں سے کچھ کا ذکر ارمان صاحب نے اپنے خط میں کیا ہے کہ قرآن میں تو صرف مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور غیر اللہ کی نیاز حرام ہے لیکن احادیث میں اس کے برعکس کتا، بلی، سانپ گھریلو گدھا وغیرہ بھی حرام بتائے گئے ہیں یا حدیث کی رو سے زانی کو سنگسار کرنا یہ بھی قرآن کے خلاف ہے۔

بھائی ارمان صاحب! اگر آپ ذرا غور فرماتے تو یہاں نہ قرآن حدیث کے خلاف ہے اور نہ حدیث قرآن کے خلاف۔ بلکہ احادیث میں قرآنی آیات کی مزید وضاحت اور تشریح کی گئی ہے۔ قرآن نے جن چار چیزوں کو حرام ٹھہرایا یہ پہلے مسلمین پر بھی حرام تھیں۔ لیکن گمراہ ہونے کے بعد لوگوں نے اُن کو اپنے لیے جائز و حلال ٹھہرا لیا۔ قرآن نے ان چار چیزوں کا نام لے کر آخری امت کے مسلمین سے فرمایا کہ یہ چیزیں تمھارے لیے ناپاک اور حرام ہیں ان کے کھانے سے اجتناب کرو۔ دیگر حرام اشیاء کا ذکر قرآن میں اس لیے نہیں کیا گیا۔ یہ چیزیں دیگر آسمانی مذاہب والوں میں بھی حرام سمجھی جاتی تھیں۔ وہ لوگ بھی کتا، بلی، چوہا، سانپ، گھریلو گدھے وغیرہ نہیں کھاتے تھے۔ لیکن چونکہ نبی ﷺ کی قوم اہل کتاب نہیں تھی اس لیے ان کے سامنے مزید کچھ حرام اشیاء کی وضاحت نبی ﷺ کی زبانی غیر متلو وحی کے ذریعے کی گئی۔

قرآن میں ان چار حرام اشیاء کے علاوہ دیگر حلال و حرام اشیاء کی تشریح اور وضاحت کے لیے نبی ﷺ کے منصب کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا۔:

...وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ...۔(الاعراف: ۱۵۷) "اور یہ (نبی) پاک چیزوں کو اُن (اپنی امت) کے لیے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو اُن پر حرام ٹھہراتے ہیں"۔

نبی ﷺ سے فرمایا گیا:۔ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ...۔(المائدہ: ۴) "(اے رسول) آپ سے پوچھتے ہیں کہ اُن کے لیے کیا کیا حلال ہے؟ آپ کہہ دیں کہ تمہارے لیے پاک، طیب چیزیں حلال کی گئی ہیں"۔

جن پاک اور ناپاک کا ذکر قرآن میں نہیں اُن کا ذکر نبی ﷺ نے اللہ کے حکم سے (غیر متلو وحی) (احادیث) میں فرمادیا ہے۔ لیکن ایسا کہیں نہیں ہے۔ کہ نبی ﷺ نے قرآن کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹھہرایا ہو یا قرآن کی ان چار حرام اشیاء میں سے کسی ایک کو حلال قرار دیا ہو۔ (۱)

اگر ایسا کسی حدیث سے ثابت ہوتا تو یہ قرآن کے خلاف اور برعکس ہوتا اور ظاہر ہے ایسا کوئی بھی ثابت نہیں کر سکتا۔ قرآن نے جن چار چیزوں کو حرام ٹھہرایا۔ نبی ﷺ نے ان کی حرمت کو برقرار رکھا مثلاً (بغیر ذبحہ کیے ہوئے مردار، بہتا ہوا خون، خنزیر کا گوشت اور غیر اللہ (مخلوق) کے نام نذر و نیاز ان چار کے علاوہ مزید حلال و حرام اشیاء کی اللہ کے حکم سے وضاحت فرمادی اور اس وضاحت (احادیث) میں قرآن کی مخالفت ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ موافقت اور تشریح ہے۔

اسی طرح شادی شدہ زانیوں کو حدیث کی رو سے سنگسار کرنا یہ بھی قرآن کے خلاف نہیں ہے۔ زانیوں کے لیے قرآن میں فرمایا گیا ہے:۔ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ... (النور:۲) "اور (خاص) زانی عورت و مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو درے مارو"۔

یہاں آیت میں الزانی اور الزانیہ کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خاص زانیہ اور خاص زانی کی طرف اشارہ ہے کیوں کہ "ال" الف لام لگا ہوا ہے (۲) نبی ﷺ نے ان خاص زانیوں کی تشریح فرمادی کہ اس سے

---

(۱) قرآن میں دم مسفوح بہتا ہوا خون حرام ہے، کلیجی اور تلی پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا کیوں کہ یہ بہتا ہوا خون نہیں۔ اگرچہ حدیث میں اس کو بھی خون سے تشبیہ دی گئی ہے (یہ خون نہیں ہے گوشت کی طرح ہے) اسی طرح انسانوں کے مہربان رب نے اپنے رسول ﷺ کے ذریعے مچھلی اور ٹڈی کو ذبحہ کیئے بغیر اس کا کھانا حلال کا حکم دیا۔ کیوں لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۔۔ (البقرہ:۲۸۶) ان دو کو دوسرے حلال جانوروں اور پرندوں کی طرح زندہ رکھنا یا پالنا انسانوں کے لیے بڑا مشکل اور بس میں نہیں ہے۔ جس طرح حلال ہڈیوں کے اندر خاص کر نرم ہڈیوں میں لگا ہوا خون حلال ہے۔ کیوں کہ ہڈیوں کے اندر سے اس کا صاف ہونا بڑا مشکل بلکہ ناممکن ہوتا ہے۔

(۲) وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا... (المائدہ:۳۸) "اور چور خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو"۔ یہاں بھی مراد خاص قسم کے چور ہیں۔ معمولی اشیاء کی چوری وغیرہ پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں ہے۔ نبی ﷺ کے زمانے میں ڈھال کی چوری سے کم پر ہاتھ نہیں کاٹے جاتے تھے۔ ڈھال کی قیمت سے آج بھی ایک خاص رقم بنتی ہے۔ اُس وقت تقریباً پانچ دس درہم قیمت ہوا کرتی تھی (حدیث) جس طرح یہاں پر سارق اور سارقہ پر "ال" الف لام لگانے سے ہر قسم کا چور مراد نہیں بلکہ خاص چور کے لیے فرمایا گیا ہے۔ اسی طرح سورہ نور میں زانیہ اور زانی پر بھی الف لام لگا کر خاص زانی اور زانیہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جس کی تشریح اللہ کے سچے رسول ﷺ نے اپنی حدیث میں بیان فرمادی ہے۔ کہ اس سے مراد غیر شادی شدہ زانی مرد و عورت ہیں۔ ہر زانی مرد و عورت نہیں۔ اور پھر احادیث میں مزید وضاحت بھی کی گئی ہے۔ شادی شدہ غلاموں کے لیے الگ سزا ہے۔ یعنی آزاد مرد و عورت کی سزا کا نصف اور اسی طرح جس عورت خواہ وہ شادی شدہ ہی کیوں نہ ہو کے ساتھ اگر جبر آزنا کیا گیا تو اُس کے لیے کوئی سزا نہیں۔ صرف مرد کو سزا دی جائیگی۔ (ترمذی، ابوداؤد)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مراد غیر شادی شدہ ہیں۔ جن کے لیے سو دروں کی سزا برقرار رکھی۔ کوئی بھی نبی ﷺ کی ایسی حدیث پیش نہیں کر سکتا جس میں آپ ﷺ نے یہ فرمایا ہو کہ ہر قسم کے زانی مرد عورت کو سنگسار کر دو کسی کے کوڑے نہ لگائے جائیں۔ایسی حدیث(یا فیصلہ)قرآن کے خلاف ہوگی ظاہر ہے ایسا فیصلہ یا حدیث، کوئی بھی پیش نہیں کر سکتا ہے۔ ہر دو قسم کے زانیوں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کے لیے قرآن وحدیث میں الگ الگ سزائیں موجود اور اپنی جگہ برقرار ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف ہرگز نہیں۔ (۱)

---

(۱) بعض بھائیوں، دوستوں سے جب کہا جاتا ہے کہ قرآن مردوں کے سماع کا انکار کرتا ہے۔ اور جن چند احادیث میں مُردوں کے سماع کا آتا ہے تو ایسی احادیث کی قرآن اور دیگر صحیح احادیث کی روشنی میں تاویل کر لینی چاہیے۔(جس طرح عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قلیب بدر اور میت پر رونے والی احادیث کی قرآن کی روشنی میں تاویل فرمائی۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یہ تاویل وتشریح مان بھی لی) تو یہ احباب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پیروی کرنے کے بجائے فوراً جواب میں مندرجہ بالا چار حرام اشیاء اور شادی شدہ زانی کے سنگسار کرنے کے حوالوں کے ساتھ یہ دلائل بھی دینا شروع کر دیتے ہیں۔ کہ قرآن میں تو صرف "أقیموا الصّلوٰة" آیا ہے تم یہ تعداد کے ساتھ دو، تین، چار رکعات، اوقات کی پابندی میں پانچ اوقات صلوٰۃ کیوں ادا کرتے ہو؟ حالاں کہ اپنی صلوٰۃ میں دو، تین یا چار رکعات پڑھنا یہ قرآن کے خلاف نہیں ہیں بلکہ قرآن کے حکم کی تعمیل اور آیتوں کی تشریح ہے۔ قرآن میں محکم آیت کہ "أقیموا الصّلوٰة" صلوٰۃ قائم کرو" نبی ﷺ نے حکم مانتے ہوئے صلوٰۃ قائم کر لی انکار نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو صلوٰۃ پڑھنے کا طریقہ سورۃ النساء:۱۰۳ میں خوف کی صلوٰۃ کا طریقہ بتلایا گیا ہے اور آخر میں بیان فرمایا کہ جب اطمینان پاؤ تو پھر صلوٰۃ ادا کرو گویا حالت اطمینان کی صلوٰۃ اور خوف کی صلوٰۃ جدا جدا ہیں دوسری جگہ سورۃ البقرہ :۲۳۹ میں فرمایا کہ حالت خوف اور سفر کے بعد اسی طرح سے صلوٰۃ ادا کرو جیسا کہ تمہیں سکھایا گیا ہے گویا کہ یہ تعلیم اللہ کی جانب سے بذریعہ وحی تھی) کو جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے سے سکھلا دیا کہ فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی صلوٰۃ ایسے اور اتنی رکعات کے ساتھ ادا کریں اور پھر نبی ﷺ نے ساری زندگی اسی طرح اپنی صلوٰۃ کی حفاظت کرتے ہوئے پابندی کے ساتھ ادا کی ہیں۔ یہ عمل تو اُس وقت قرآن کے حکم سے ٹکراتا کہ نبی ﷺ (معاذ اللہ) صلوٰۃ نہ پڑھتے یا کبھی پڑھتے یا کبھی نہیں یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور مسلمین کو کسی حدیث کے ذریعے پڑھنے یا نہ پڑھنے کی رخصت فرماتے تو یہ "أقیموا الصّلوٰة" کے خلاف ہوتا۔ ایسا حکم حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ یا اس طرح قرآن میں صلوٰۃ کی رکعتوں کی تعداد مقرر ہوتی اور نبی ﷺ ان میں سے خلاف قرآن کم یا زیادہ کر کے پڑھتے تو نبی ﷺ کا ایسا عمل قرآن کے خلاف ہوتا۔ نبی ﷺ نے قرآن کے حکم کے مطابق خود بھی پابندی کے ساتھ مقررہ اوقات میں اپنی صلوٰۃ ادا کی ہیں۔ اور اپنی اُمت کو بھی سختی کے ساتھ اپنی صلوٰۃ کی طرح پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ صلوٰۃ پڑھنے کا عمل قرآن سے ٹکراتا نہیں ہے۔ بلکہ عین مطابق اور عملی تشریح ہے زکوٰۃ کا حکم ہے "وَآتُوا الزَّكٰوةَ" قرآن نے حکم دیا اور نبی ﷺ نے حدیث کے ذریعے اس حکم کی تشریح فرما دی کہ اپنے مال میں سے اتنا اتنا حصہ زکوٰۃ ادا کرنا ہے۔ یعنی چالیسواں حصہ نقد مال میں سے سال گزرنے کے بعد ادا کرو۔(مویشوں، اناج وغیرہ میں الگ الگ نصاب سے فرمایا گیا)۔ نبی ﷺ کی یہ تشریح (احادیث) قرآن کے خلاف اس وقت ہوتی کہ قرآن میں دسواں بیسواں یا تیسواں حصہ مقرر ہوتا اور نبی ﷺ اس کے برعکس چالیسواں حصہ مقرر فرماتے۔(معاذ اللہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض مسلک پرست جن کے دلوں میں ذرا بھی قیامت کے دن کے حساب کتاب کا خوف نہیں اللہ کی کتاب کی اس آیت کا غلط ترجمہ کر کے اس طرح لکھتے ہیں کہ "ہر زانی مرد و عورت کو کوڑے لگاؤ"۔ (قرآن وحدیث سے انحراف صفحہ نمبر ۱۰۶، از ابو جابر دامانوی)

یہ اللہ کے کلام میں معنوی تحریف ہے۔ یہی حرکتیں اس سے پہلے ضد میں آکر یہودی علماء کیا کرتے تھے۔ ہر (عام) زانی مرد عورت کو کوڑے مارنے کا حکم قرآن میں کہیں پر نہیں ہے۔ بلکہ خاص زانی (غیر شادی شدہ) مرد وعورت دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے لگانے کا حکم ہے۔

شادی شدہ زانیوں کو سنگسار کرنے کا حکم اس سے پہلے تورات میں بھی تھا۔ یہودی علماء نے دنیادار بن جانے کے بعد اس حکم کو بدکار یہودیوں کو خوش کرنے کے لیے چھپادیا تھا۔ چوں کہ نبی ﷺ اپنے سے پہلے رسولوں اور کتابوں کی تصدیق کے لیے بھیجے گئے تھے اس لیے جب مدینہ کے یہودی اپنے دو شادی شدہ زانیوں کا مقدمہ نبی ﷺ کے پاس لائے تو نبی ﷺ نے تورات کے حکم کے مطابق اُن کو سنگسار کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ (بخاری ومسلم) اور پھر فرمایا کہ میں نے اللہ کے حکم کو زندہ کیا جبکہ لوگوں نے (چھپا کر) مردہ کر دیا تھا۔

(مسلم: کتاب الحدود باب رجم الیہود اھل ذمہ فی الزانیٰ)

یعنی شادی شدہ زانیوں کو سنگسار کرنا یہ آسمانی حکم تھا۔ جو پہلے آسمانی کتاب (تورات) میں موجود تھا۔ جسے نبی ﷺ نے اپنے فیصلے (حدیث) کے ذریعے برقرار رکھ کر زندہ کر دیا۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ مسلک پرست مولوی اور اِن کے پیروکار ضد اور ہٹ دھرمی میں آج اتنے آگے نکل گئے ہیں کہ نبی ﷺ کے جس فیصلے (حدیث) کو یہودی علماء نے کتاب اللہ کا فیصلہ مان کر قبول کر لیا تھا یہ نام نہاد سند یافتہ فرقہ پرست علماء اسے کتاب اللہ (قرآن) کے خلاف سمجھ رہے ہیں۔

نبی ﷺ قرآنی حکم "اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ" کی اتنی سختی کے ساتھ پابندی فرماتے کہ صلوٰۃ نہ پڑھنے اور زکوٰۃ نہ دینے والوں کے خلاف اعلان جنگ فرماتے تھے۔

اسی طرح صلوٰۃ کے لیے اذان دینا یہ بھی قرآن کے مطابق ہے۔ قرآن میں اذان کا ذکر اور وضاحت موجود ہے۔ فرمایا: وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ... (المائدہ: ۵۸)۔ "اور جب تم (اے مسلمین) صلوٰۃ کے لیے آواز (اذان) دیتے ہو تو یہ (مخالفین) اسے ہنسی کھیل ٹھہرا لیتے ہیں"۔

نبی ﷺ نے مسلمین کو اذان کے کلمات اللہ کے حکم سے سکھلا دیے۔ قرآن میں اذان کا ذکر ہے اور حدیث میں اُس کی تشریح موجود ہے۔ نبی ﷺ نے اللہ کے حکم سے اپنی احادیث کے ذریعے ان احکامات کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف تشریح اور وضاحت فرمائی ہے۔

اسی طرح قبر پرستوں کو جب قبر، مزار یا بغیر قبر کے زندہ پیر کے سامنے سجدہ کرنے سے منع کیا جاتا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ اگر اللہ کے علاوہ دوسروں کو سجدہ کرنا حرام اور شرک ہے۔ تو پھر آدم علیہ السلام کے سامنے فرشتوں نے اور یوسف علیہ السلام کے سامنے ان کے بھائیوں نے سجدہ کیوں کیا؟ حالاں کہ یہ "دونوں سجدے" صرف فضیلت اور برتری ثابت کرنے کے لیے کروائے گئے ہیں۔ انسان کی فضیلت اور برتری فرشتوں اور جنات پر ثابت کرنا مقصود تھی تاکہ اللہ کی یہ "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ" کا وعدہ پورا ہو۔ اور یوسف علیہ السلام کی فضیلت بھائیوں پر ثابت کرنی تھی۔ جیسا کہ انھوں نے بعد میں اس کا اعتراف بھی کیا۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا.... (یوسف: ۹۱) "وہ بھائی بولے اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ نے تم (یوسف) کو ہم پر فضیلت بخشی ہے"۔ آدم (انسان) کے سامنے فرشتوں کے سجدے کا مقصد اس کو اشرف المخلوقات ثابت کرنا تھا۔ لیکن اگر یہ انسان (ابن آدم) اتنا بڑا اعزاز دینے والے مہربان رب کے ساتھ شرک یا اُس کا کفر اور نافرمانی کریگا۔ یعنی اُس کی ذات، اختیارات اور صفات میں اپنے جیسی محتاج مخلوق کو اس کا ہمسر، برابر ٹھہرا کر ان کو بھی داتا، غوث الاعظم، حاجت روا یا مشکل کشا سمجھ بیٹھے گا تو پھر یہ ایسا انسان چوپایوں سے خنزیر اور کتوں سے بھی بدتر ہے "بل هم اضل" (کیوں کہ یہ مخلوق بھی اپنے انداز سے اپنے رب (خالق) کا ذکر ہر قسم کے شرک وکفر سے بالاتر ہو کر بجالاتے ہیں) اور آخرت کی زندگی میں غلاظت کے گندے کیڑے کی شکل میں جہنم میں ہمیشہ کے لیے ڈال دیا جائیگا۔ "ابراہیم علیہ السلام کے مشرک باپ (آزر) کو آخرت کے دن نجاست میں لتھڑے ہوئے بجو کی شکل میں جہنم میں ڈال دیا جائیگا"۔ (بخاری، سورۃ الشعراء، کتاب الانبیاء)

مشرک انسان کی اللہ کے ہاں کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ کچرا اور ایندھن بنا کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ فضیلت اور کرامت کا وعدہ ایمان اور پرہیز گاری سے مشروط ہے۔ فرمایا: ...اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ... (الحجرات: ۱۳) "تم میں (اے انسانوں) عزت اور کرامت والا وہ ہے اللہ کے ہاں جو اللہ سے (زیادہ) ڈرنے والا ہے"۔

درج بالا دونوں (فرشتوں کا آدم علیہ السلام اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے لیے) سجدے عبادت کے طور پر نہیں تھے۔ انھوں نے اولاد مانگنے، روزی میں برکت ڈالنے یا وسیلہ بنانے کے لیے نہیں کیے تھے۔ ایک ایک بار سجدہ تھا۔ فضیلت ثابت ہونے کے بعد دوبارہ کبھی نہیں کیا۔ پہلے شریعتوں میں بھی اللہ کے سوا دوسروں کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سامنے سجدہ حرام تھا۔ ورنہ یہی بیٹے پیغمبر باپ کے سامنے کرتے رہتے، یعقوب علیہ السلام اپنے باپ اسحق علیہ السلام اور دادا ابراہیم علیہ السلام کے سامنے کرتے۔ خاص کر اس بڑی پریشانی میں جس میں یوسف علیہ السلام بچھڑے ان دنوں میں اپنے پیغمبر باپ دادا کی قبروں پر جا جاکر سجدے بجالاتے۔ بنی اسرائیل زندگی میں موسیٰ، داؤد، سلیمان علیہم السلام اور دیگر اپنے وقت کے انبیاء کے سامنے کرتے۔ نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے کرتے لیکن ایسا ثابت نہیں ہے۔ بعد میں انبیاء وصلحاء کے دنیا سے چلے جانے کے بعد گمراہ ہو کر یہودیوں اور عیسائیوں نے ان برگزیدہ انبیاء اور صلحاء کے قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا۔ جس کی وجہ سے اللہ کے آخری رسول ﷺ نے ان پر لعنت بھیجی ہے۔ (بخاری)

اس کے باوجود بھی اگر ہم مان لیں کہ پہلی شریعتوں میں دوسروں کے لیے سجدے جائز اور حلال تھے تو بھی ہم مسلمین آخری رسول ﷺ کے اُمتوں کے لیے اب یہ قیامت تک کے لیے حرام اور ناجائز ہیں۔ آخری رسول محمد ﷺ نے ہم آخری اُمت کے مسلمین کو انبیاء اور اولیاء کی قبروں کے پاس سجدے کرنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا: "اِنِّي أَنْهٰكُمْ عَنْ ذٰلِكَ"۔ (مسلم) "میں تمھیں ایسا کرنے سے منع کرتا ہوں"۔

اس فرمان نبوی ﷺ کے بعد کسی بھی آدم شاہ بابا، یوسف شاہ بابا یا کسی اور زندہ شاہ یا مردہ شاہ بابا کے سامنے اس آخری شریعت میں سجدہ کرنا، رکوع کرنا حرام اور شرک ہے۔

ع شیطان کو آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم، نہیں مانا تو کافر
مسلمان کو ابن آدم کے سامنے سجدہ نہ کرنے کا حکم، کریگا تو کافر

اس شریعت میں اگر سجدہ اور رکوع کسی کے سامنے جائز ہوتا یا اجازت ہوتی تو صحابہ کرام ضرور نبی ﷺ کو کرتے جو دل وجان سے بھی زیادہ اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والے مسلم امتی تھے۔ لیکن اُنھوں نے زندگی میں ایک سجدہ بھی نبی ﷺ کے سامنے نہیں کیا۔ کیوں کہ اُن کو سمجھایا اور سکھلایا گیا تھا کہ: اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ "میری زبانی، بدنی اور مالی عبادات صرف اللہ کے لیے ہیں"۔ اگر اللہ کے سوا دوسروں کو سجدہ عبادت کے لیے روا ہوتا تو یہی فرشتے جنھوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا آخری رسول ﷺ کو بھی ضرور کرتے لیکن ایسی اجازت فرشتوں کو نہیں تھی۔ آسمانوں پر معراج کے وقت کسی ایک فرشتے نے بھی سجدہ نہیں کیا۔ جبرائیل علیہ السلام اور دیگر فرشتے بے شمار بار نبی ﷺ کے پاس آئے سلام ضرور کیا، لیکن ان فرشتوں نے سجدہ کبھی نہیں کیا۔ سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے (حیات النبی ﷺ میں آپ ﷺ کے سامنے سجدہ نہ کرنے

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی طرح) وفات النبی ﷺ کے بعد قبر نبوی کے سامنے کبھی بھی سجدہ نہیں کیا۔ اور نہ ہی اپنی زندگیوں میں آپ ﷺ کی قبر پر مزار یا گنبد بنایا۔

"کیا مال نہیں تھا۔ محبت نہیں تھی یا اوزار نہیں تھا! سب کچھ تھا لیکن دین محمدی میں غیر کو سجدہ اور مزار نہیں تھا"۔ اس طرح بعض بھائیوں کو بدعت (دین میں نئی بات)، تیجہ، چہلم، برسی وغیرہ سے اور صلوٰۃ کے بعد اجتماعی دعا سے جب منع کیا جاتا ہے تو فوراً اعتراض کرنے لگتے ہیں کہ تم گاڑی میں کیوں جاتے ہو۔ اونٹ پر کیوں سوار نہیں ہوتے؟ گھڑی کیوں پہنتے ہو وغیرہ؟ بھائی یہ چیزیں ضروریات زندگی میں سے ہیں ثواب سمجھ کر یا عبادت کی نیت سے کوئی بھی مسلمان یہ چیزیں استعمال نہیں کرتا۔ لیکن دعا کرنا تو مسلمین کے لیے عبادت ہے بلکہ عبادت کا مغز ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ سے فرض صلوٰۃ کے بعد یا میت والوں کے ہاں ہاتھ اُٹھا کر اجتماعی طور پر دُعا ثابت نہیں۔ اپنی طرف سے سنت اور عبادت میں اضافہ کرنا یہ گناہ اور جرم ہے۔ اس عمل سے ہمیں فائدہ نہیں آخرت کا نقصان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمین کو حشر کے دن کی ناکامی اور عذاب سے بچنے کے لیے خبردار کرتے ہوئے فرمایا: ...وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ...(الحشر:۷) اور (اے مسلمین) رسول ﷺ جو تمھیں دیں وہ (مضبوطی سے) پکڑو۔

یعنی میرے رسول ﷺ کا جو طریقہ عبادت ہے وہی اختیار کرو۔ نبی ﷺ نے خود مسلمین سے فرمایا: مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ (متفق علیه) "جس مسلم نے میری سنت (طریقے) کا انکار کیا وہ میرا اُمتی نہیں ہے"۔ اور فرمایا: مَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ اَبٰى۔(بخاری) "جس نے میری نافرمانی کی اُس نے انکار کیا" ان نام نہاد مسلمانوں کو جب سمجھایا جاتا ہے کہ ان بدعات سے مرنے سے پہلے توبہ کرو تاکہ جہنم کی آگ سے بچ جاؤ تو جواب میں اس طرح کہتے ہیں۔ کہ قرآن وحدیث میں تو بھینس[1] کا بھی ذکر نہیں ہے۔ تم اس کا دودھ اور گوشت کیوں استعمال کرتے ہو؟ یہ ثابت کرو تو ہم مان لیں گے۔

قرآن میں ہر حلال جانور (چوپائے) کا نام نہیں لیا گیا ہے۔ اجمالی طور پر ان کا ذکر فرمایا گیا۔ سورۃ المائدۃ میں فرمایا: ...اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ... (المائدہ:۱) "(اے مسلمین) تم پر چرنے والے چوپائے (مویشی) حلال کر دیے گئے ہیں"۔ بھینس چرنے والا چوپایا (مویشی) ہے یہ گائے کے خاندان سے تعلق رکھتا

(۱) بھینسوں سے گایوں کے حساب سے زکوٰۃ لی جائیگی (مسند ابن ابی شیبه، جلد ۳، کتاب الزکاۃ، الجاموس عن سبعة فی الاضحیه، بھینس کو سات اشخاص شریک ہو کر قربان کر سکتے ہیں)۔ (جواہر الاحادیث اردو ترجمہ صفحہ ۳۱۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ چوں کہ یہ چوپایا (جانور) نبی ﷺ کے زمانے میں اُن گرم علاقوں میں نہیں پایا جاتا تھا۔ اس لیے اس کا نام قرآن وحدیث میں نہیں آیا ہے۔ جس طرح بعض پھلوں اور سبزیوں کا اُس زمانے میں نہ ہونے کی وجہ سے قرآن وحدیث میں نام نہیں ہے۔ لیکن ہم ان بے شمار سبزیوں اور پھلوں کو آج حلال اور نعمت سمجھ کر کھاتے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے اجتماعی طور پر فرمادیا۔ کہ ہم نے زمین سے تمھارے کھانے کے لیے ہر قسم کے نباتات اور ثمرات اُگادیے ہیں۔ اس وجہ سے ہم ان پھلوں اور سبزیوں کو اپنے لیے حلال وجائز سمجھ کر کھاتے ہیں۔ اب کوئی کہے کہ جی تم قرآن وحدیث میں ٹماٹر، بھنڈی، کریلا یا آم گنا وغیرہ دکھادو تو ہم مان لیں گے۔ تو یہ دراصل اللہ کی کتاب کو نہ ماننے اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے والا انداز ہے۔

اس طرح قرآن وحدیث میں صرف اُس زمانے کے ہتھیاروں، تلوار، نیزہ، ڈھال، زرہ بکتر وغیرہ اور گھوڑوں کا ذکر ہے۔ آج کے مستعمل ہتھیاروں، کلاشنکوف، مشین گن، ٹینک، جنگی جہاز، بم اور میزائل وغیرہ کے نام نہیں ہیں۔ کیوں کہ یہ چیزیں اُس وقت تک لوہے سے ایجاد نہیں ہوئی تھیں۔ کلی طور پر قرآن میں لوہے کے ہر ہتھیار بشمول آج کے جدید ہتھیاروں کے لیے اشارۃً فرمایا گیا: وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ... (الحدید: ۲۵) "اور ہم نے لوہا اُتارا جس میں سخت ہیبت اور قوت ہے اور لوگوں کے لیے (دوسرے بے شمار) فائدے"۔

اُس زمانے میں تلواریں، نیزے اور ڈھالیں تھیں جس میں وقت کے لحاظ سے بڑی ہیبت اور قوت تھی۔ آج اس زمانے میں اُس سے کلاشنکوف، ٹینک جنگی جہاز، بم، میزائل اور ایٹم بم بنائے گئے ہیں۔ جن میں آج وقت کے لحاظ سے بڑی ہیبت اور قوت ہے۔ اس کے علاوہ آج اس لوہے سے انسانوں کے لیے دوسرے فائدے، بڑے بڑے دروازے، چادریں، اوزار، سریہ، مشینری، گاڑیوں کے انجن، پرزے، گاڑیاں اور ہوائی جہاز وغیرہ یہ سب ومنافع للناس میں شامل ہیں۔ یہ دھات، سونا، چاندی، تانبا، لوہا، تیل وغیرہ اللہ نے انسانوں کے فائدے اور استعمال کے لیے پیدا کیں ہیں۔ انسان قیامت سے پہلے فتنوں اور آزمائشوں کے دور تک جتنی بھی ترقی کرے گا اللہ ہی کی ان پیدا کردہ قیمتی اشیاء کو استعمال میں لاکر کریگا۔ کل بھی انسان نے لوہے سے ہتھیار بناکر استعمال کیا تھا۔ اور آج بھی اس لوہے سے بناکر استعمال کررہا ہے۔ صرف ساخت اور نام میں فرق ہے۔ ثابت ہوا کہ یہ گاڑی ہوائی جہاز، جدید ہتھیار، ٹینک، بم وغیرہ کا استعمال سنت کے خلاف یا بدعت نہیں ہیں بلکہ عین قرآن وحدیث کے مطابق ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کی راہ میں جہاد چاہے گزرے زمانے میں اسلام کے لیے تلوار اور ڈھال سے کیا ہو یا اس زمانے میں ایمان کے ساتھ اسلام کی سربلندی کے لیے مشین گن اور ٹینک سے کیا جائے۔ اللہ کے ہاں دونوں زمانے کے مجاہدین کے لیے ایک برابر اجر اور انعام ہے۔ اور وہ ہے اَلْجَنَّۃ۔

اس طرح جشن عید میلاد النبی کی بدعت ہے، سمجھایا جائے کہ دین اسلام میں کسی کا یوم پیدائش اور یوم وفات منانا جائز نہیں۔ کیوں کہ ایسا عمل خود نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت نہیں تو نیک اور انعام یافتہ بندوں کی راہ (صراط المستقیم) سے ہٹ جانے والے یہی بدعتی حضرات (جو ہر سال ۱۲ ربیع الاول کو بڑی عید کے نام سے مناتے ہیں) جواب میں کہتے ہیں کہ اس (عید میلاد النبی) کو سوائے ابلیس کے سب ہی خوشی مناتے ہیں۔

یہ پیٹ پرست اور مسلک پرست عقل کے اندھے اتنا نہیں سوچتے کہ یہ لوگ زبان سے کیا بک رہے ہیں۔ اس دن تو خود نبی ﷺ ازواج مطہرات، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، علی بن طالب، حسن و حسین اور اس طرح لاکھوں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی نے بھی تو خوشی نہیں منائی۔ تو اس حوالے سے وہ کیا ہوئے...؟

۱۲ ربیع الاول تو متفقہ طور پر نبی ﷺ کی وفات کا دن ہے (بخاری ومسلم) یہ نام نہاد جعلی عاشقان رسول اس دن بریانی، مٹھائیوں سے خوب اپنے پیٹ کے جہنم کو بھر کر خوشیاں منا رہے ہیں اور تمام ازواج مطہرات سمیت تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اس دن (۱۲ ربیع الاوّل) کو غمگین تھے اس دن خوشی منانے والے صرف یہود و نصاریٰ اور منافقین تھے۔ رسول ﷺ کی مدینہ آمد پر سارے اہل مدینہ (مسلمین) بڑے خوش تھے اور وفات پر بڑے غمگین ہوئے تھے۔ (مشکوٰۃ، باب وفات النبی) اس کے باوجود ان سچے مسلمین (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم) نے ان دونوں (ایام) کو اپنی زندگی میں کسی ایک سال بھی (میلاد یا برسی کی شکل میں) نہیں منایا۔

اصلی چاہنے والوں اور نقلی و جعلی چاہنے والوں میں فرق صاف ظاہر ہے۔

صحیح اور ٹھیک تاریخ پر نبی ﷺ کے یوم پیدائش پر حقیقی خوشی (عید میلاد النبی) نبی ﷺ کے سگے چچا ابولہب نے منائی تھی۔ انھوں نے یتیم بھتیجے کی پیدائش کا سن کر خوشخبری دینے والی لونڈی ثوبیہ کو اُسی وقت آزاد کر دیا۔ لیکن جب بھتیجے محمد بن عبداللہ نے پیغمبر بنائے جانے کے بعد اسی چچا ابولہب کو ایک اللہ (اللہ واحد) کی بندگی کی دعوت دی تو اُس نے رسول ﷺ کا کھل کر سختی کے ساتھ انکار کیا اور مخالفت کی۔ اس نافرمانی اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخالفت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے سگے چچا ابولہب کے لیے اپنی کتاب قرآن مجید میں فرمایا :- تَبَّتْ يَدَآ أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۝ مَآ أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُۥ وَمَا كَسَبَ ۝ (اللھب: ۲،۱) "ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہو گیا۔ نہ تو اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کا عمل"۔

اللہ کے رسول ﷺ کی پیروی اختیار نہ کرنے کی وجہ سے یہ ابولہب (سرکش) ہمیشہ کے لیے جہنمی ٹھہرادیا گیا۔ اگرچہ اس بدنصیب چچا نے نبی ﷺ کی پیدائش کی خوشی (عید میلادالنبی) صحیح تاریخ پر منائی تھی (آج تو کسی کو بھی نبی ﷺ کی پیدائش کی صحیح تاریخ معلوم نہیں نبی ﷺ کی تاریخ پیدائش میں اختلاف ہے)۔

اپنے یتیم بھتیجے سے ابولہب کو بڑا پیار تھا۔ ان کو بچپن میں گود میں اٹھایا، کھلایا، پلایا لیکن پیغمبر بنائے جانے کے بعد آپ ﷺ کی رسالت نہ ماننے اور پیروی نہ کرنے کی وجہ سے یہ سارا کچھ بے فائدہ ہوا اور ٹھکانہ ہمیشہ کے لیے جہنم ٹھہرا۔ قرآن کے مطابق کسی بھی پیغمبر کو بچپن میں گود میں اٹھانے، کھلانے، پلانے، پیار کرنے، یوم پیدائش منانے یا خود کسی بھی پیغمبر کا کسی بچے کو اپنی مبارک گود میں اٹھانے، پیار کرنے سے اُسے اس وقت تک کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک وہ اس پیغمبر پر ایمان لا کر مکمل اطاعت نہ کرے۔ مثلاً نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو بچپن میں گود میں اُٹھایا، بٹھایا اور پیار بھی کیا۔ لیکن باپ پیغمبر (نوح علیہ السلام) پر ایمان نہ لا کر اور بات نہ مان کر جہنمی ٹھہرا۔ آزر نے اپنے پیغمبر بیٹے ابراہیم علیہ السلام کو کھلایا، پلایا اور پدری محبت و شفقت دی۔ لیکن اپنے بیٹے ابراہیم علیہ السلام پر ایمان نہیں لایا اور جہنمی قرار پایا۔ لوط علیہ السلام کی بیوی اپنے پیغمبر شوہر کی صحبت میں ایک عرصے تک رہی لیکن شوہر پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے عذاب الٰہی کا شکار ہو کر جہنم چلی گئی۔

فرعون اور اس کی بیوی نے موسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں گود میں لیا، بیٹا بنا کر پیار محبت کی۔ لیکن بعد میں موسیٰ علیہ السلام پر فرعون ایمان نہ لا کر ہلاک ہوا۔ اور بیوی آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایمان لا کر جنت کی مستحق ٹھہریں۔

اسی طرح نبی ﷺ اور امتیوں کا بھی یہی معاملہ ہے۔ اللہ کے ہاں صرف بندے کے ایمان اور نیک اعمال کی قدر ہے۔ نبی ﷺ کا صرف نام لینے، پکارنے، نیاز دینے، جوتے والے جھنڈے اپنے گھروں، مکانوں پر لگانے یا بال، کرتہ وغیرہ رکھنے سے کوئی بھی کلمہ پڑھنے والا اللہ کے ہاں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ورنہ عبداللہ بن ابی جس کو نبی ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے اپنا کرتہ پہنا کر دیا تھا (بخاری) وہ کامیاب ہو جاتے لیکن اس کے باوجود دل میں محبت اور مکمل تابعداری نہ ہونے کی وجہ سے کلمہ پڑھنے والا بدبخت شخص جہنم کے نچلے حصے کا مستحق ٹھہرادیا گیا۔ اور نبی ﷺ کے کرتے نے اُسے کوئی فائدہ نہ دیا: إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (النساء:۱۴۵) "بے شک منافقین جہنم کے نچلے حصے میں ہونگے"۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کچھ مسلک پرست نبی ﷺ کو غیر بشر [۱] اور اللہ کے نور کا ٹکڑا یعنی ذات میں شریک ٹھہرانے کے لیے اتنا بڑھاتے [۲] ہیں کہ آپ کو مافوق البشر مخلوق سمجھ کر عجیب عجیب قصے گھڑتے ہیں۔ ان میں ایک بات یہ بھی کرتے ہیں۔ کہ نبی ﷺ کا خون، پیشاب، پاخانہ وغیرہ پاک تھا۔ اور باقاعدہ پورے قرآن اور صحیح احادیث کے مقابلے میں گھڑی ہوئی روایتیں اور قصے پیش کرتے ہیں۔ کہ فلاں صحابی نے نبی ﷺ کا خون پیا اور فلاں نے پیشاب۔ کتنی بڑی گستاخی ہے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی شان میں یہ ان گستاخوں کی زبان پر کیسے آیا اور ہاتھوں نے کیسے لکھنا گوارا کیا کہ ان پاک باز، پرہیز گار، حلال خور جنتی بندوں (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے خون پی لیا۔

---

(۱) نبی ﷺ کی آخری بیماری میں چچا عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بنو عبدالمطلب کے چہروں سے اُن کی موت پہچان لیتا ہوں۔ (بخاری، کتاب المغازی) نبی ﷺ اپنے خاندان بنو عبدالمطلب اور اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرح بشر تھے۔ صرف اتنا فرق تھا کہ آپ ﷺ پر اللہ کی طرف سے وحی آتی تھی۔ آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول تھے۔ اور صحابہ کرام پر وحی نہیں آتی تھی۔ وہ سارے اُمتی تھے۔ جس طرح صحابہ کرام کے لیے بحیثیت بشریت ایک موت لکھی ہوئی تھی۔ اس طرح نبی ﷺ کے لیے بھی اللہ کی طرف سے دنیا میں ایک موت مقرر تھی اور وہ آپ ﷺ کو ۱۲ ربیع الاول بروز پیر ۱۱ھ کو آگئی۔ اب نبی ﷺ، بنو عبدالمطلب، صحابہ کرام اور سارے انسان قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونگے۔ سارے انبیاء بشر گزرے ہیں۔ سب آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ آخری رسول ﷺ بنی آدم علیہ السلام تھے۔ یہی وجہ تھی جب معراج کے موقع پر آدم علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو ان دونوں نے نبی ﷺ کو صالح بیٹے اور صالح نبی کہہ کر خطاب کیا۔ اور دیگر انبیاء، عیسیٰ، یوسف، ادریس، ہارون و موسیٰ علیہم السلام نے صالح بھائی اور صالح نبی کہہ کر پکارا۔ (بخاری) ظاہر ہے بشر ہی آپس میں بھائی بھائی یا باپ بیٹا ہوسکتے ہیں۔

(۲) نبی ﷺ نے فرمایا "مجھے اتنا نہ بڑھانا جتنا نصاریٰ (عیسائیوں) نے عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم علیہا السلام کو بڑھا کر اللہ کے برابر کردیا۔ میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں۔ پس تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو (بخاری) ہم کلمہ اور اپنی صلوٰۃ میں اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ محمد۔ عَبْدُهٗ (اس کا بندہ) وَرَسُوْلُهٗ (اور اس کا رسول) ہیں۔ اگر ہم صرف بندہ مانیں گے اور رسول نہیں مانیں گے تو یہ کھلا کفر ہے۔ لیکن اگر ہم صرف رسول مانیں گے اور بندہ نہیں مانیں گے تو یہ بھی کھلا کفر ہے۔ بشر نہ مان کر آپ ﷺ کی شان گھٹائی جاتی ہے (معاذاللہ) کیوں کہ ایک منکر یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ جی نبی ﷺ کے لیے پانچ اوقات کی صلوٰۃ پڑھنا یا زیادہ رات بغیر نیند کے قیام کرنا عبادت کرنا، بغیر کھائے پیئے روزے رکھنا یا جنگوں میں طویل مسافت طے کرنا نہایت ہی آسان تھا۔ کیوں کہ آپ ﷺ ہماری طرح بشر نہیں تھے۔ نہ بھوک پیاس لگتی تھی۔ اور نہ تھکنے کی نوبت آتی۔ یہ عبادات ہمارے لیے مشکل ہیں کہ ہم تو بشر انسان ہیں۔ اس لیے ہم ان عبادات میں آپ ﷺ کی مکمل پیروی نہیں کرسکتے۔ اور پھر نبی ﷺ نے بھی یہ ساری عبادات بجالا کر مصیبتیں اور تکالیف برداشت کرکے کوئی بڑی قربانیاں نہیں دیں (معاذ اللہ) کیوں کہ بقول ان مسلک پرستوں کے آپ ﷺ بشر نہیں تھے۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ آپ ﷺ بشر رسول تھے۔ اور آپ کا اللہ کے پاس بندوں میں سب سے اعلیٰ مقام ہے۔ آپ ﷺ کو عالم الغیب ماننا، دراصل آپ ﷺ کے پاس جبرائیل کے آنے اور وحی نازل ہونے کا انکار ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہتا ہوا خون کسی کا بھی ہو، ایک مسلم پر یہ حرام ہے۔ اس کی وضاحت پورے قرآن و صحیح احادیث میں موجود ہے۔ یہ جو جھوٹی، من گھڑت روایت پیش کی جاتی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس کے بدن میں میرا خون شامل ہوا اس پر جہنم کی آگ حرام ہے۔ یہ جھوٹی روایت نبی ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن مجید اور صحیح احادیث کا صریحاً انکار ہے۔ خاص کر اس بات کی وضاحت نبی ﷺ کی اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کی ہوئی وصیت میں موجود ہے۔ کہ پیاری بیٹی میرے (خونی رشتہ کی) وجہ سے جنت میں نہیں جاسکو گی۔ اپنے ایمان اور نیک اعمال کی وجہ سے جاؤ گی اولاد بھی خون میں شامل ہے۔ اولاد کے خون میں ماں باپ کا خون شامل ہوتا ہے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے خون میں نبی ﷺ کا خون شامل تھا۔ لیکن اس کے باوجود اس طرح فرمایا (جس طرح نوح علیہ السلام کا خون بیٹے کے خون میں شامل تھا)۔ کیوں کہ قرآن و رسول اللہ ﷺ نے اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ اللہ کے ہاں کوئی بھی کسی پیغمبر یا ولی کے خونی رشتے کی وجہ سے کامیاب نہیں ہو سکتا۔ جب تک یہ خود اللہ کو خالص اِلٰہ نہ مانے اور اس کے پیغمبر کی مکمل پیروی نہ کرے۔ نبی ﷺ نے عبد اللہ بن ابی منافق کے منہ (بدن) میں اپنا پاک لعاب (تھوک) داخل فرمایا۔ (بخاری) اس کے باوجود اس پر جہنم کی آگ حرام نہیں ہوئی (توبہ)۔ تو جو چیز (خون) اللہ کی کتاب میں حرام ہے اور نبی ﷺ کی شریعت میں ناپاک ہو، تو اس کے پینے یا پیٹ میں جانے سے کسی مسلم کو فائدہ کیسے پہنچ سکتا ہے؟ اسی طرح نبی ﷺ خود اپنے بول و براز کو ناپاک سمجھتے تھے۔ رفع حاجت کے وقت دیگر انسانوں کی طرح دُور (باہر) تشریف لے جاتے یا اپنے گھر پردے میں فارغ ہوتے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: كَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ اِلَّا لِحَاجَةِ الْاِنْسَانِ (متفق علیہ) نبی ﷺ گھر میں (اعتکاف کی حالت میں) داخل نہ ہوتے سوائے انسانی حاجت کے لیے۔ حاجت سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ (ابن ماجہ، مشکوۃ) سب تعریفیں اللہ کے لیے جس نے مجھ سے یہ ایذا[1] (نجاست) دور کی اور مجھ کو عافیت دی۔ دوسری دعا "غُفْرَانَكَ" بھی فرماتے تھے۔ نبی ﷺ اللہ کے پیغمبر ہونے کے ساتھ ساتھ بشر بھی تھے۔ بشری کمزوریاں بھی لاحق ہوتی تھیں۔ اس دعا کو آج وہی

(۱). قرآن میں حیض کے لیے لفظ "اذیٰ" نجاست اور ناپاکی کے معنوں میں بیان ہوا ہے۔ (البقرہ) یہاں بھی نبی ﷺ کی دعا میں جو لفظ "اذیٰ" نجاست (ناپاکی) کا بیان ہوا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نبی ﷺ خود اپنے بول و براز کو ناپاک سمجھتے تھے اس لیے تو صفائی کے لیے بایاں ہاتھ استعمال فرماتے اور پھر اس ہاتھ کو زمین پر رگڑتے پاک چیز کو ہاتھ لگانے کے بعد کوئی بھی اپنے ہاتھ کو زمین پہ نہیں رگڑتا؟ کھانا پاک ہوتا ہے نبی ﷺ کھانا کھانے کے بعد اپنی انگلیاں چاٹتے" (بخاری) اور استنجا کے بعد اپنا بایاں ہاتھ زمین پر رگڑتے (ابوداؤد، نسائی) پاک اور ناپاک کا فرق نبی ﷺ کے عمل سے صاف ظاہر ہے۔ اس کے باجود بھی اگر کوئی نبی ﷺ کے بول و براز کو پاک سمجھتا ہے تو یہ قرآن و حدیث کا انکار نہیں تو اور کیا ہے؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلم سمجھ سکتا ہے۔ جس کو کبھی اچانک پیٹ میں تکلیف کے ساتھ حاجت کی ضرورت پیش آجائے اور پھر خیریت وعافیت کے ساتھ اپنے مقام پر پردے میں فارغ ہو جائے تو بے ساختہ اس کی زبان پر نبی ﷺ کی دعا کے یہ کلمات (چاہے عربی میں نہ ہوں اپنی زبان میں) جاری ہو جائینگے۔ قضائے حاجت کے بعد نبی ﷺ پانی سے استنجا فرماتے (بخاری ومسلم) اور پھر استنجا والے بائیں ہاتھ کو زمین (مٹی) پر رگڑتے "فَاسْتَنْجٰی ثُمَّ مَسَحَ یَدَہٗ عَلَی الْاَرْضِ"۔ (ابوداود، نسائی، مشکوٰۃ) ہاتھ کو تین مرتبہ دھوتے (مسلم) تاکہ ہاتھ کی ناپاکی اچھی طرح صاف ہو جائے (کیوں کہ اس زمانے میں صابن وغیرہ کا استعمال نہیں تھا)۔ ہمیں سچے ایماندار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین کی طرح اللہ کے احکامات اور اس کے آخری بشر رسول ﷺ کی سنتوں پر عمل اور آپ کی خلوص دل کے ساتھ مکمل پیروی اور اطاعت کرنی چاہیے اس میں ہم سب مسلمین کی اخروی نجات اور کامیابی ہے۔

نوٹ: ان نام نہاد مسلمین اور عاشقان کو موقع ملے تو آج یہ نبی ﷺ کی قبر کی ساری مٹی اور جالیاں، خانہ کعبہ کے پردے کعبہ کی دیواروں کی اینٹیں اور حجر اسود تک کے ٹکڑے کر کے تبرک سمجھ کر اپنے گھروں کو لے آئیں۔ لیکن ایسا کرنے کے لیے ان کو حکومت کی طرف سے اجازت نہیں ہے۔

بعض حضرات نبی ﷺ کے لیے یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا سایہ نہیں تھا۔ اس سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آپ ﷺ (معاذاللہ) اللہ کے نور کے ٹکڑے ہیں۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ نہ ذات کا تعلق ہے اور نہ نطفے کا۔ وہ سارے انسانوں (اپنے بندوں) کا رشتہ دار نہیں، خالق، مالک اور آقا ہے۔ زمین اور آسمانوں کی ہر چیز اس کی بنائی ہوئی مخلوق ہے۔ ایسے غلط وگمراہ عقائد رکھنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے خبر دار فرمایا ہے کہ اللہ کے بارے میں ایسی باتیں نہ گھڑ دیہ بڑا جھوٹ اور کفر ہے فرمایا: - وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ۚ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ ۔(الزخرف ۱۵) "اور انھوں نے اللہ کے لیے اس کے بندوں میں سے (اس کا) ایک جز (حصہ اور ٹکڑا) ٹھہرایا، یقیناً ایسا انسان کھلا کافر ہے"۔ نبی ﷺ سے فرمایا گیا: قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ ... (الاحقاف: ۹) "آپ (اے محمد ﷺ) کہیں کہ میں کوئی نرالا رسول نہیں ہوں" یعنی پہلے گزرے ہوئے رسل کی طرح ایک بشر رسول ہوں۔ وہ بھی سارے کے سارے آدمی بشر رسول تھے میں بھی ایک آدمی بشر رسول ہوں۔ اب ظاہر ہے انسان ہوگا تو انسانی جسم ہوگا اور پھر اس جسم کا سایہ بھی ہوگا۔ نبی ﷺ کا بنو عبد المطلب سے تعلق تھا۔ جب چچا عباس ﷺ کا سایہ تھا، بیٹی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نواسوں حسن وحسین رضی اللہ عنہما کا سایہ تو نبی ﷺ کا سایہ کیسے نہیں ہو سکتا۔ اگر بفرض محال نبی ﷺ کا سایہ نہ ہوتا یا سر پر ہمیشہ بادل کا ایک ٹکڑا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہتا تھا تو یہ تو بڑی نشانی اور معجزہ والی بات تھی پورے عرب علاقے میں مشہور ہوتی اور عوام الناس دور سے دیکھنے آتے۔ کسی انسان کا سایہ نہ ہونا یہ بڑی نشانی ہے۔ لیکن نبی ﷺ کے ساتھ ایسا نہیں تھا۔ بلکہ مکہ والے اور مخالفین رسالت تو آپ ﷺ سے خود کوئی ایک معجزہ یا نشانی دکھلانے کا مطالبہ کیا کرتے تھے۔ حیرانگی کے ساتھ اعتراضاً یہ کہا کرتے تھے۔ مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ..(الفرقان: ۷) ''کیسا رسول ہے کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔'' یعنی اُن کے والوں میں اور محمد بن عبد اللہ میں ظاہر کوئی فرق نہیں تھا۔ وہ کہتے ہم اپنے جیسے ایک عام انسان کو اللہ کا پیغمبر کیسے مان لیں؟ یا کوئی نشانی لے آئیں تو ہم مان لیں گے۔ کوئی بھی معجزہ یا نشانی نبی ﷺ کے اختیار میں نہیں تھا اور نہ یہ سایہ والی بات تھی ورنہ ضرور نشانی دکھلاتے۔ نبی ﷺ سے فرمایا گیا:- ...فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ...۔(الانعام: ۳۵) ''اگر آپ میں نشانی (معجزہ) دکھلانے کی اپنی طاقت ہے تو زمین میں سرنگ کے ذریعے یا آسمان پر زینہ کے ذریعے جا کر ان (مخالفین) کے پاس کوئی ایک نشانی لے آئیں''۔ لیکن نبی ﷺ کے پاس ایسا اختیار نہیں تھا۔

ہمیں اللہ سے ڈرتے ہوئے قرآن و صحیح احادیث کی باتوں پر ایمان لانا چاہیے نبی ﷺ کے زمانے کے مخالفین اسلام کی طرح ضد، عناد، ہٹ دھرمی سے اجتناب کرتے ہوئے غیر ضروری اور لاحاصل باتوں سے اپنے قیمتی ایمان، عقیدہ اور اعمال کو بچانے کی فکر کرنی چاہیے۔ دین میں فضول باتوں اور دلائل سے دور رہنا چاہیے۔ اگر آج کسی صحیح روایت سے نبی ﷺ کا سایہ ثابت نہیں ہو رہا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ کا سایہ نہیں تھا۔ اس طرح تو پہلے پیغمبروں، صحابہ کرام اور ازواج مطہرات کے سایے کا ہونا بھی کوئی ثابت نہیں کر سکتا۔ پھر بھی آپ ﷺ کا سایہ نہ ماننے والے حضرات کے لیے نبی ﷺ کی متفق علیہ روایت پیش خدمت ہے:- عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ ﷺ سبعة یظلهم اللہ فی ظله۔الحدیث سات اشخاص جن کو اللہ اپنے سائے میں رکھے گا'' ۔ (متفق علیہ) اس سے مراد اللہ کی رحمت کا سایہ بھی ہے اور نبی ﷺ تو رحمة للعٰلمین ہیں، جہان والوں کے لیے اللہ نے رحمت بنا کر بھیجا ایسی رحمت کا سایہ کیوں کر اور کیسے نہ ہو۔ قرآن میں اگر نبی ﷺ کے لیے نور کا لفظ آیا ہے تو چاند کے لیے بھی آیا ہے۔ فرمایا: وَجَعَلَ فِيْهِنَّ نُوْرًا..... (نوح:۱۶) ۔ ''اور آسمانوں میں (ہم نے) چاند کو نور بنایا''۔ لیکن چاند کا سایہ ہوتا ہے۔ یہ مشاہدہ سورج گرہن کے وقت کیا جا سکتا ہے۔ جب چاند کے سائے سے زمین پر دن کو اندھیرا چھا جاتا ہے۔ نبی ﷺ اگر بشر نہیں نور ہوتے تو اللہ سے اپنے لیے اس طرح دعا نہ فرماتے '' وَاجْعَلْ فِيْ نَفْسِيْ نُوْرًا '' (متفق علیہ) ''اے اللہ میرے نفس میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نور پیدا فرما"۔ اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا (مسلم ،مشکوۃ ، قیام الیل) "اے اللہ مجھے نور عطا فرما" اور پھر ہجرت کے وقت غار ثور میں یا دوران سفر دور سے چمکتے ہوئے نظر آتے کیونکہ اندھیرے میں معمولی روشنی (نور) بھی آسانی سے نظر آتی ہے۔

مسند احمد کی روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ ام المومنین زینب رضی اللہ عنھا کے ہاں تشریف لے گئے تو انھوں نے آپ ﷺ کا سایہ دیکھ کر آپ ﷺ کو پہچان لیا۔ اس طرح آج کل کی کلمہ پڑھنے والی بے پردہ خواتین سے جب پردہ کرنے کو کہا جاتا ہے تو بڑے باغیانہ انداز سے جواب دیتیں ہیں کہ پردہ دل کا ہونا چاہیے۔ ایسی خواتین سے مودبانہ عرض ہے کہ دل تو ویسے بھی پردے میں ہوتا ہے وہ نظر نہیں آتا ہے۔ پردہ تو نظر آنے والے پرکشش اعضاء کے لیے کرنے کا حکم ہے۔ خوبصورت انسان بنانے والے مہربان مصور وخالق نے اس قیمتی (عضودل) کو بڑی حفاظت (پردے) سے محفوظ جگہ میں رکھا ہوا ہے۔ دل انسان کے اپنے قبضے اور اختیار میں نہیں ہوتا۔ جو اعضاء انسان کے اپنے اختیار میں ہیں اور انسان اسے اپنی مرضی سے استعمال کرنے پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے قابل پردہ اعضاء کی حفاظت اور اُن کا دوسروں سے پردہ کرنے کا مسلمین کو حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں خاص کر مسلم خواتین کو اپنی نگاہیں نیچے رکھنے، اپنی زینت اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنے کا سختی کے ساتھ حکم فرمایا ہے۔ اور ایسی خواتین کو اپنی ساخت اور نظام کی وجہ سے فرمایا گیا ہے۔ باغیانہ باتیں کرنے والی خواتین سے عرض ہے کہ اللہ کا خوف کریں، دل کو اپنے حال پر چھوڑ دیں اور ظاہری نظر آنے والے جسم کے پردے کا خیال اور فکر کریں۔ اس کا اللہ کے ہاں حساب ہوگا۔ پردہ مسلم عورت کے لیے فرض اور عبادت ہے۔

بعض مرد وخواتین سے جب اللہ کی بندگی، عبادت کرنے کو کہا جاتا ہے تو اللہ کے خوف سے بے پرواہ ہو کر جواب میں کہتے ہیں کہ جی دل صاف ہونا چاہیے، حالانکہ واضح بات ہے کہ دل کا صاف یا خراب ہونا انسان کے ظاہری عمل سے ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً جس کا دل صاف ہوگا تو وہ نیکوکار ہوگا اپنے مہربان رب کے احکامات کی مکمل پابندی کرنے والا اور عبادت گزار ہوگا اور جس کا دل بیمار ہوگا تو وہ ظاہری طور پر بھی اللہ کا نافرمان اور ریاکار ہوگا۔ فرمانبردار، عبادت گزار مسلم انسان کا دل سلیم، صاف، شفاف اور نافرمان کا دل، گندہ، خراب اور بیمار ہوتا ہے۔ یعنی اللہ کا ظاہری حکم نہ ماننے اور عبادت کی پابندی نہ کرنے والے بندے اور بندی کا دل ہرگز صاف نہیں ہوتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارمان صاحب اپنے اساتذہ ودیگر مسلکی علماء کی طرح اعتراض کرتے ہوئے اپنے خط میں لکھتے ہیں کہ "اگر ڈاکٹر مسعود عثمانی اور اُن کے ساتھی مُردوں کے سننے کے بارے میں عقل استعمال کرتے ہیں تو پھر یہ بتائیں کہ قطب شمالی اور قطب جنوبی والے جہاں چھ مہینے کی رات اور چھ مہینے کا دن ہوتا ہے صلوٰۃ کیسے پڑھیں گے؟

ارمان بھائی! اس عقل ہی کی وجہ سے تو انسان زمین کا حکمران ہے اپنے سے کئی گنا زیادہ طاقتور اور بڑی جسامت والی مخلوق پر حکومت کرتا رہا ہے۔ عقل بڑی نعمت ہے۔ لیکن ایمان کمزور ہونے کی وجہ سے عقل بھی کمزور ہو جاتی ہے انسان کی شعوری اور سمجھنے کی قوتیں متاثر ہو جاتی ہیں۔

بھائی قطب شمالی و جنوبی والی بات تو آج کل کے حساب سے بڑی آسان ہے مثلاً قرآن فرماتا ہے: ۔ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ... (البقرہ: ۱۸۷) "تم (اے مسلمین) کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے الگ (ظاہر) ہو جائے پھر رات تک اپنے صوم کو پورا کرو۔" یہاں سفید اور سیاہ دھاگے کی بات نہیں ہو رہی ہے۔ رمضان کے صوم کا ٹائم ٹیبل بیان ہو رہا ہے۔ اگر رمضان میں بادل چھائے ہوں۔ (جس طرح اکثر ہوتا ہے) اور فجر ہو چکا ہے لیکن سیاہ بادل چھائے ہوئے ہیں۔ تاریکی ہے جس کی وجہ سے سفیدی نظر نہیں آرہی ہے تو کیا ہم پاکستانی مسلمین اُس وقت تک صوم بند نہیں کریں گے۔ یعنی کھاتے پیتے رہیں گے۔ جب تک سفیدی نہ دیکھ لیں یا اندھیرا ہونے کی وجہ سے فجر کی صلوٰۃ وقت پر نہیں پڑھیں گے؟ نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ بادلوں (اندھیرے) کی وجہ سے سورج کے طلوع ہونے یا غروب ہونے سے یہاں پاکستان میں ہمارے صوم اور صلوٰۃ پر کوئی فرق نہیں پڑتا ۔کیوں کہ پاکستان میں پورے سال کے عبادات، صوم، صلوٰۃ کے اوقات مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ تقریباً ہر گھر اور ہاتھ پر گھڑی ہے جس کی وجہ سے یہاں کے رہنے والوں کو کوئی پریشانی نہیں۔ کبھی انھوں نے سفید سیاہ دھاگے دھاری کو دیکھنے کی کوشش اور فکر نہیں کی اور نہ کرتے ہیں۔

اس طرح ان قطب شمالی و جنوبی والے علاقوں میں بھی ذمہ دار عقلمند انسانوں نے پورے سال کے دن رات کا حساب لگا کر اپنے اوقات مقرر کر دیئے ہیں۔[1]

---

(۱) یہ جو آج ہم اور آپ اس علاقے کی نسبت چھ مہینے رات اور چھ مہینے دن کا کہتے ہیں تو یہ اس لیے تو کہتے ہیں کہ وہاں کے باشندوں نے ایک دن (روشنی) کا حساب چھ مہینے کے برابر لگایا ہے یعنی وہ روشنی ایک دن کی نہیں ہے چھ ماہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح رات (اندھیرا) ہے اس تاریکی کو بھی اُنھوں نے چھ ماہ میں تقسیم کر دیا ہے۔ یعنی یہ روشنی اور تاریکی ایک رات اور دن نہیں ہے۔......

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باقاعدہ ان علاقوں کے باشندے ڈیوٹیاں کرتے ہیں۔ دیاڑیاں لگاتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ وہاں چھ ماہ کام کرنے والے ملازم، ورکر مثلاً آپریٹر، ڈرائیور، نرس، مولوی [1] اور خاکروب وغیرہ کو ایک دن کا حساب لگا کر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۸ کا:..... اُن کا سال بھی دوسرے ممالک کی طرح ۱۲ مہینوں کا ہوتا ہے اور باقاعدہ اُن لوگوں نے بھی ہماری طرح اپنے سالانہ نقشے بنائے ہوتے ہیں۔ ارمان صاحب کا مندرجہ بالا سوال تو خود ان کے خلاف قرآن واحادیث کی روشنی میں عقل استعمال کرنے والوں کا سوال ہے۔ آپ کے استاذان حکیم کمال عثمانی (ہمدرد) اور ماسٹر مفتی ابو جابر دامانوی کی تو ان علاقے قطب شمالی وجنوبی والوں کے صوم اور صلوٰۃ کے خلاف فتویٰ دینا چاہیے کہ ان کی صلوٰۃ اور صوم اوقات کے لحاظ سے صحیح نہیں ہیں اور کہنا اور لکھنا چاہیے کہ وہ دونوں صرف قرآن واحادیث کے اوقات مانتے ہیں۔ اور قرآن واحادیث میں فجر کی صلوٰۃ طلوع آفتاب سے پہلے مغرب اور عشاء غروب آفتاب کے بعد اور ظہر، عصر سورج ڈھلنے کے بعد ادا کرنی چاہیے۔ لیکن یہاں تو یہ دونوں اُستاذان قرآن واحادیث کے خلاف عقل والوں کی بات یعنی عقل کے استعمال کو مان رہے ہیں۔ کوئی ہے جو ان دونوں مسلک پرستوں سے پوچھے کہ یہاں قرآن واحادیث کے مقابلے میں عقل کی بات کیوں مانتے ہو؟ یہ حضرات عقل والے مسلمین کو غیر عاقل (بے عقل) بنانے کے لیے یہ بھی کہتے ہیں کہ ریح نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟ یہ بھی تو عقل کے خلاف ہے۔ حالاں کہ یہ عقل کے خلاف ہرگز نہیں عین عقل، فطرت اور پاک دین (اسلام) کے مزاج کے مطابق ہے۔ نبی نے ریح خارج ہونے پر وضو تازہ کرنے کا حکم فرمایا ہے، اگر اس سے وضو پر کچھ فرق نہ پڑتا اور آزادی وچھوٹ ہوتی تو اللہ کے گھر مسجد میں عبادت (صلوٰۃ) کے وقت اجتماع میں بدبو کی وجہ سے لوگوں کی عبادت میں خلل پڑتا خود مسلمین کو اور فرشتوں کو اس سے پریشانی اور تکلیف ہوتی۔ مساجد میں جماعت کے وقت حلال پیاز ولہسن وغیرہ کے کھانے کو بھی اس لیے منع کیا گیا ہے تاکہ دوسرے صلوٰۃ ادا کرنے والوں اور فرشتوں کو ان چیزوں کی بدبو سے تکلیف اور ایذا نہ پہنچے۔ اس کے برعکس خوشبو لگانے کی نصیحت کی گئی ہے۔ جسے انسان اور فرشتے پسند کرتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ ریح کے اخراج پر وضو کا حکم عین پاکیزگی، دینی اور مسلمین کے مفاد کی بات ہے یہ خلاف عقل یا خلاف دین اسلام نہیں۔ اسی طرح بدکاروں کو کوڑے لگانے والی بات (اعتراض) کہ استعمال تو الگ اعضاء ہوتے ہیں اور کوڑے سزا کے طور پر پیٹھ پر لگائے جاتے ہیں؟ دراصل انسان کے دیگر اعضاء، دل ودماغ کے ماتحت ہوتے ہیں انسانی اعضاء جب بھی استعمال ہونگے تو انجام کار خوشی اور دکھ دل ودماغ کو ہی ہوگا۔ درد تکلیف دانت میں ہو یا پیر کے ناخن میں تکلیف وبے آرامی دل ودماغ کو ہی ہوتی ہے۔ اسی دل ودماغ کے خراب ہونے کی حالت میں اگرچہ دیگر اعضاء سالم ہوں، انسان دکھ درد یا خوشی کے احساس سے محروم رہتا ہے۔ بدکاری کے وقت شیطانی خوشی بھی دل ودماغ کو ہوتی ہے اور سزا کے وقت کی تکالیف اور درد کا احساس بھی دل ودماغ کو ہورہا ہے۔ اس لیے بدکاروں کو پیٹھ پر کوڑے مارنا یہ خلاف عقل نہیں۔

(۱) عبادات صلوٰۃ پڑھانے، قرآن پڑھانے، تبلیغ کرنے پر اجرت لینا حرام ہے۔ یہ مسلمین کی عبادات ہیں۔ اور ہر قسم کی عبادت خالص اللہ کے لیے ہونی چاہیے۔ خاص کر علماء حق جو اپنے آپ کو انبیاء کے وارث کہلاتے ہیں۔ انھیں انبیاء علیہم السلام کی طرح آخرت میں اللہ کے ہاں اپنی دینی محنت کا بھرپور اجر ملے گا۔ آخری اُمت کے سارے مسلمین بشمول علماء قرآن وحدیث کے حوالے سے اپنے عظیم رب اللہ سے یہ وعدہ اور اقرار کرتے ہیں کہ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الانعام: ۱۶۲) "بے شک میری صلوٰۃ، میری عبادت (قربانی) میرا جینا، میرا مرنا، اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔" جس طرح قربانی کرنے کے بعد ایک مسلم اِس کا گوشت، چمڑا (کھال) نہیں بیچ سکتا (کیوں کہ اس طرح دنیاوی مفاد حاصل..... بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنخواہ یا اُجرت دی جاتی ہے بلکہ پورے ماہ کے حساب سے اُجرت (تنخواہ) ملتی ہے۔ پڑوسی ممالک میں دن رات کا جو حساب بنتا ہے وہی وہاں قطب شمال و جنوبی میں بھی ہے۔ رمضان کا مہینہ پڑوسی ممالک میں شروع ہوتا ہے تو وہ لوگ بھی صوم شروع کرتے ہیں۔ ۲۹ یا ۳۰ ایام کے بعد پڑوس میں رمضان کا مہینہ ختم ہو جاتا ہے تو یہ لوگ بھی ختم کر دیتے ہیں۔ ایسا نہیں ہوتا کہ پڑوسی ممالک میں رمضان کا مہینہ ۲۹ یا ۳۰ دن کے بعد ختم اور پورا بھی ہو چکا ہے اور یہاں ابھی ایک صوم بھی مکمل نہیں ہوا ہے۔ اس مسئلے کی وضاحت صحیح روایت میں بھی موجود ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ دجال زمین پر چالیس دن رہے گا اور اس میں ایک دن ایک سال کے برابر، ایک دن

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۹ کا: ... کرنے سے قربانی کا جذبہ اجر و ثواب اللہ کے ہاں ختم ہو جاتا ہے) اسی طرح صلوٰۃ پڑھنے یا پڑھانے والا بھی قربانی کی طرح اپنی اپنی صلوٰۃ نہیں بیچ سکتا۔ ورنہ یہاں بھی اجر و ثواب ضائع ہو جائے گا۔ صرف دنیا مل جائے گی۔ وقت کی پابندی کا بہانہ بنا کر صلوٰۃ و درس قرآن و حدیث پر اُجرت لینا بھی حرام ہے۔ کیوں کہ "وَمَحْيَایَ" میں مسلم کی پوری زندگی اللہ کے لیے وقف ہو گئی۔ اور زندگی ہی وقت کا دوسرا نام ہے بلکہ وقت ہی زندگی ہے۔ کسی کی زندگی ختم ہونے پر ہم یہی کہتے ہیں کہ اس کا وقت پورا ہو گیا۔ صلوٰۃ یا کسی عبادت پر لگائے ہوئے وقت یا مال کا اجر ہر مسلم کو صرف اللہ کے ہاں ملے گا۔ یہی اقرار اور عہد امام اور مقتدی اپنی صلوٰۃ میں کرتے ہیں۔ کہ "التحیات للہ والصلوٰت ـــ"، "ہماری تمام قولی (زبانی) اور بدنی و فعلی عبادتیں خاص اللہ کے لیے ہیں "قرآن کی تلاوت اور درود پڑھنا یہ قولی عبادت ہے۔ اور صلوٰۃ (قیام، رکوع، سجدے، قعدہ) یہ فعلی عبادت ہے۔ یہ عہد ہم پانچ وقت صلوٰۃ میں مہربان آقا سے بار بار کرتے ہیں۔ اپنے عظیم محسن اللہ سے بے وفائی، بد عہدی اور نافرمانی سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اور اللہ کے حرام کو اپنے یا کسی اُستاد کے کہنے پر حلال نہیں سمجھنا چاہیے۔ صلوٰۃ مسلمین کے لیے فرض عین ہے اور فرض ہی کے طور پر ادا کرنی چاہیے پیشے کے طور پر نہیں۔ ہر بالغ مسلم پر اللہ کی عبادت فرض ہے۔ چاہے یہ عالم ہو یا ان پڑھ یہ حلال محنت مزدوری، تجارت وغیرہ بھی کریگا اور صلوٰۃ بھی وقت پر ادا کریگا۔ رمضان کے صوم بھی رکھے گا۔ صلوٰۃ ایسی عبادت ہے کہ بیمار، اندھے، لُولے لنگڑے عورتوں اور (بیواؤں، بالغ، یتیم، بچیوں) اور غریب مسکینوں پر بھی اپنے وقت کے لحاظ سے فرض ہے یہ مذکورہ مسلم بندے بھی ہرگز یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے کھانے یا معاش کا کوئی انتظام نہیں ہے اس لیے ہم صلوٰۃ نہیں پڑھ سکتے۔ بادر کھیں اگر یہ مجبور و معذور افراد بھی فرض صلوٰۃ ادا نہیں کریں گے تو اللہ کے ہاں سخت گرفت ہو گی تو پھر ایک اچھے صحت مند موٹے تگڑے، مرد عالم دین کو اپنی صلوٰۃ پر دوسرے مسلمین سے اجرت یا کھانا مانگنے کا حق کیسے ہو سکتا ہے؟ اور پھر ظلم یہ ہے کہ ان علماء کو کھلانے والوں میں بیوائیں اور یتیم بچے بھی شامل ہوتے ہیں۔ ایسے اجرتی ائمہ اور علماء کو مرنے سے پہلے اپنی نماز اور دیگر عبادات اپنے حقیقی آقا کا حکم اور حق سمجھتے ہوئے وفادار اور مخلص بندے بن کر فی سبیل اللہ وقت پر ادا کرنی چاہیں کیوں کہ اپنی عبادت کے لیے انسانوں کو پیدا کرنے والے ربّ کے پاس بھی ایک دن جانا ہے۔ "اپنے ربّ کو کیا جواب دو گے اے مولوی! فکر و غم تم کو آخرت کی ذرا بھی نہیں" فرمان الٰہی ہے "بے شک صلوٰۃ بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے" (عنکبوت: ۴۵)۔ غیر محرم عورتوں پر دم ڈالنا، ان سے بے حجابی میں باتیں کرنا یا محبت کی تعویذات لکھنا یہ سارے بے حیائی کے کام ہیں اور جو یہ کام نہیں چھوڑتا کھلا بدکار اور بے حیا ہے ایسے بے حیا اور بدکار شخص کے پیچھے حیادار، ایماندار، حلالی اور پرہیزگار مسلم کی صلوٰۃ ہرگز نہیں ہوتی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک ماہ کے برابر، ایک دن ہفتہ کے برابر اور بقیہ دنوں کی طرح ہونگے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ادن ایک سال کا ہوگا تو کیا اُس میں ایک دن کی صلوٰۃ کافی ہوگی؟ نبی ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ تم اندازہ کر کے صلوٰۃ پڑھتے رہنا۔ (رواہ مسلم: کتاب الفتن، باب ذکر الدجال، بحوالہ تاریخ المسلمین صفحہ نمبر ۵۵۵)

ارمان صاحب! آپ کی مثال میں آپ کے سوال کا جواب موجود ہے۔ مثلاً معذور شخص جس کے ہاتھ پیر وغیرہ نہ ہوں وہ سجدہ، رکوع، قیام، قاعدہ کیسے کریگا؟ ظاہر ہے ایسا معذور شخص جیسے پڑھ سکتا ہے ویسے ہی صلوٰۃ پڑھے گا ادا کریگا۔

آپ کی اپنی مثال سے بات واضح اور صاف ہوگئی۔ جس طرح یہ شخص معذوری کی وجہ سے جیسے اُس کے لیے آسانی ہو ویسے ہی اپنی صلوٰۃ ادا کریگا۔ اسی طرح قطب شمالی و جنوبی والے مسلمین بھی اپنے خطے اور دنیاوی محل وقوع کے اعتبار سے معذور ہیں وہ اپنے قریب دیگر ممالک کے اوقات کے حساب سے اپنے صوم، صلوٰۃ کا ٹائم ٹیبل بنا کر مقررہ اوقات میں ان کی ادائیگی بجالائیں گے۔ اللہ کے ہاں کوئی گرفت نہیں ہوگی۔ کیوں کہ معذور و مجبور ہیں۔ شریعت کی رو سے اگر ہاتھ پیر رکھنے والا مکمل انسان (مسلم) بھی بیماری (معذوری و مجبوری) میں اپنی صلوٰۃ بیٹھ کر، لیٹ کر یا اشارہ سے پڑھ لے یعنی جیسے اس کے لیے آسانی ہو تو بھی کوئی گناہ نہیں۔ اللہ کے ہاں ان شاء اللہ پورا اجر وثواب اسے ملے گا۔ اسی طرح ایک بیمار یا مسافر مسلم گرمیوں کے بڑے دن کے صوم مجبوری سے چھوڑ کر اگر بعد میں ٹھنڈے موسم کے دنوں میں اپنے قضا صوم کی گنتی پوری کرے تو اللہ کے ہاں اس کے اجر وثواب میں ذرا بھی فرق نہیں پڑھتا۔ کیوں کہ گرمیوں کے دنوں میں بیماری یا سفر کی وجہ سے مجبور (معذور) تھا اسی طرح ان علاقوں (قطب شمالی و جنوبی) کے مسلمین کے صوم کے اوقات میں بھی اگر دوسروں سے ایک آدھ گھنٹے کا فرق ہو تو اللہ کے ہاں ان کی پکڑ نہیں ہوگی کیوں کہ یہ علاقائی وزمینی تعلق سے معذور و مجبور ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے: لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ...(البقرہ: ۲۸۶) ...يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ... (البقرہ: ۱۸۵) "(اے ایمان والو!) اللہ تمھارے لیے آسانی چاہتا ہے سختی نہیں"۔

ارمان صاحب! دیکھا آپ نے عقل اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ عقل رکھنے والوں ہی نے قطب شمالی و جنوبی میں دن رات کے عبادات کے اوقات مقرر کیے ہیں۔ اسلام تو ہے ہی عقل مندوں کا دین۔ قرآن و صحیح احادیث کی باتیں اور احکامات عقل والوں کے لیے ہیں۔ غیر عاقلوں، پاگلوں یا نابالغ بچوں کے لیے نہیں فرمایا گیا:

-اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ...(آل عمران: ۱۹۰) "بے شک آسمانوں اور زمین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی پیدائش اور رات و دن کے بدل بدل کر آنے جانے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں"۔ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ.....لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴿۱۶۴﴾(البقرہ: ۱۶۴) "بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدل بدل کر آنے جانے میں..... عقل مند لوگوں کے لیے (بڑی) نشانیاں ہیں"۔

اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴿۱۹﴾ (الرعد: ۱۹) "بے شک نصیحت تو وہی (انسان) قبول کرتے ہیں جو عقلمند ہوں"

یاد رہے کہ دنیاوی زندگی میں معذور انسان (مسلم) کے ساتھ عبادت میں تو رعایت ہے لیکن ایمان اور عقیدے میں اس کے ساتھ بھی ذرا رعایت نہیں۔ اگر جسمانی طور پر معذور آدھا دھڑ والا انسان بھی کفر و شرک پر مرے گا تو عذاب اُس کو برزخ میں پورا ہو گا۔ کیوں کہ مرنے کے بعد ہر انسان کو برزخ میں مکمل اور پورا جسم دیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک مجرم شخص کا جسم ایکسیڈنٹ یا بم دھماکہ میں ٹکڑے ہو کر الگ الگ دفن کر دیا جائے یا کچھ دفن ہو جائے اور کچھ باہر رہے تو کچھ فرق نہیں پڑتا کیوں کہ عذاب اس جسم کے الگ الگ ٹکڑوں پر نہیں ہوتا بلکہ برزخ میں الگ مکمل برزخی جسم (کے مجموعے) کو ہوتا ہے۔ جو وہاں قیامت تک برقرار رہتا ہے۔ یہ دنیاوی معذور، آدھا یا ٹکڑے شدہ پورا انسانی جسم یہاں اس دنیا (زمین) میں موت کے بعد بے روح، بے جان اور بے حس پیچھے رہ جاتا ہے جو بعد میں وقت کے ساتھ ساتھ کچھ عرصے کے بعد ختم ہو کر فنا کے گھاٹ اُتر جاتا ہے یا اسی قطب شمالی و جنوبی والی مثال کے تعلق سے اگر کسی مجرم، گنہگار کو چھ ماہ تک دفن نہ کیا جائے تو کیا یہ چھ ماہ تک عذاب سے محفوظ رہے گا؟ یا نیک ایماندار شخص کو چھ ماہ تک زمینی قبر میں دفن نہ کیا جائے تو کیا یہ اتنے عرصے راحت و خوشی سے محروم یا دُور رہیگا؟ ہرگز نہیں کیوں کہ مرنے کے ساتھ ہی برزخ میں ہر دو اعمال کرنے والوں کو فوراً اپنے کیے کا بدلہ ملنا شروع ہو جاتا ہے۔ اللہ کا اٹل قانون کسی کے دفن ہونے کا محتاج نہیں۔ مرنے کے ساتھ ہی فوراً اللہ کے حکم سے برزخ میں عذاب و راحت کا احساس شروع ہو جاتا ہے۔ پہلے انسان آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک ہر انسان کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہی سنت اور قانون بنایا ہے۔ جسے کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ مر جانے والے مردوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے اپنے سچے رسول ﷺ پر زندہ انسانوں کے لیے قرآن میں واضح کھلا اور روشن قانون نازل فرمایا ہے جس میں بتا دیا گیا ہے کہ: "مرے ہوئے بے جان ہوتے ہیں"۔ (النحل: ۲۱) "اگر تم انھیں پکارو وہ تمھاری پکار نہیں سنتے"۔ (الفاطر: ۱۴)

قیامت تک وہ (بے جان مردہ) کسی کو جواب نہیں دے سکتے (کیوں کہ وہ ان کی پکاروں سے غافل ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اللہ تعالیٰ نے ان کی موت کے وقت ان کی روح اپنے پاس روک لی ہے"۔ (الزمر: ۴۲) "اب قیامت کے دن تم (سب مرنے والے) زندہ کیے جاؤ گے"۔ (المومنون: ۱۶) اور جب (یعنی قیامت کے دن) روحیں (جسموں سے) ملادی جائیں گی" (التکویر: ۷)

لاریب قرآن واضح اعلان فرماتا ہے کہ زندے اور مردے برابر نہیں[1] (فاطر: ۲۲) یعنی زندے (روح والے) اور مردے (بے روح) صفات میں ایک دوسرے کی ضد اور اُلٹ ہوتے ہیں۔

لیکن یہاں مردہ پرستی اور قبر پرستی کے شوق نے مردوں کو زندوں سے بھی زیادہ طاقتور اور کام والا بنادیا ہے۔ باہر کھڑا زندہ انسان تو اندر قبر میں پڑے ہوئے کو نہیں دیکھ سکتا لیکن اندر پڑا ہوا پتھروں کے پیچھے اور منوں مٹی کے نیچے سے آنکھیں بند کیے ہوئے باہر کھڑے ہوئے کو اچھی طرح واضح دیکھ رہا ہے۔ یہ عقائد اور نظریات موجود فرقوں کے معمولی مولویوں کے نہیں بلکہ ان سے پہلے ابن تیمیہ اور ابن قیم وغیرہ کے بھی تھے۔

(کتاب الروح، فتاویٰ الکبریٰ)

زندہ انسان بغیر کھائے پیے کچھ دنوں بعد ضعف اور کمزوری کی وجہ سے دوسروں کو پہچاننے کے قابل نہیں رہتا بلکہ دھیرے دھیرے بھوک وپیاس کی شدت سے نڈھال ہو کر بے ہوش اور آخر کار مر جاتا ہے۔

لیکن یہاں عقیدہ ہے کہ پہلے سے مرا ہوا بغیر کھائے پیے اپنی قبر (گڑھے) میں سالہا سال سے آنکھیں کھولے ہوئے ہر آنے جانے والے کو پہچان لیتا ہے[2] سویا ہوا انسان زندہ ہو کر بھی نیند میں بے خبر اور بے شعور ہوتا ہے۔ اور مُردہ موت کی ابدی نیند سو کر بقول ان نام نہاد آئمہ حق اور ان کے پیروکاروں کے ہر وقت بیدار، خبردار اور ہوشیار رہتا ہے حالاں کہ موت کے وقت اس مُردے میں اپنی پتھرا جانے والی آنکھیں بند کرنے یا حرکت دینے کی طاقت بھی باقی نہیں رہتی کیوں کہ موت کے ساتھ اس کا سارا نظام بشمول بصارت ساکت

(۱) قرآن کے مطابق مردہ اور بہرہ سماعت میں برابر ہیں۔ دونوں نہیں سنتے ایک نہ سننے والا قبر کے اندر ہے اور دوسرا قبر سے باہر۔ مردہ اور اندھا بصارت میں برابر ہیں دونوں نہیں دیکھ سکتے۔ ایک اندھا قبر کے اندر اور دوسرا اندھا قبر کے باہر ہے۔ اسی طرح جیسے جاگا ہوا اور نیند والا برابر نہیں۔ جاگا ہوا دیکھتا ہے سنتا ہے، لیکن سویا ہوا نہ دیکھتا ہے نہ سنتا ہے۔ لیکن سوایا ہوا نہ دیکھتا ہے نہ سنتا ہے۔ جاگا ہوا کوئی چیز پکڑ سکتا ہے لیکن سویا ہوا کسی چیز پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا بلکہ پہلے سے پکڑی ہوئی چیزیں ہاتھوں سے گر جاتی ہے۔ آنکھوں پر پٹی باندھے ہوئے زندہ اور بیدار شخص کو کچھ نظر نہیں آتا تو قبر کے اندر آنکھیں بند کیے ہوئے مُردہ پتھر کی موٹی تہہ کے پیچھے سے یہ مردہ کیسے دیکھ لے گا۔ "افلا تعقلون"

(۲) مردے قبر کے اندر زندہ ہو کر لوگوں کو پہچانے والا عقیدہ اپنانا نہ صرف قرآن کے دو زندگیوں کے عقیدے کے خلاف ہے بلکہ یہ عقیدہ مردے کو عالم الغیب بھی ثابت کرتا ہے جس سے قرآن کی بے شمار آیات اور صحیح احادیث کا انکار لازم ہو جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جاتا ہے۔ زندہ رشتہ دار اس میت کی کھلی آنکھیں اپنے ہاتھوں سے بند کر دیتے ہیں اور پھر یہ بند آنکھیں قیامت سے پہلے ہر گز کھل نہیں سکتیں (اور نہ دیکھ سکتی ہیں)۔[1] عقل والوں کے لیے اس میں بڑا درس ہے۔

زندہ قید انسان چاہے کوئی بھی ہو، پیر، مولوی، مرید، شاگرد، فوجی وغیرہ ہو بند کمرے کی دیوار یا چھت کو بغیر اسباب اور اوزار کے توڑ کر باہر نہیں آسکتا[2] لیکن یہاں قبر والے کے بارے میں یہ عقیدہ کہ مردہ بے جان مدفون اپنی بند قبر سے بغیر اسباب اور اوزار کے قبر کی مٹی اور مضبوط رکھے ہوئے سلیب یا پتھر بار بار ہٹا کر نکل آتا ہے اور زمین پر رہنے والوں کے کام نمٹا کر دوبارہ اپنی قبر (مردہ خانے میں داخل ہو کر اپنے اوپر سلیب رکھ کر اور مٹی ڈال کر آرام سے سو جاتا ہے۔[3]

پھر تو ایسے لاجواب اور باکمال مردوں کو باہر اور ناکارہ و بے حس زندوں کو قبر (مردہ خانے) کے اندر رکھنا

---

(۱). ...ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنظُرُونَ ﴿٦٨﴾ (الزمر: ٦٨) "پھر دوسری بار (صور) پھونکا جائے گا تو (سارے مردے) کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے"۔

(۲). گزرے زمانے میں کتنے انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو زندہ قید میں رکھا گیا ہے یہ نیک اللہ والے بندے بھی بغیر اسباب کے دوران اسیری کے بند کمروں یا قید خانوں سے باہر آنہ سکے۔ یوسف علیہ السلام کنویں اور جیل سے بغیر اسباب کے باہر نہ آسکے۔ یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے نہ نکل سکے۔ اسی طرح یہ مقبول بندے وفات کے بعد قبروں سے مدد کے لیے قیامت تک نکل نہیں سکتے۔ ان سے مدد مانگنا کفر و شرک ہے۔ قرآن و حدیث کے مطابق انسان مرنے کے بعد اگر کھڑا ہے تو بے جان ہو کر گر جاتا ہے جیسے سلیمان علیہ السلام فوت ہو کر گر گئے (سبا: ۱۴) اور پھر اٹھ نہ سکے لیکن یہاں مشرک کا یہ عقیدہ کہ لیٹا ہوا مردہ کھڑا بھی ہوتا ہے، چلتا ہے، دوڑتا ہے حتی کہ ہواؤں میں قطب ابدال اور غوث بن کر اڑتا ہے، اور پھر پکارے جانے پر یہ ہر فن مولا مردہ بابا تینوں قسم کی افواج (بری، بحری، فضائی) کی مدد کو بیک وقت پہنچ جاتا ہے۔

(۳). سرکاری ہسپتالوں کے مردہ خانوں پر اگر مہتروں اور جمعداروں کی جگہ پیشہ ور پیر اور مولوی مقرر ہوتے تو یہ لاشوں کے لواحقین سے رقم ہتھیانے، ان کو خوش کرنے یا تحفے تحائف وصول کرنے کے لیے لاشوں سے طرح طرح کی جھوٹی باتیں منسوب کرتے کہ جی فلاں مردہ (آپ کے عزیز) تو ساری رات ذکر کر رہا تھا۔ سورۃ یٰسین کی تلاوت کر رہے تھے۔ فلاں مردے (میت) کا چہرہ چمک رہا تھا، اور فلاں اماں اماں اور ابا ابا کی صدا لگا رہا تھا۔ اس لیے کہ مردوں کے نام پر کھانا اور اس طرح کی جھوٹی باتیں بنانا اس پیر اور مولوی کا پیشہ اور مجبوری ہے۔ چوں کہ ان سرکاری مردہ خانوں کے ذمہ دار ان مذہبی لوگوں کے بجائے مہتر، جمعدار اور دوسرے غیر مذہبی بے علم حضرات ہیں۔ جو اس قسم کی جھوٹی باتیں بنانے سے عاری ہیں ایسے واقعات بنانے کے عادی اور ماہر نہیں۔ اس لیے یہ ہسپتالی مردہ خانے مردوں کی کرامات، مردے کے اٹھنے، بیٹھنے، کلام کرنے، سلام کا جواب دینے اور ہاتھ ملانے جیسے واقعات سے آج تک محفوظ ہیں۔ کل کی خبر اللہ ہی کو ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہیے۔(1) کیا قرآن کا عالم اور محمد ﷺ کا کوئی ہوشمند و عاقل اُمتی یہ درج بالا باطل عقائد مان سکتا ہے؟ ظاہر ہے ہرگز نہیں۔ رہے میت اور قبر پرست مشرک، لاشوں کے کرتب، کمالات و کرامات کے قائلین جانور نما بے عقل انسان کو اگر آج قرآن وحدیث کا یہ آسان اور واضح پیغام " مردے خاک ہو جاتے ہیں اور قیامت کے دن نئے سرے سے دوبارہ مٹی سے بن جانے والا مفہوم سمجھ میں نہیں آتا" تو موت کے وقت فرشتوں کے مارنے اور پھر اللہ کی عدالت میں قرآنی فیصلے سُننے اور آنکھوں سے جہنم کی آگ کے شعلوں کو دیکھ لینے کے بعد (گزرے ہوئے فرعون سرکش، باغی انسانوں کی طرح) بڑی آسانی سے سب کچھ سمجھ میں آجائے گا اور ایسے بد نصیبوں سے وہاں کہہ دیا جائے گا: ۔فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ۔(السجدہ : ۱۴) "سو اب (عذاب کے) مزے چکھو اس لیے کہ تم نے اس دن کے آنے کو بھلا (جھٹلا) دیا تھا آج ہم بھی تمھیں بھلا دیں گے اور جو اعمال (حرکات) تم (دنیا میں) کرتے تھے ان کے بدلے اس عذاب کا مزا ہمیشہ کے لیے چکھو"۔

آج کے اس مادی ترقی یافتہ دور میں تو قرآن واحادیث کی یہ باتیں سمجھنا بڑی آسان ہو گئی ہیں۔ مثلاً ٹیلی فون بوتھ میں فون کرنے والے کی آواز باہر والے نہیں سن سکتے اگرچہ وہ بات کرتے ہوئے نظر آتا ہے۔ بوتھ بند ہونے کی وجہ سے آواز باہر نہیں آسکتی اسی طرح بوتھ میں اندر والا باہر کی آوازیں اور شور نہیں سنتا۔ تو ایک بے جان، بے روح مردہ تابوت (بکس) میں یا قبر میں بند ہو کر باہر والوں کی آواز یا پکار کیسے سن لے گا۔ زندہ بہرہ سماعت سے محروم آواز یا آہٹ نہیں سنتا اور نہ کوئی سنا سکتا ہے تو مردہ بے روح سماعت سے محروم کیسے آواز یا آہٹ سن لے گا۔ قرآن کا ہر قسم کے شک وشبہات سے بالاتر واضح اعلان ہے کہ: فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ ۔(الروم: ۵۲) "اے نبی (اور اے مسلمین) تم مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو اپنی

(1) مردے کا خود زندہ ہونا یا دوسرے مردوں کو زندہ کرنا، اولاد دینا، بارش برسانا، کسی کی بگڑی بنانا، کھوٹی قسمت کو کھرا کرنا یہ کرامات نہیں بلکہ یہ اللہ کی صفات واختیارات ہیں۔ انسان، پیغمبر اور اولیاء تو دنیا میں (قبر کے اندر جانے سے پہلے) زندہ ہو کر بھی اللہ کے محتاج اور یہ سارے کام کرنے سے عاجز رہے ہیں۔ تو اللہ کے پاس برزخ میں چلے جانے اور ان کی میتوں کا قبروں کے اندر بند ہو جانے کے بعد درج بالا ربانی صفات کے حامل کیسے ہو سکتے ہیں۔ یہ سارے کام اللہ کے لیے خاص ہیں اور وہی اپنی مرضی سے صادر فرماتا ہے۔ "یفعل مایرید" وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور اس دنیا (کائنات) میں وہی ہوتا ہے جو اُس اللہ کو منظور ہوتا ہے۔ اس پورے نظام کا چلانے والا اور فرمانروا صرف ایک اللہ ہے نہ کوئی پیغمبر یا نہ کوئی ولی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آواز یا پکار سنا سکتے ہو (کیوں کہ وہ سنتے نہیں)"۔ رہی حدیث میں مردوں کی سماع والی بات تو یہ ادب اور کنایہ تو ہو سکتا ہے لیکن حقیقت اور اصل نہیں۔ حقیقت اور اصل وہی ہے جو عظیم رب نے اپنی لاریب کتاب قرآن میں اپنے سچے رسول ﷺ کے ذریعے انسانوں کو بتا دیا کہ "مردے اور بہرے نہیں سنتے اور نہ کوئی سنا سکتا ہے" یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول ﷺ کے ذریعے انسانوں کے لیے برحق پیغام ہے۔

اس برحق اور واضح قرآنی پیغام کے لیے جگہ جگہ نبی ﷺ سے فرمایا گیا ہے۔ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿٩٤﴾ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ فَتَكُونَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٩٥﴾۔ (یونس: ۹۴، ۹۵) "تمھارے رب کی طرف سے تمھارے پاس حق (قرآن) آ چکا ہے تو تم ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہونا اور نہ اُن لوگوں میں ہونا جو اللہ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں ورنہ تم نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔" قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿١٠٢﴾۔ (النحل: ۱۰۲) "کہہ دو کہ اس قرآن کو جبرائیل تمھارے رب کی طرف سے سچائی کے ساتھ لے کر نازل ہوئے ہیں تاکہ اس سے ایماندار ثابت قدم رہیں اور فرمانبردار (مسلمین) کے لیے ہدایت اور بشارت ہو" إِنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۖ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۖ وَمَا أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ ﴿٤١﴾۔ (الزمر: ۴۱) "ہم نے آپ ﷺ پر یہ کتاب (قرآن) حق کے ساتھ لوگوں کی ہدایت و نصیحت کے لیے اتاری ہے پس جو شخص اسے مان کر راہ راست پر آ جائے اس کا اپنا فائدہ ہے اور جو نہ مانے (مخالف) یا گمراہ رہے تو اس گمراہی کا نقصان اس کو ہوگا آپ ﷺ ان لوگوں کے ذمہ دار نہیں"۔ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا ۚ إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنتَقِمُونَ ﴿٢٢﴾۔ (السجدہ: ۲۲) "اور اس شخص سے بڑا ظالم (کافر) کون ہوگا جس پر اپنے رب کی آیات پڑھی جائیں پھر وہ اس سے منہ پھیر لے بے شک ہم ایسے مجرموں (کافروں) سے ضرور بدلہ لینے والے ہیں۔" مَا يُجَادِلُ فِي آيَاتِ اللَّهِ إِلَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ﴿٤﴾۔ (المومن: ۴) "اللہ کی آیات میں وہی لوگ جھگڑتے ہیں جو کافر ہیں پس ان لوگوں (کافروں) کا شہروں میں چلنا یا پھرنا (یعنی ان کی اکثریت بڑے کاروبار اور ظاہری قوت) تمھیں کہیں دھوکے میں نہ ڈال دے"۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۚ .... (المائدہ: ۶۷) "اے رسول (ﷺ) لوگوں تک اپنے رب کا پیغام (کھول کر) پہنچائیں اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو تم نے اس کی رسالت کا حق ادا نہیں کیا"۔ وَأَنْ أَتْلُوَ الْقُرْآنَ ۖ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ وَمَن ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنذِرِينَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۞ (النمل : ۹۲) "اور مجھے حکم دیا گیا کہ قرآن پڑھتا رہوں (اور میں یہ قرآن لوگوں کو پڑھ پڑھ کر سناتا رہوں) پس جو راہ راست پر آئے اپنے نفع کے لیے اور جو گمراہ رہے تو آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ میں تو صرف ڈرانے والوں میں سے ہوں"۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۔۔۔(البقرہ: ۲۸۵) "رسول (ﷺ) ایمان لایا اسی کتاب پر جو اُن کے ربّ کی طرف سے اُن پر نازل ہوئی اور ایماندار مومن بھی"۔

اور پھر آپ ﷺ نے اپنے امتیوں (مسلمین) سے یہ خود فرمایا ہے کہ بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ اٰيَةً ..(بخاری، کتاب العلم) میری طرف سے (لوگوں تک) پہنچادو اگرچہ ایک آیت ہو۔ یعنی نبی ﷺ اور سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سب سے پہلے قرآن سے تبلیغ کیا کرتے تھے اور اس تبلیغ پر کافر کہا کرتے تھے لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ ۔۔۔ (حم السجدہ:۲۶) نہ سنو اس قرآن کو اور (اس کی تلاوت کے وقت) شور مچاؤ۔ جناب رسول ﷺ نے اپنے ربّ کے کلام قرآن کی آیات کو لوگوں تک پہنچانے کا پورا پورا حق ادا کر دیا تھا۔ اپنی ساری زندگی قرآن کی حمایت، موافقت اور مطابقت میں گزاری۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ ﷺ کے اخلاق و کردار کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ...(مسلم) "آپ کا اخلاق و کردار عمل (ایمان) قرآن کے مطابق تھا۔" ہاں عقیدے اور عمل کی جو بات یا اُس کی وضاحت قرآن میں نہیں تو وہ حکم یا پیغام الٰہی اپنے عمل یا حدیث کے ذریعے سے اپنے اُمیتوں کو بتادی۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سچے مسلمین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرح قرآن و صحیح احادیث ماننے اور ہر قسم کے شرک، فرقہ پرستی، مردہ پرستی اور شخصیت پرستی سے بچنے کی توفیق اور ہمت عطاء فرمائے... آمین۔

اگر کسی صحیح حدیث کا متن بھی لاریب قرآن اور دیگر صحیح احادیث کے خلاف ہو تو اُس کی قرآن و دیگر صحیح احادیث کی روشنی میں تاویل و توجیہ کر کے ماننا چاہیے تاکہ قرآنی آیات (اللہ کے نازل کردہ قانون) کا مذاق اور انکار نہ ہو اور قرآن و حدیث میں ٹکراؤ اور ضد پیدا نہ ہو مثلاً اگر کوئی شخص کسی بڑے اہل حدیث عالم پر بغیر کسی زندہ گواہ اور ظاہری ثبوت کے اسلامی عدالت میں اپنے بھائی کے قتل کا الزام لگائے کہ فلاں عالم اس کے مقتول بھائی کا قاتل ہے اور ثبوت یہ ہے کہ جب ہم مقتول کا جنازہ (کھاٹ پر) لے جا رہے تھے تو اُس نے ہم کندھا دینے والے چار افراد سے کلام کرتے ہوئے اپنے قاتل کا نام بتادیا۔ کیوں کہ كلام الميت علی الجنازہ جائز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور صحیح حدیث سے ثابت ہے[1] اس لیے اسلامی عدالت سے ہماری درخواست (فریاد) ہے کہ اس عالم کو پھانسی دی جائے۔ ظاہر ہے اس قسم کے دعوے اور گواہی کو اسلامی عدالت کا کوئی بھی مسلم قاضی (جج) تسلیم نہیں کریگا۔ اور نہ اہل حدیث عالم اس صحیح حدیث کے حوالے سے اپنے اوپر قتل کے اس الزام کو مان لے گا۔ بلکہ واضح طور پر اس صحیح حدیث کے حوالے کا انکار کرتے ہوئے اس الزام کو جھٹلا دے گا۔ کیوں کہ ایسا دعویٰ پورے قرآن، بے شمار صحیح احادیث اسلامی قانون اور سراسر عقل کے خلاف ہے اس مدعی کو قرآن ودیگر احادیث کے حوالے دے کر سمجھایا جائے گا کہ کلام المیت علی الجنازہ کا یہ مطلب نہیں ہے حدیث بالکل صحیح ہے لیکن مردے (مقتول) اس طرح کلام نہیں کیا کرتے، اس کا یہ مطلب نہیں لینا چاہیے، اور سمجھایا جائے گا کہ گواہیاں زندوں کی قبول کی جاتی ہیں مردوں کی نہیں۔ اس لیے ایسا مقدمہ (مردے کے کلام کی گواہی پر قتل کا دعویٰ کرنے والوں کا اسلامی عدالت سے بغیر کسی شک وشبہ کے خارج کر دیا جائے گا۔ اور اس عالم کو بے گناہ قرار دے کر باعزت طور پر بری کر دیا جائے گا)۔ اسی طرح اگر کوئی کلام المیت علی الجنازہ کے حوالے سے کسی پر قرض کا دعویٰ کرے تو وہ بھی رد کر دیا جائے گا یہی عین اسلامی اور قرآن وسنت کا سچا قانون ہے[2] ایسی گواہی قتل یا قرض کی شہید کے حوالے سے بھی اسلام میں قابل قبول نہیں اگر چہ قرآن نے شہید کو زندہ کہا ہے۔ ایسا ظالمانہ دعویٰ خلاف قرآن وخلاف شریعت ہے۔

---

(۱). اور ساتھ میں اسلامی کتب کا یہ حوالہ بھی پیش کرے کہ شیخ علی مکی (زندہ) سے صوفی بایزید بسطامی کی میت نے جنازہ کو کندھا دیتے وقت کلام کیا تھا کہ اے علی! خواب میں جس عرش کو تو نے کندھا دیا تھا "یہ وہی عرش الٰہی" ہے (نعوذ باللہ) جسے تو کندھے پر لیے جا رہا ہے۔ (ترجمہ: راحت القلوب، ملفوظات شکر گنج، بحوالہ ایمان خالص از ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہ)۔ اور ساتھ میں تاریخ الکبیر سے زید بن حارثہ کے موت کے بعد کلام کرنے کا حوالہ بھی دے۔

(۲). اس طرح اس صحیح روایت کے ظاہری متن پر بھی عمل نہیں کیا جا سکتا جس میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ فرض صلوٰۃ باجماعت (بغیر کسی عذر کے) پڑھنے مسجد نہیں آتے میرا دل چاہتا ہے کہ اپنی جگہ کسی اور کو کھڑا کر کے ایسے لوگوں (مسلمین) کے گھروں کو آگ لگا دوں (بخاری ومسلم) اب کیا اس صحیح حدیث کی روشنی میں کوئی امام یا عالم کسی صلوٰۃ نہ پڑھنے والے مسلم کے گھر کو آگ لگا سکتا ہے؟ کیا اس روایت کی رو یا حوالے سے گھر کو آگ لگانے والا اسلامی عدالت سے بری کر دیا جائے گا؟ ظاہر ہے ہرگز نہیں۔ اس روایت میں حقیقی آگ لگانے کی بات نہیں ہے بلکہ صلوٰۃ نہ پڑھنے والوں کے لیے سخت ڈراوا ہے جس طرح دوسری حدیث میں صلوٰۃ نہ پڑھنے والے مسلمین کے لیے فرمایا گیا: من ترك الصلوٰة متعمداً فقد كفر۔ "جس نے قصداً صلوٰۃ قضا کی اس نے کفر کیا" ۔ لیکن صلوٰۃ قضا کرنے والا کافر نہیں بڑا گنہگار ہوتا ہے۔ اس حدیث میں صلوٰۃ نہ ادا کرنے پر سخت ڈرایا گیا ہے۔ کیوں کہ آپ ﷺ نذیر ڈرانے والے تھے۔ چوں کہ صلوٰۃ نہ پڑھنے اور عبادت نہ کرنے والا کفر کے بالکل قریب ہوتا ہے اور پھر عبادت سے انکار پر کافر بن جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہداء ان دنیاوی جسموں کے ساتھ دنیا میں اور ان قبروں میں ہر گز زندہ نہیں ہوتے بلکہ اپنے رب کے پاس اس دنیا سے بہت دور آسمانوں پر جنتوں میں اُڑنے والے بدنوں کے ساتھ زندہ ہیں۔ وہ شہادت کے ساتھ ہی دنیا کے معاملات سے بے خبر اور لاتعلق ہو گئے اب وہ آکر دنیا والوں سے ایک بات تک نہیں کر سکتے اسی لیے تو اسلام (قرآن وحدیث) نے مرنے سے پہلے وصیت کرنے کا حکم دیا ہے کیوں کہ بعد میں مرنے کے بعد کلام (وصیت) نہیں کر سکتے۔ جس طرح عبداللہ بن عمرو بن حرام ﷜ نے جنگ اُحد پر جانے سے پہلے اپنے بیٹے جابر ﷜ کو وصیت کی۔ (بخاری) شہادت کے بعد اس جسم کے ساتھ ہر گز حیات نہیں ورنہ نبی ﷺ اس طرح کیوں فرماتے کہ "میں چاہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، اسی طرح کئی مرتبہ فرمایا"۔

ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام نے مرنے سے پہلے بستر مرگ پر اپنی اولاد کو وصیتیں فرمائیں (البقرہ: ۱۳۳) اس طرح آخری رسول ﷺ نے بھی اپنی وفات کے بعد کوئی وصیت نہیں کی ہے ایسی وصیت کا دعویٰ کرنا یا ماننا قرآن وحدیث کا کفر ہے اور ایسا شخص اللہ اور رسول ﷺ کا منکر ہے۔

بعض علماء حضرات اس سماع موتی کے مسئلے میں اس طرح بھی کہتے ہیں کہ جی قرآن میں تو مردوں کے سننے کی نفی ہے لیکن احادیث میں سننے کا آتا ہے۔ اس لیے ہم دونوں کو مانتے ہیں۔ حالاں کہ یہاں دونوں کا ماننا نہیں ہوا ایک (قرآن) کا انکار لازم آتا ہے[1] ایسے علماء کو یوم محشر کے دن اللہ کے سخت حساب وعذاب سے

---

(۱) ایسے مولویوں کا معاملہ بھی عجیب ہوتا ہے جہاں اپنا اور مسلک کا نقصان آتا ہو قرآن وحدیث دونوں کی اپنے حق میں تاویل کر لیتے ہیں۔ یا اس طرح کہہ دیتے ہیں کہ اس کے یہ معنی نہیں، یہ مطلب نہیں ہے۔ تم نہیں سمجھتے ہو لیکن دوسری طرف اگر چاہے دیگر انسانوں کے ایمان وعقائد وآخرت کے نقصان، تباہی وبربادی کا واسطہ کیوں نہ ہو؟ یہ ہر گز تاویل نہیں کریں گے اور کہہ دیتے ہیں کہ جس طرح حدیث کے متن میں ہے اسی طرح ماننا چاہیے عقل نہیں استعمال کرنی چاہیے۔ اس لیے کہ ان کو اپنا فرقہ اور مفاد و دنیاوی عیش وآرام عزیز ہیں۔ پیچھے چلنے والے پیروکار غلط عقیدہ اپنا کر جہنم چلے جائیں اس سے ان کو کوئی سروکار نہیں۔ مثال کے طور پر اگر ایک عام صلوٰۃ پڑھنے والا بھی اس مولوی کے سامنے خواب بیان کرے کہ مولوی صاحب میں نے نبی ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ کی بڑی تعریف فرما رہے تھے۔ کہ دین کی بڑی خدمت کر رہے ہیں تو اس سے خوش بھی ہوگا اور دلیل میں حدیث بھی پیش کریں گے کہ ہاں آپ نے صحیح خواب دیکھا ہے۔ نبی ﷺ خواب میں آسکتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف اگر مسجد کی پوری کمیٹی والے بلکہ سارے صلوٰۃ پڑھنے والے بھی اپنا خواب بیان کریں کہ ہم نے نبی ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے تھے کہ مولوی سے کہیں کہ محنت مزدوری کریں، امامت پر تنخواہ نہ لیں، عورتوں پر دم ڈالنا، تعویذ لکھنا بند کریں تو چہرے کا رنگ بدل کر مسکرائے گا مذاق اڑاتے ہوئے خواب کو غلط اور پریشان قرار دے گا..... بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۹۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈراتے ہوئے ان سے اس فانی دنیا میں مودبانہ عرض ہے کہ فرض کرو اگر یہی مقدمہ مردوں کے سننے اور نہ سننے کا اللہ اور سچے رسول اللہ ﷺ کی عدالتوں میں الگ الگ چلایا جائے اللہ کی عدالت [1] اس مسئلہ (مقدمہ) میں فیصلہ دے کہ مردے قیامت تک بے جان (بے سماعت، بے بصارت، بے کلام) سننے سے غافل جواب دینے سے محروم، نہ سنتے ہیں اور نہ کوئی سنا سکتا ہے"۔ (الفاطر، الاحقاف)

اللہ کے اس واضح فیصلے سے مطمئن نہ ہونے والا کہے کہ مجھے یہ فیصلہ منظور نہیں میں اپنا مسئلہ (مقدمہ) رسول ﷺ کی عدالت میں لے جاتا ہوں اور پھر رسول ﷺ کی عدالت (احادیث) سے اللہ کی عدالت کے خلاف فیصلہ لے آئے کہ قیامت سے پہلے ہر مردہ زندہ، سننے والا، کلام کرنے والا، اور اپنوں کو پہچاننے والا ہوتا ہے (جیسے کہ ان پیٹ پرست علماؤں نے احادیث مبارکہ سے غلط استدلال لیکر عوام الناس میں یہ باطل عقائد رائج کئے) تو کیا کوئی مسلم اللہ اور رسول ﷺ کا فرمانبردار یہ سوچ سکتا ہے کہ نبی ﷺ کی عدالت اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو چیلنج کرے یا خلاف فیصلہ دے۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا [2] کیوں کہ اس طرح تو رسول ﷺ کا فیصلہ اپنے رب کے خلاف ہو جائے گا، (جبکہ نعوذ باللہ ایسا نہیں) اور اللہ کی عدالت میں مقدمہ ہارنے والا (مردوں کے حیات وسماع کا قائل) رسول ﷺ کی عدالت سے مقدمہ جیت جائے گا۔ کیوں کہ مردے کا نہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۰ کا...... ان مولویوں کے لیے قرآن واحادیث کے احکامات جھٹلانا یا چھوڑنا آسان لیکن اپنے پیشے دین فروشی اور مسلک وفرقہ کو چھوڑنا بڑا مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ اس خواب کے کاروبار نے آج مولوی کو بڑا مضبوط اور اسلام کو کمزور کر دیا۔

نوٹ: نبی ﷺ کو بعد کے آنے والوں یا آج کے انسانوں کا خواب میں دیکھنا ایسا ہے جیسے ایک پیدائشی اندھا اپنے فوت شدہ دادا کو خواب میں دیکھنے کا دعویٰ کرے۔

(۱) اللہ کی عدالت قرآن ہے محمد ﷺ آخرت میں اس عدالت کے گواہ ہونگے فرمایا: يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِنَّآ أَرۡسَلۡنَٰكَ شَٰهِدٗا وَمُبَشِّرٗا وَنَذِيرٗا (الاحزاب: ۴۵) "اے نبی ﷺ ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے"۔

(۲) عمر فاروق ؓ نے ایک منافق کو اس لیے قتل کیا تھا کہ انھوں نے نبی ﷺ کے فیصلے کے بعد اپنا فیصلہ عمر سے کروانا چاہا تھا کہ شاید یہاں قرآن وسنت کے خلاف اس کے حق میں فیصلہ ہو جائے (تفسیر سورۃ النساء: ۶۲) جس طرح مسلمین کو نبی ﷺ کی مکمل فرمانبرداری اور اطاعت کرنے کا حکم ہے اس طرح نبی ﷺ کو اللہ کی فرمانبرداری اور کتاب اللہ کے مطابق عمل اور فیصلے کرنے کا سختی کے ساتھ حکم دیا گیا ہے۔ فرمایا فَٱصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَأَعۡرِضۡ عَنِ ٱلۡمُشۡرِكِينَ (الحجر: ۹۴) "پس جو حکم تم کو اللہ کی طرف سے ملا ہے وہ لوگوں کو سنا دو اور مشرکوں کا ذرا خیال نہ کرو"۔...... إِنۡ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَيَّۖ إِنِّيٓ أَخَافُ إِنۡ عَصَيۡتُ رَبِّي عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيمٖ (یونس: ۱۵) "کہہ دو کہ مجھے اختیار نہیں کہ اس (قرآن) کو اپنی طرف سے بدل دوں میں تو اس فرمان کا تابع ہوں جو میری طرف آتا ہے۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں (یعنی اسے بدل دوں یا خلاف کہوں) تو مجھے بڑے (سخت) دن کے عذاب سے خوف آتا ہے"۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

19870

سننا (قرآن) اور سننا (حدیث) یہ ایک دوسرے کا ضد اور الٹ ہے مسلک پرستی اور فرقہ پرستی کی ضد اپنی جگہ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ جانا اور پیش ہونا صرف اللہ ہی کی عدالت میں ہے۔ جہاں سچے قرآن اور سچے رسول ﷺ کی موجودگی میں بندوں کے درمیان فیصلے کیے جائیں گے۔

مہربان رب نے آخری رسول ﷺ پر نازل ہونے والی سچی کتاب میں ان اختلافی مسائل کی وضاحت فرمادی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ قرآن کے خلاف ہرگز فیصلہ یا بیان نہیں دے سکتے۔ فرمایا: فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ... (المائدہ: ۴۸) "پس (اے محمد ﷺ) ان لوگوں میں اللہ کے نازل کردہ (قانون) کے مطابق فیصلے کرو"۔ وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ۔۔ (المائدہ: ۴۹) "اور آپ (ﷺ) ان لوگوں کے درمیان اللہ کی نازل کردہ وحی کے مطابق فیصلہ کیا کریں اور ان کی خواہشوں کی پرواہ نہ کریں اور ان سے ہوشیار رہیں کہ کہیں یہ آپ ﷺ کو اللہ کے اتارے ہوئے کسی حکم (آیت) سے ادھر اُدھر نہ کردیں"۔

اگرچہ نبی ﷺ نے ساری زندگی قرآن ہی کے مطابق فیصلے فرمائے۔ دوسرے لوگوں (امتیوں) کو خبردار کرتے ہوئے اللہ فرماتا ہے۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (المائدہ: ۴۴) "اور جو بھی اللہ کے نازل کردہ احکامات (قانون) کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے یہی لوگ کافر ہیں"۔

اللہ کی عدالت (آخرت) میں سب سے بڑی اور آخری گواہی خود اللہ ہی کی ہوگی فرمایا گیا۔ قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللّٰهُ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ .... (الانعام: ۱۹) "کہو (پوچھو) سب سے بڑی گواہی کس کی ہے خود کہو اللہ کی۔ وہ میرے اور تمھارے درمیان گواہ ہیں اور یہ قرآن میری طرف وحی کیا گیا ہے تاکہ اس کے ذریعے تمھیں ڈراؤں اور اُن لوگوں کو جس جس تک اس کا پیغام پہنچے۔

اللہ کی نازل کردہ قرآنی آیات اور قانون کا انکار کرنے والوں سے یہ بھی فرمایا کہ: فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ (المرسلت: ۵۰) "پس اس حدیث (یعنی قرآن) کے بعد یہ کونسی بات پر ایمان لائیں گے"۔

قرآن کے پیغام سے لوگوں کے انکار کی وجہ سے نبی ﷺ بہت زیادہ رنجیدہ ہو جاتے تھے۔ اللہ نے تسلی کے طور پر فرمایا: فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۔ (الکہف: ۶) "پس اگر یہ (منکرین) اس حدیث (قرآن) پر ایمان نہ لائیں تو کیا آپ ﷺ ان کے پیچھے اس رنج و پریشانی میں اپنی جان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہلاک کر ڈالیں گے۔" دوسری طرف ایسے انسانوں کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا: اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾ ۔(الواقعہ: ۸۱) "کیا تم اس حدیث (قرآن) کا انکار کرتے ہو (جسے رب العالمین نے نازل فرمایا)" ویسے اگر قرآن میں مُردوں کے عدم سماع اور بے شعور ہونے کا ذکر نہ بھی ہوتا تو بھی ہم انسانوں کی اس دنیاوی زندگی میں ایسے بے شمار واضح دلائل اور مثالیں موجود ہیں جن سے ہمیں درس ملتا ہے۔ مثلاً زندہ بے ہوش انسان روح سمیت نہ سنتا ہے اور نہ کلام کرتا ہے اور نہ عذاب (تکلیف) کو محسوس کرتا ہے اسی طرح آئے دن دنیا بھر کے ہسپتالوں میں زندہ انسانوں کو بے ہوش کر کے (آلات جراحی) سے چیر پھاڑ کر آپریشن کیے جاتے ہیں بعض اوقات جسم کے حصے اعضاء تک کاٹ لیے جاتے ہیں لیکن بے ہوشی کے عالم میں اس انسان کو ذرا بھی درد، تکلیف یعنی عذاب کا احساس نہیں ہوتا[1] تو مکمل موت سے بے ہوش (مردہ) میں بغیر روح کے سننے یا کلام کرنے کی صفات کیسے آ گئیں اور اسے عذاب کا احساس کیسے ہو گیا؟ اس کا تو سارا اعصابی نظام ہی مرنے کے ساتھ ختم ہو چکا، جو دماغ تک تکلیف یا عذاب کی اطلاع پہنچا سکے۔ (مرنے کو قرآن نے بے ہوش ہونا بھی فرمایا ہے)۔ (الزمر:۶۸) مرنے والا (مُردہ) اپنے کھلے منہ کو بند نہیں کر سکتا نہ اپنی نکلی ہوئی زبان کو اندر کر سکتا ہے تو کلام کیسے کرے گا کلام میں تو منہ اور زبان کا استعمال ہوتا ہے۔ زبان کی نوک، جڑا اور ہونٹ ہی ساقط ہو گئے اس لیے اب

---

(۱) یہ بات تو صاحب خط کے اُستاذان (کمال عثمانی اور ماسٹر ابو جابر دامانوی صاحبان) کو اچھی طرح زیادہ معلوم ہونی چاہیے کیوں کہ خیر سے اب یہ دونوں حضرات ہومیو ڈاکٹرز بھی ہیں بے ہوشی کے عالم میں زندہ انسان کو اپنے بدن کے ساتھ ہونے والے عمل یا کاروائی کا ذرا بھی احساس نہیں ہوتا۔ لیکن اس کے برعکس جاگتے یا سوئے ہوئے کسی مولوی یا پیر کو معمولی ٹیکہ بھی لگا دیا جائے تو ضرور درد محسوس ہو گا اور سویا ہوا فوراً بیدار ہو جائے گا۔ اسی طرح کبھی کبھی دوران سفر نوسرباز (ٹھگ) ہمسفروں کو کھانے پینے کی اشیاء میں کچھ ملا کر بے ہوش کر دیتے ہیں اور پھر اس بے ہوش، بے حس مسافر کو اپنی مرضی سے لوٹتے ہیں اس لیے کہ اس بے ہوش کو اپنے ساتھ ہونے والی کاروائی کا ذرا بھی احساس اور علم نہیں ہوتا۔ اس حالت میں یہ مسافر نہ اپنے بارے میں نہ اپنی منزل یا اسٹیشن کے بارے میں جانتا ہے۔ یہی بات اُس حقیقی مہربان رب نے موت کا ذائقہ چکھنے کے بعد قیامت تک کے لیے بے ہوش ہونے والے کے لیے اپنی سچی کتاب میں فرما دی ہے: اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۲۱﴾ (النحل: ۲۱) "زندہ نہیں مردہ (بے ہوش) ہیں اور اپنے بارے میں نہیں جانتے کہ کب (دوبارہ) اُٹھائے جائیں گے"۔ یعنی منزل آخرت کا اسٹیشن نزدیک ہے یا دور، ذرا بھی ان کو شعور یا علم نہیں۔ جس طرح بے ہوش مسافر کے ساتھ نوسرباز ٹھگ کی مرضی ہے جو کچھ بھی کرے یہ مزاحمت نہیں کر سکتا اسی طرح مستقل بے ہوش (مردے) کے ساتھ بھی دنیا والوں کی مرضی ہے جس طرح کاروائی کریں۔ لاش کو دریا میں پھینکیں، آگ میں جلا دیں یا قبر (زمین) میں دفن کر دیں یہ دنیا والوں کے رحم و کرم پر ہوتا ہے اس میں ذرا بھی شعوری یا مدافعت کی قوت نہیں ہوتی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ مردہ تلاوت بھی نہیں کر سکتا مرنے کے بعد انسانی لاش کو برف خانے یا ٹھنڈی رات میں کھلی جگہ رکھنا اچھا عمل اور لاش کی حفاظت ہے۔ لیکن اس کے برعکس زندہ انسان کو برف خانے میں بند کرنا یا ٹھنڈی رات میں باہر کھڑا رکھنا انتہائی ظلم بلکہ قتل کے مترادف ہے کیوں کہ زندہ زیادہ ٹھنڈک سے ہلاک ہو جاتا ہے۔ ایسا عمل اُس کے لیے سخت عذاب ہے لیکن مردے بے جان، بے شعور کے لیے یہ ٹھنڈک ذرا بھی تکلیف دہ یا عذاب نہیں بلکہ ایسا لاش کے لیے فائدہ مند اور گلنے سڑنے سے بچاؤ اور حفاظت ہے۔ اسی طرح موت سے بے ہوش بے روح بے شعور انسانی (میت) سے سانپ کے لپٹنے یا ڈسنے سے اسے کوئی تکلیف یا گزند نہیں پہنچتی۔

سانپ کے لپٹنے سے زندہ انسان خوف کھاتا ہے کیوں کہ سانپ اُسے نظر آتا ہے جسم پر محسوس ہوتا ہے اور کاٹنے سے موت کا خطرہ ہوتا ہے لیکن بے جان لاش جسے نظر بھی نہ آئے اور پہلے سے موت بھی آچکی ہے تو اب سانپ سے ڈر اور خوف کس لیے؟ موت تو ویسے بھی آچکی ہے اب کس بات کا ڈر اور خوف باقی رہا۔ اور بفرمانِ الٰہی اس مردے میں اب شعور باقی نہیں رہا تو اسی وجہ سے اسے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اس کے قریب سانپ ہے۔ درندہ ہے بھڑ ہے[1] یا کوئی اور دشمن۔

---

(۱) بدری صحابی عاصم بن ثابت ﷺ کی لاش کی اللہ تعالیٰ نے خطرناک بھڑوں کے ذریعے حفاظت فرمائی۔ اس صحابی نے بدترین دشمن کے نرغے میں آنے اور زندہ گرفتار ہونے پر موت (شہادت) کو ترجیح دینے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے اپنی میت (لاش) کی سلامتی (بے حرمتی سے بچنے) کے لیے دُعا کی تھی۔ (بخاری) جسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور پھر اللہ نے اس بہادر، حیادار بندے کی لاش کی بھڑوں کے ذریعے سے حفاظت فرمائی کیوں کہ دُشمن ان کا سر کاٹ کر اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے، یاد رہے کہ مردہ بے جان بے حس لاش پر بھڑوں کا بیٹھ جانا تکلیف دہ عمل نہیں۔ ایسا اس صحابی کی میت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے زندہ انسانوں (دشمنوں) کو ڈرانے کے لیے فرمایا جس کے خوف کی وجہ سے وہ (دشمن) عاصم کی میت کے قریب آنے کی ہمت نہ کر سکے۔ اس لیے کہ زندہ انسان بھڑوں کے ڈنک مارنے (کاٹنے) سے ڈرتے ہیں۔ ان کا کسی زندہ انسان کو ڈنگ مارنا بڑا دردناک اور تکلیف دہ ہوتا ہے اس سے موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ اور زندہ انسان خاص کر مشرک دنیادار موت سے زیادہ ڈرتا ہے۔ اس واقعہ میں بھڑوں کی جگہ خطرناک سانپ بھی ہو سکتے تھے یا خونخوار درندے بھی، جن کے قریب جانے سے ہی زندہ انسان ڈرتے ہیں۔ ان موذی خطرناک جانوروں کا کسی مسلم میت کے پاس رہنا کوئی عذاب یا سزا کی علامت نہیں ہوتی۔ ان کی موجودگی یا قریب ہونا صرف زندوں کے لیے ضرر رساں اور موت کا باعث بن سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ہر طریقے سے حفاظت کرنے پر قادر ہے جس طرح اصحاب کہف کی حفاظت کے لیے اُن کے کتے کو دہشت ناک اور ہیبت ناک صورت میں غار کے دہانے پر بٹھادیا (الکہف) جس کی وجہ سے کوئی بھی زندہ مخلوق میں سے ان کے قریب آنے یا غار میں داخل ہونے کی ہمت نہیں کر سکتے تھے۔ اس واقعے میں عاصم ﷺ کے علاوہ سات دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی لاشیں بھی تھیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مردہ دنیا کی ہر چیز سے بے خبر، لاتعلق اور غافل ہو جاتا ہے۔ اس کا نظام اعصاب اور نظام دوران خون ختم اور رک جاتا ہے کاٹنے کا احساس یا کاٹنے سے زہر خون میں شامل ہی نہیں ہو سکتا۔ جس طرح ڈرپ لگے ہوئے مریض کے فوت ہو جانے پر لگے ہوئے ڈرپ کا ایک قطرہ بھی جسم میں داخل نہیں ہوتا۔ مرنے کے ساتھ ہی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۳: .... لیکن یہ بھڑوں والا معاملہ صرف عاصم رضی اللہ عنہ کی میت کے ساتھ اُن کی دعا مانگنے کی وجہ سے پیش آیا۔ بلکہ دو صحابہ (خبیب وزید) رضی اللہ عنہما کو زندہ گرفتار کر کے دشمن اپنے ساتھ مکے لے گئے جن میں سے ایک خبیب رضی اللہ عنہ کو اس کے زندہ بدن کے اعضاء کاٹ کاٹ کر شہید کیا گیا (بخاری) جنگ اُحد میں شہادت کے بعد سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہما کا بری طرح ان کے جسم کا مثلہ کیا گیا۔ ان کے جسم کے اعضاء کے ٹکڑے جسم سے الگ کیے گئے۔ لیکن اس سے شہید کے جسم پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ کیوں کہ قیامت تک جنت میں جانا تو دوسرے اڑنے والے برزخی جسم کو ہوتا ہے۔ اسی طرح بئر معونہ والے دن ستر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی میتوں میں سے ایک صحابی عامر رضی اللہ عنہ کی میت کا اوپر کی طرف اُٹھ جانا کرامت کے طور پر تھا۔ ورنہ اس دن بھی ستر صحابہ شہید کیے گئے تھے۔ صرف ایک شہید صحابی رضی اللہ عنہ کا میت کا اُٹھ جانا کیا معنی رکھتا ہے؟ اور پھر اس صحابی عامر بن فہیرہ کی لاش کو بھی واپسی دوسرے مقتولین (شہداء) کی طرح زمین کے اوپر رکھ دیا گیا۔ (بخاری) اسی طرح زندہ انسان کو سمندر میں ڈال دینا، ڈبو دینا بڑا گناہ اور قتل ہے لیکن مردے کے ساتھ بحری سفر میں وزن باندھ کر بیچ سمندر میں پھینک دینا یہ گناہ نہیں بلکہ عین ثواب ہے۔ زندہ کے لیے ڈوبنا تکلیف دہ اور عذاب ہے مرنے کے بعد مردے کے لیے ڈبونا یا ڈوبنا کوئی تکلیف دہ یا نقصان دہ بات نہیں۔ اس طرح ترمذی کی عطیہ والی جھوٹی روایت جس میں کہا گیا ہے کہ فاجر و کافر بندہ پر دفن ہونے کے بعد اپنی قبر میں ستر خطرناک اژدھے مسلط کر دیے جاتے ہیں۔ اور یہ سارے اژدھے اس مردے کو قیامت تک کے لیے برابر ڈستے اور بھنبھوڑتے رہتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ مردے کو زندہ کیے بغیر ڈسنے اور بھنبھوڑنے کا کوئی فائدہ نہیں اس کے لیے ڈسنا اور نہ ڈسنا ایک برابر ہے کیوں کہ بے جان اور بے روح ہے۔ دوسری بات کہ اس مختصر زمینی قبر میں دو تین بڑے اژدھے نہیں آسکتے تو ستر بڑے اژدھے کیسے سما جائیں گے اور پھر وہ اس لاش کو بھنبھوڑیں گے کیسے؟ یاد رہے کہ کافر و فاجر پر قبر اور بھی تنگ ہونے کا بیان ہے۔ تیسری بات قرآن وحدیث کی رو سے یہ لاش اس قبر (زمین) میں فنا ہو کر مٹی بن جاتی ہے تو یہ اتنے سارے اژدھے قیامت تک کیا ڈسیں گے اور کیا بھنبھوڑیں گے، خاک ڈسیں گے؟ اور جب لاش بھی تابوت (بکس) میں ہو تو کیسے اسے ڈس سکیں گے۔ یا عمرو بن لحی الخزاعی (مشرک) خاک ہونے کے بعد اس تنگ قبر میں اپنی انتڑیاں کیسے کھینچے گا؟ عمرو بن لحی الخزاعی کے ساتھ ایسا برزخ میں برزخی جسم کے تعلق سے ہو رہا ہے۔ اور قیامت تک ہوتا رہیگا۔ اس طرح گزرے زمانے میں بے شمار ایماندار وں کو دشمنان اسلام، ظالم بادشاہوں اور مخالفین نے سولی پر چڑھایا ہے جن کی قبریں تک نہیں بنیں اگر ان ہی مردہ لاشوں کے ساتھ راحت و عذاب کا ہونا مان لیا جائے پھر تو ایمانداروں کی ان دنیاوی لاشوں کو اس طرح بے حرمتی کے ساتھ لٹکایا جانا اور پھر ان جسموں کو نوچ نوچ کر جانوروں اور پرندوں کا کھا جانا یہ راحت و کامیابی تو نہیں سخت عذاب ہوا لیکن ایسا نہیں ہے اس مردہ جسم پر راحت و عذاب کا اثر نہیں ہوتا اس دنیاوی جسم کا اللہ کی راہ میں جل جانا، ڈوب کر مچھلیوں کی خوراک بن جانا یا خشکی پر پرندوں اور وحشی جانوروں کی خوراک بن جانا ہرگز نقصان دہ یا عذاب نہیں بلکہ یہ بہترین موت اور شہادت ہے اس بدن کو قیامت سے پہلے ویسے بھی مٹی کی خوراک بن کر فنا ہو جانا ہے عذاب و راحت دوسرے عالم (عالم برزخ) کے معاملات ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روح نکلنے کے بعد جسم ٹھنڈا اور بے جان (بے حرکت) ہو جاتا ہے۔ سخت سے سخت مریض یا زخمی کی آخری دم تک بچانے کی سرتوڑ کوشش کی جاتی ہے لیکن جانبر نہ ہونے پر پھر بچانے کی نہیں دفنانے اور ٹھکانے لگانے کی کوشش اور فکر کی جاتی ہے اور پھر یہ لاش دفن ہونے کے بعد بفرمان رسول ﷺ كُلُّ ابْنُ اٰدَمَ یَاْكُلُهُ التُّرَابُ "ابن آدم کو (قبر کے اندر یا باہر) مٹی کھا جاتی ہے" (مسلم) یعنی مٹی کی خوراک بن کر مٹی ہو جاتی ہے۔

لیکن یہاں مسلک پرستی اور قبر پرستی کی بیماری (شرک) میں مبتلا ہونے کے بعد عقیدہ بنایا گیا ہے کہ ہر مردہ دفن ہونے (گاڑے جانے) کے بعد اس دنیاوی قبر (گڑھے) میں فوراً دوبارہ زندہ ہو جاتا ہے۔ جب کہ العلیم، الخبیر ربّ خود اپنی کتاب قرآن مجید میں فرماتا ہے: کہ زندہ انسان زمینی گڑھے میں گاڑے جانے کے بعد قتل (مردہ) ہو جاتا ہے۔ (کیوں کہ سانس لینا اور کھانا پینا بند ہو جاتا ہے)۔ فرمایا: وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىِٕلَتْ ۝ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝ (التکویر: ۸،۹) "اور جب زندہ گاڑی[1] ہوئی لڑکی (بیٹی) سے سوال کیا جائے گا کہ کس گناہ کی وجہ سے وہ قتل کی گئی"؟

---

(۱) جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نبی ﷺ کی وفات نہیں ہوئی بلکہ وفات النبی ﷺ کا عقیدہ گناہ اور گستاخی سمجھتے ہیں تو ایسے لوگوں کو سوچ لینا چاہیے کہ اگر زندہ بچی کو دفن کرنے والا اللہ کا مجرم ہے تو زندہ رسول ﷺ کو دفن کرنے والے کا انجام کیا ہوگا؟ صحابہ کرام نے رسول ﷺ کی میت کو وفات النبی ﷺ کے عقیدے پر قبر میں دفن کیا تھا۔ باقاعدہ صحابہ کرام میں اعلان ہوا تھا کہ: فان محمدﷺ قد مات۔ (بخاری) "بے شک محمد (ﷺ) کی وفات ہو گئی"۔ اس لیے کہ یہ بات پہلے سے ان کے ایمان میں شامل تھی کہ: اِنَّكَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ ۝ (الزمر: ۳۰) (اے محمد) آپ کو بھی اور ان سب کو میت (موت) ہونا ہے"۔ ہمارا ایمان ہے کہ نبی ﷺ کے لیے قبر کھودنے اور دفن کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اجر عطا فرمائے گا خوش نصیب تھے کہ نبی ﷺ کی قبر کھودنے اور دفنانے میں جن صحابہ کرام نے حصہ لیا" رضی اللہ عنهم ورضوا عنه"۔

نوٹ: اگر کسی کو اپنے مدفون رشتہ دار کے بارے میں ذرا بھی شک ہو جائے کہ وہ شاید زندہ دفن ہوا ہے تو فوراً دوبارہ قبر کھود کر اسے نکالنے اور دیکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہاں تو ان بد عقیدہ مسلک پرستوں کا پختہ ایمان اور یقین ہے کہ نبی ﷺ زمین کے اندر اپنی قبر میں بالکل دنیاوی حیات کی طرح زندہ موجود ہیں۔ اس کے باوجود ان کو ذرا پروا نہیں، بے غم ہو کر نبی ﷺ کے نام پر کھا پی رہے ہیں اور مال بنا رہے ہیں۔ حالاں کہ کسی بھی زندہ انسان یا مسلم امتی کو شک کی بنا پر قبر سے باہر نکالنے کی اسلام میں ممانعت نہیں ہے۔ مثلاً جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو اپنے شہید والد کی میت نکالنے کی اجازت فرمائی تھی البتہ بغیر ضرورت کے میت کو قبر سے نکالنا یہ میت کی بے حرمتی اور بے ادبی ہے۔ معلوم ہو جائے کہ میت قبر میں زندہ دفن ہے تو زندہ کو زمین کے اندر یا قبر سے باہر نکالنا کار خیر اور بڑا ثواب کا کام ہے۔ اللہ کا فرمان اپنی سچی کتاب میں وَمَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا (المائدہ: ۳۲) "جس نے کسی ایک جان کو بچا لیا گویا اس نے تمام انسانوں کو بچا لیا" اور یہاں تو زندہ پیغمبر کا معاملہ ہے کہ ان مسلک پرستوں کا کیسا ایمان ہے کہ نبی ﷺ کو قبر کے اندر زندہ درگور کیا ہے۔۔۔۔۔۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے ہاں انسان کو زندہ گاڑنے (دفن کرنے) والے سے اس بڑے گناہ (قتل) کا قیامت کے دن حساب لیا جائے گا۔ اسلام میں مردے کو دفنانا ثواب اور نیکی کا کام ہے لیکن زندہ کو دفنانا (گاڑنا) بڑا گناہ اور قتل ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۵:...... جب کہ جابر بن عبد اللہ کو اپنے شہید والد کی لاش جو دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ہی قبر میں مدفون تھے جابر رضی اللہ عنہ کو گوارانہ تھا اس لیے نبی ﷺ کے حکم سے اپنے شہید والد کی لاش کو اجتماعی قبر سے نکال کر دوسری جگہ (قبر) میں دوبارہ دفنا دیا، اس لیے کہ شہید والد کی میت اسی طرح بے جان اور بے روح تھی، جیسے شہید ہوتے وقت پہلی بار دفن ہونے کے وقت تھی۔ ان مسلک پرستوں اور نفس پرستوں کا نبی ﷺ کے بارے میں کتنا غلط اور گھٹیا عقیدہ ہے کہ نبی ﷺ مدینہ کی قبر میں فرش کے نیچے اعلیٰ مقام میں موجود ہیں۔ حالاں کہ نبی ﷺ فرش کے نیچے (مدینہ والی قبر) میں زندہ نہیں بلکہ اللہ کے ہاں عرش کے نیچے سارے انبیاء، شہدا اور صالحین کے مقامات سے اوپر اپنے رب کے پاس رفیق اعلیٰ مقام میں برزخی جسم کے ساتھ حیات ہیں۔ فرش کی بجائے اگر عرش کے نیچے ہم امتی نبی ﷺ کو زندہ اور موجود مان لیں تو اس عقیدہ میں جناب نبی ﷺ کے لیے کتنا بڑا اعزاز اور احترام ہے۔ دین میں غلو کرنے کے بعد نبی ﷺ کو اللہ کے برابر بلکہ اللہ سے بڑھا کر اللہ اور اس کے عرش کا مذاق اُڑایا گیا ایک فرقے نے اللہ تعالیٰ کو عرش سے اُتار کر مصطفی کی شکل میں مدینہ اتار دیا تو دوسرے نے مصطفی کی قبر کی خاک کو عرش، کرسی و کعبہ سے افضل قرار دے دیا۔ دونوں نے الرحمن رب اور اس کے عرش کا مذاق اڑایا حالاں کہ جس طرح نبی ﷺ اللہ کے برابر یا شریک نہیں ہوسکتے اسی طرح زمین کی یہ ساری خاک عظیم وکریم عرش کے برابر ہرگز نہیں ہوسکتی۔ چہ نسبت خاک را بہ عرش پاک۔ اگر یہ عقیدہ کہ قبر کی مٹی عرش سے افضل ہے مان لیا جائے۔ پھر تو نبی ﷺ عرش سے افضل ہوگئے اور پھر معاذ اللہ نبی ﷺ کے لیے عرش پر بیٹھ جانا کوئی بڑی بات نہ ہوئی لیکن ایسا ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کا مقام عرش کے نیچے بنایا ہے عرش کے برابر بھی نہیں۔ افضل کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا (معاذ اللہ)۔ پھر تو نبی ﷺ کے لیے الوسیلہ مقام کی دُعا مانگنا عبث اور نبی ﷺ کی شان گھٹانے والا عمل ہے کیوں کہ الوسیلہ تو عرش کے نیچے ہے اس عقیدے کے مطابق تو نبی ﷺ کا مقام عرش سے اُوپر ہونا چاہیے تھا اور پھر اس حوالے سے مسجد نبوی بھی مسجد حرام سے افضل ہوگئی کیوں کہ قبر مسجد نبوی کے اندر ہے جس طرح خانہ کعبہ مسجد حرام کے اندر ہے، مسجد نبوی میں عبادت اور صلوٰۃ (نماز) بھی مسجد حرام کی عبادت سے افضل ہوگئی کیوں کہ بعقیدہ ان کے خانہ کعبہ سے افضل مقام "قبر" جو وہاں موجود ہوا۔ برصغیر کے ان دونوں (بریلوی، دیوبندی) فرقوں نے اس خطے کے لاتعداد کلمہ پڑھنے والوں کو یہ غلط عقائد دے کر جہنم پہنچا دیا ہے۔ ان غلط فتوؤں کی وجہ سے ایک میراثی شاعر نے اللہ کے عظیم عرش کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے کچھ اس طرح اپنی شاعری کی "قدموں میں تیرے عرش بریں ہے شاہ مدینہ" (استغفر اللہ) اس طرح نبی ﷺ کے لیے یہ غلط عقیدہ بھی اپنایا گیا ہے۔ آپ ﷺ جسد عنصری کے ساتھ اپنی قبر سے نکل کر دنیا میں آتے ہیں۔ جب کہ نبی ﷺ نے خود فرمایا کہ قیامت کے دن صور میں دوبارہ پھونک مارے جانے کے بعد سب سے پہلے میں زندہ ہو کر قبر سے باہر آؤں گا (بخاری کتاب المناقب) اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ قیامت سے پہلے کوئی مردہ بھی اپنی قبر سے زندہ ہو کر جسد عنصری کے ساتھ باہر نہیں آسکتا۔ خود نبی ﷺ بھی قیامت سے پہلے اپنی قبر سے باہر نہیں آسکتے ورنہ پھر یہ درج بالا فرمان (روایت) بے وقعت اور بے مقصد ہوا۔ ہمارا ایمان ہونا چاہیے کہ وفات سے لے کر آج تک نبی ﷺ اپنے جسد عنصری کے ساتھ اپنی قبر سے نہ نکلے ہیں اور نہ قیامت تک نکل سکتے ہیں۔........

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن اور تجربے دونوں سے یہ ثابت ہے کہ زندہ دفن ہو جانے والا انسان زمین کے اندر سانس گھٹنے سے مر جاتا ہے تو پہلے سے باہر قتل کیا ہوا یا اپنی موت مرا ہوا زمین میں دفن ہونے یا گاڑے جانے کے بعد کیسے زندہ ہو جائیگا ؟ ایسا اللہ کا قانون اور اُس کی سنت نہیں ہے اور قیامت تک کے لیے اللہ کے اس قانون کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا ہے۔

ارمان صاحب لکھتے ہیں کہ اگر دنیاوی قبر میں کچھ نہیں ہوتا تو پھر عثمان ﷺ قبر کے پاس کھڑے ہو کر کیوں رو دیئے ؟ اور کیوں فرمایا کہ یہ پہلی منزل ہے اور اگر مردے نہیں سنتے تو سوال و جواب کیوں کیا جاتا ہے ؟

بھائی ارمان صاحب ! عثمان ﷺ کا قبر کے پاس کھڑے ہو کر رونا آنسو بہانا یہ نبی ﷺ کی سنت تھی اپنی موت کو یاد کرنا تھا۔ ظاہر ہے انسان کو مرنا ہے اور مرکر دو انجام ہونے ہیں یا تو اچھی منزل ملے گی یا بری (اچھا ٹھکانا ملے گا یا برا ٹھکانا) بات کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے یہ اچھے اور برے ٹھکانے یا منزلیں ان دنیاوی برباد ہونیوالی قبروں (گڑھوں) میں نہیں ہوتی ہیں یہ قبریں تو کچھ عرصے کے بعد خود اندر کے جسموں (لاشوں)

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۶........ نبی ﷺ نے " ابراہیم علیہ السلام کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ سب سے پہلے جنتی کپڑے ابراہیم علیہ السلام کو پہنائیں جائیں گے۔ نبی ﷺ کے فرمان سے یہ ثابت ہوا کہ ان قبروں میں جنتیں نہیں ہوتیں اور نہ جنتی لباس ہوتا ہے ورنہ قبروں سے اُٹھتے وقت انبیاء، شہداء اور صلحاء کے جسموں پر جنتی لباس ضرور ہوتا اور ان کو لباس پہنانے کی ضرورت نہ پڑتی۔ بعض فرقہ پرست علماء اس روایت سے بھی غلط استدلال اخذ کرتے ہیں جس میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ "بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ" میرے گھر اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ نبی ﷺ کی وفات کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کہ "بَيْنَ قَبْرِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ" اس روایت میں بتادیا کہ جنت گھر (جواب قبر ہے) کہ اندر یا پاس کھڑے ہو کر مانگنے سے نہیں حاصل ہوگی۔ بلکہ قبر سے باہر مسجد میں صلوٰۃ ادا کرنے، عبادت کرنے میں ہے۔ اور اس روایت سے یہ نصیحت بھی فرمادی کہ اس گھر اور منبر سے جو کچھ بیان ہوا ہے اس کو مان کر اس پر عمل کروگے تو ضرور جنت میں داخل ہوگے جس طرح تلواروں کے سایہ کے نیچے جنت کا ہونا فرمادیا ہے۔ یعنی اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے جنت حاصل ہوتی ہے ورنہ اگر متن کے مطابق اس ٹکڑے کو جنت کا حقیقی باغ تسلیم کرلیا جائے پھر تو جنت کے اس باغ (مسجد نبوی) میں آج بھی ہر آدمی مشرک کافر اپنی مرضی سے داخل ہو سکتا ہے اور خاص کر نبی ﷺ کے زمانے کے منافق تو بار بار اس باغ (جنت) میں داخل ہوتے رہے جب کہ اللہ کا واضح اعلان ہے کہ "جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو ایسے (مشرک، کافر) پر جنت حرام اور اس کا ٹھکانہ آگ ہے"۔ اور یہ نبی ﷺ کا فرمانا کہ "میرا حوض اسی منبر کے نیچے ہے" کا بھی یہی مطلب ہے کہ جو کچھ اس منبر سے بیان ہو رہا ہے اس کو مان کر عمل کروگے، کفر، شرک و بدعات سے بچے رہوگے "تو کل قیامت کے دن اللہ کے حکم سے میں حوض کوثر سے خود پانی پلاؤں گا" (حوض کوثر کے پانی کے حقدار ہو جاؤ گے) ایماندار، مجاہد، غازی، شہید قیامت کے دن اللہ کے حکم سے جنت میں ضرور جائے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمیت ٹوٹ پھوٹ جاتی ہیں۔ منزلیں، جنتیں اور آگ کے گڑھے کہاں؟ فرض کریں اگر جنت کے باغ میں بھی مسلمین (جنتی) گل سڑ جائے تو ایسے جنت اور باغ سے فائدہ کیا؟ یا پھر یہ کہنا پڑے گا کہ مسلمین کا جسم نہیں اُس کی خاک جنت میں ہے او پھر جہاں بدبو ہو وہ جنت کی جگہ ہو نہیں سکتی جنت اور بدبو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ خود اللہ کے سچے رسول ﷺ بوقت ضرورت ان قبروں (گڑھوں) کو مسمار کر کے یا اُکھیڑ کر زمین ہموار کر لیتے تھے "جس طرح مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت مشرکین کی قبروں کے ساتھ کیا تھا"۔ (بخاری) ثابت ہوا کہ نبی ﷺ کا خود ان دنیاوی قبروں کے بارے میں جہنم کے گڑھوں پہلی منزل یا جنت کے باغیچوں والا عقیدہ نہیں تھا۔ کیوں کہ آپ ﷺ کا عمل ان روایتوں کے خلاف ثابت ہے۔ یہ ساری باتیں برزخ کی ہیں۔ جہاں پر موجود روح اور برزخی جسم کو راحت یا عذاب کا احساس ہوتا رہتا ہے۔ ان باتوں کو نبی ﷺ کے پکے ایماندار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین زیادہ جاننے والے (عالم) تھے۔ اُن کا یہ عقیدہ نہیں تھا کہ انہی قبروں میں باغیچے، جنت کے میوے یا حوریں ہوتی ہیں یا مرنے والے (مردے) اس میں اللہ کی حمد وثنا اور ذکر واذکار کرتے ہیں۔

عثمان ﷺ ہی کے دور کی بات ہے " خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ جب کہ میں حالت جوانی میں تھا بڑا چھلانگ لگانے والا سمجھا جاتا تھا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر (جو لمبی تھی) سے چھلانگ لگائے (یعنی میں طاقتور ہونے کی وجہ سے لگا لیتا تھا)۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور ہم قبروں پر بیٹھا کرتے (مگر) قبروں پر حدث کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ (بخاری جلد ا، کتاب الجنائز بحوالہ الدین الخالص از جابر دامانوی)

جس طرح آج کل مسلک پرستی کی وجہ سے ان ہی دنیاوی قبروں میں سب کچھ (زندگی، جنت اور جہنم) سمجھا جاتا ہے، اگر صحابہ کرام کا بھی یہی عقیدہ ہوتا تو یہ پکے ایماندار اور پرہیزگار اور نبی ﷺ کے سچے پیروکار کسی کی آخرت کی منزل، باغیچے، ٹھکانے یا زندگی سے ایسا نہ کھیلتے۔ قبروں کو دیکھ کر یا ویسے ہر وقت موت کو یاد کرنے والے نیک بندے ضرور تھے لیکن اسی قبر (گڑھے) کے اندر منزل اور زندگی کے قائل نہیں تھے اور وہ نبی ﷺ کے سچے اور پکے وفادار امتی تھے۔ جہاں کہیں اُونچی پکی پوجتی ہوئی قبر نظر آئی تو نبی ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اُسے مسمار کر دیتے یا اُکھیڑ دیتے تھے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (صحابی رسول ﷺ) نے جب عبدالرحمان کی قبر پر خیمہ (سایہ) دیکھا تو فرمایا اے لڑکے خیمہ (سایہ) قبر سے ہٹا دے اس کا عمل اس پر سایہ کرے گا (بخاری) چاہے مرنے کے بعد مومن ایماندار کی لاش کو دشمن آگ میں جلا دیں یا درندوں کے سامنے ڈال دیں لیکن مرنے کے ساتھ ہی برزخ میں اس پر اپنے ایمان اور نیک اعمال کی وجہ سے سایہ (راحت) ہوتا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرنے کے بعد انسان کے لیے دو منزلیں ہیں۔ ایک موت سے لے کر قیامت تک اور دوسری قیامت سے لے کر ہمیشہ کے لیے جنت یا جہنم کی شکل میں ہے۔

جس طرح فرعون اور فرعونی غرق ہونے کے بعد پہلی منزل (برزخ) میں آگ پر صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں جب کہ دنیاوی جسم یہاں ٹھنڈی جگہ، بہترین سایہ (مصر کے میوزیم) میں محفوظ ہے۔ لیکن دوسری منزل آخرت میں یہ فرعونی جسم سایہ میں نہیں ہوگا ہمیشہ کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل کر دیا جائے گا یا جس طرح قوم ثمود کی ہلاکت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا۔ "اب یہ اُن کے گھر اُن کے ظلم (کفر و شرک) کے سبب خالی پڑے ہیں" (نمل)۔ عذاب کے وقت یہ لوگ جہاں جہاں تھے وہیں پر ہلاک ہو کر ان کی لاشیں گر گئیں اور پھر کچھ عرصے میں وقت کے ساتھ ان کی لاشیں بھی ختم اور فنا ہو گئیں اور بعد میں عبرت کے لیے ان کے صرف خالی مکانات ہی رہ گئے تھے۔ مکین (ثمود والے) کہاں گئے۔ ان دنیاوی گھروں سے بہت دور برزخ چلے گئے۔ جہاں قانون الٰہی کے تحت ان سب کو فرعونیوں اور دیگر مجرم قوموں کی طرح عذاب میں مبتلا کر دیا گیا۔

فتح خیبر کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا گزر مومنین کی لاشوں کے پاس سے ہوا۔ انھوں نے کہا فلاں شہید ہے، فلاں شہید ہے، ایک شخص کی (لاش) کے متعلق انھوں نے کہا کہ یہ شہید ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر گز نہیں میں نے ایک چادر چرانے کی وجہ سے اُسے دوزخ میں دیکھا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، بحوالہ تاریخ المسلمین صفحہ: ۲۲۴، از مسعود بی ایس سی) دیکھیں اس خائن کی لاش یہاں بغیر دفن میدان میں پڑی تھی اور سچے رسول اللہ ﷺ نے اسے دوزخ میں عذاب ہوتے دیکھا۔ یعنی اسے موت کے ساتھ ہی دوزخ یعنی برزخ کا عذاب شروع ہو چکا تھا۔

اس طرح نبی ﷺ نے اپنے سگے چچا ابو طالب کے لیے فرمایا وہ (وفات کے بعد) دوزخ کے اوپر کے حصے میں ہیں۔ اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نیچے کے حصے میں ہوتے۔ ان کو تمام دوزخیوں کے مقابلے میں سب سے کم عذاب ہے۔ ان کو آگ کی دو جوتیاں پہنا دی گئی ہیں جن سے اُن (ابو طالب) کا دماغ کھول رہا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان، بحوالہ تاریخ المسلمین صفحہ نمبر ۱۱۸، از مسعود بی ایس سی)

اس صحیح روایت میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ ابو طالب مرنے کے بعد جہنم کے اوپر (بالا) حصے میں داخل کر دیے گئے ہیں اور پیروں میں آگ کے جوتے بھی پہنا دیے گئے ہیں جن کی گرمی (عذاب) سے ان کا دماغ کھول رہا ہے ظاہر ہے دنیاوی فانی مردہ جسم تو ہو نہیں سکتا کیوں کہ موت کے کچھ عرصے بعد نہ یہ دماغ رہتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نہ ہاتھ پیر اور دیگر اعضاء یہ ابو طالب کا برزخی جسم ہے جسے قیامت تک کے لیے اس طرح دوزخ میں (برزخ کا عذاب) ہوتا رہیگا۔

اس طرح نیک لوگوں کا معاملہ ہے۔ شہید صاحب یٰسین اور شہداء بدر و اُحد اور دیگر شہداء ایمان واسلام موت کے بعد اپنی پہلی منزلوں میں برزخی اجسام کے ساتھ جنتوں میں عزت وآرام سے ہیں۔[1] اگرچہ دنیاوالوں نے ان کے دنیاوی جسموں کو بری طرح نقصان پہنچادیا تھا۔ جسموں کے اعضاء تک کاٹے تھے لیکن دوسری منزل آخرت میں ان شہداء اسلام کو تازہ خوشبو اور خون ٹپکتے ہوئے نئے مکمل جسموں کے ساتھ اُٹھایا جائے گا۔ اور پھر ہمیشہ کے لیے ان بہادروں اور سرفروشانِ اسلام کو اعلیٰ جنتوں میں فرشتوں کی سلامی دیتے ہوئے ہمیشہ کے لیے داخل کر دیا جائے گا۔

قرآن واحادیث سے ثابت ہے کہ پہلی منزل برزخی زندگی ہے اور دوسری منزل اخروی زندگی ہے۔ آخرت کی زندگی کا آغاز اس جسد عنصری کے دوبارہ زندہ ہونے یعنی دوبارہ پیدا ہونے کے بعد شروع ہوگا۔ اس دنیاوی کمزور بدن کے ساتھ کوئی بھی آخرت کی اُس ابدلا آباد زندگی میں داخل ہو نہیں سکتا۔ اس فانی دنیاوی

---

(۱). نبی ﷺ نے فرمایا کہ "میں نے جنت میں تین اشخاص کو شراب نوش کرتے ہوئے دیکھا۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ مجھے بتایا گیا یہ جعفر بن ابی طالب، زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں (طبرانی کبیر، مستدرک حاکم بحوالہ سیرت کے نیچے موتی صفحہ ۲۵۰)۔

نوٹ: ظاہر ہے کہ یہ دنیاوی جسموں کے علاوہ اور جسم تھے جن کو رسول ﷺ نہ پہچان سکے ورنہ دنیاوی جسموں سے نبی ﷺ اپنے ان بہادر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے خوب واقف تھے جنگ موتہ میں نبی ﷺ نے خود ہی تو ان تینوں کو لشکر اسلام کا یکے بعد دیگر کمانڈر بناکر بھیجا تھا اور پھر ان کی شہادت کی خبر بھی آپ ﷺ ہی نے مسلمین کو سنائی جنت میں چونکہ ان کے وہ دنیاوی جسم نہیں تھے اس لیے آپ ﷺ اپنے ان مسلم کمانڈروں کو دوسرے برزخی جنتی اجسام کے ساتھ نہ پہچان سکے۔ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ شہداء کو اڑنے والے اجسام نہیں دیے گئے ہیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، جعفر کو " دو پروں والا " کہا کرتے تھے (بخاری ۳۷۰۹)۔ نبی ﷺ نے فرمایا " میں نے جعفر کو بادشاہ کے روپ میں فرشتوں کے ساتھ دو پروں کے سہارے (جنت میں) اڑتے ہوئے دیکھا"۔ ایک دوسری روایت میں فرمایا: إِنَّ جَعْفَرًا يَطِيرُ مَعَ جِبْرَئِيلَ وَمِيكَائِيلَ لَهُ جَنَاحَانِ عَوَّضَهُ اللهُ مِنْ يَدَيْهِ (مستدرک حاکم: ۳/۲۰۹، طبرانی ۲/۱۰۷، سیرت کے بچے موتی صفحہ ۲۵۰، احادیث صحیحہ (اردو) صفحہ نمبر ۵۱۰، جلد: ۳ للالبانی، مکتبہ قدوسیہ) " جعفر جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام کے ہمراہ پرواز کررہا ہے۔ اس کے دو پر ہیں جو اللہ تعالیٰ نے دو ہاتھوں کے بدلے اسے عطا فرمائے ہیں " اللہ تعالیٰ نے ان کے اپنے جنتی جسم کے دو پر بنادیے اور اسی طرح دیگر شہداء کے اجسام بھی پرندوں کی شکل کے پروں والے ہوتے ہیں۔ شہداء کے اڑنے والے اجسام کا ہوائی جہاز میں بیٹھنے یا سیر کرنے سے مثال دینا حدیث کا انکار اور مذاق ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدن کی اس موجودہ ساخت کو صرف اس محدود، کمزور زندگی کے لیے ہی بنایا گیا ہے۔

ارمان بھائی! مرنے کے بعد سوال وجواب ضرور ہوتے ہیں اس پر ہمارا ایمان ہے اور مرنے کے بعد راحت وعذاب پر بھی ہمارا ایمان ہے لیکن یہ سب کچھ عالم برزخ (عالم ارواح) میں انسانی روح کو دوسرا جسم ملنے کے بعد ہوتا ہے۔

جس طرح دنیا میں بے ہوش، نیند والے یا مکمل بہرے انسان[1] سے لیٹے، بیٹھے یا کھڑا کر کے پوچھنا بیکار ہے کیوں کہ کسی بھی حالت میں یہ نہ سنتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں اس طرح بے جان، بے روح حقیقی مردہ جسم کو بٹھا کر پوچھنا، کھڑا کر کے یا لیٹے پوچھنا بھی بے معنی ہے۔ کیوں کہ لاریب کتاب قرآن مجید کی رو سے باہر یا قبر کے اندر مردوں کو کوئی بھی نہیں سنا سکتا (نمل، فاطر) اس لیے کہ ان میں سننے اور سمجھنے کی صلاحیت وشعور نہیں ہوتی یہ سوال وجواب اور راحت وعذاب اس دنیا اور دنیاوی بدن سے الگ دوسرے عالم کے معاملات ہیں (جس طرح انبیاء اور شہداء کے اچھے ٹھکانے یا فرعون اور عمرو بن لحی الخزاعی کے برے برزخی ٹھکانے) جن کو دنیا والے نہ اپنی مرضی وقوت سے بدل سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

قرآن میں بیان شدہ گزری ہوئی نافرمان اور سرکش اقوام قوم نوح، قوم ثمود، قوم عاد، قوم لوط، قوم شعیب، قوم فرعون اور ہامان، قارون اور دیگر انبیاء کے مخالفین معذوب، کھیتی کی طرح کٹی ہوئی اور راکھ شدہ مردہ لاشوں

---

(۱). یہ قرآنی دلیل ہے عقل نہیں۔ گونگے، بہرے کو سامنے بٹھا کر اگر پوچھا جائے کہ مَنْ رَبُّكَ، مَنْ نَبِيُّكَ، مَا دِيْنُكَ؟ کیا وہ سن لے گا، ہرگز نہیں۔ تو اگر مردے کو بٹھا کر یہی سوالات پوچھے جائیں تو کیسے بتا سکے گا! جب کہ ان دونوں (مردہ اور بہرہ) کو اللہ تعالیٰ اپنی سچی کتاب قرآن پاک میں سماعت کے تعلق سے ایک برابر فرما رہا ہے۔ بلکہ بہرے کو تو سامنے سے کچھ اشاروں سے سمجھا یا بھی جا سکتا ہے لیکن مردے تو اشارے بھی نہیں سمجھ سکتے۔ اس طرح نیند کی حالت میں بھی انسان نہ سنتا ہے اور نہ جواب دے سکتا ہے۔ تو ابدی نیند والا (یعنی مردہ انسان) کیسے درج بالا ضروری سوالات کے جوابات دے سکے گا؟ اس میں اس جسم کے بغیر زندہ کیے یہ اہم اور ضروری حساب کتاب اور سوالات پوچھنا اس مکمل بہرے اور سوئے ہوئے مردہ کے ساتھ زیادتی اور بے انصافی ہوگی۔ لیکن ایسی بے انصافی اور زیادتی اُس مہربان رب رحیم کے ہاں نہیں ہے۔ ثابت ہوا کہ یہ سوالات اور حساب کتاب دوسرے عالم برزخ میں زندہ اور بیدار روح سے کیے جاتے ہیں جہاں وہ دوسرے جسم کے ساتھ زیادہ سنتی ہے۔ اس طرح اس دنیا میں کسی بھی سوئے ہوئے یا بے ہوش انسان سے پوچھنا، انٹرویو لینا اس کے ساتھ بڑی زیادتی اور بڑا انداق ہے۔ قرآنی مثال کے حوالے سے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے زمانے کے مقتول (مردہ) سے براہ راست قاتل کا نہیں پوچھا کیوں کہ وہ اس مردہ حالت میں سننے اور جواب دینے سے غافل اور قاصر تھے۔ اور موسیٰ کا عقیدہ بھی مردوں کے سننے اور جواب دینے کا نہیں تھا۔ اللہ کے حکم سے زندہ ہونے کے بعد پوچھنے پر قاتل کا نام بتا دیا۔ (البقرہ) کیوں کہ زندہ جواب دے سکتے ہیں مردے نہیں!

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(مردار جسموں) سے کیا پوچھنا ہے؟ ان لوگوں کو تو ہلاک ہی الخبیر رب نے اس لیے کیا تھا کہ کافر، باغی اور مشرک تھے۔ زندگی کی آخری مہلت تک اللہ کو اکیلا رب ماننے، رسولوں پر ایمان لانے اور مسلم بن کر اسلام میں داخل ہونے کے لیے تیار نہ تھے ہاں عذاب کے وقت یا موت کے وقت ایمان لانا چاہا تو ان کو ایمان لانے سے منع کیا گیا کہ اب ایمان لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جس طرح بڑے باغی فرعون نے ڈوبتے وقت ایمان لانے کی بھرپور کوشش کی کہ میں اللہ کو رب مانتا ہوں اور میں اس کا مسلم اور فرمانبردار ہوں لیکن اس وقت اس سرکش انسان سے کہا گیا کہ اب ایمان لاتا ہے اور مسلم بنتا ہے!! اس سے پہلے تو تو بڑا مفسد تھا اب ان باتوں (ایمان لانے اور توبہ کرنے) کا وقت ختم ہو گیا اب اللہ کو رب ماننا اور موسیٰ وہارون کو رسول ماننا بے فائدہ ہے بلکہ انتہائی سرکشی اور ظلم کی وجہ سے تیری اس لاش کو محفوظ کر کے دنیا والوں کے لیے درس اور عبرت کے طور پر رکھا جائے گا۔ (یونس)

قرآن کے اس واقعہ کے تعلق سے فرعون یا دوسرے کافر و مشرک سے اس دنیاوی جسم کے ساتھ عذاب دیکھ لینے یا ہلاکت کے بعد رب کے بارے میں یا رسول اور ایمان کے بارے میں سوال کرنا بے معنی اور بے مقصد ہے کیوں کہ بفرمان الٰہی ”ایسے مجرم لوگ تو موت کے وقت یا موت کے بعد خود بخود اللہ کو اپنا رب ماننے کے لیے بالکل تیار ہوتے ہیں“۔ (۱) یہ تو ایسے وقت میں پکار پکار کر خود بخود کہتے ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے لیکن اس وقت ان کے کہنے یا نہ کہنے سے ان کے انجام پر کچھ فرق نہیں پڑتا۔ ایسے لوگوں کی تو بڑی خواہش ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کچھ دیر کے لیے ان کو زندگی بخش دے تاکہ زندہ ہو کر کفر و شرک سے توبہ کر کے اللہ پر ایمان لے آئیں لَعَلِّیٓ اَعۡمَلُ صَالِحًا فِیۡمَا تَرَکۡتُ کا وعدہ پورا کر لیں۔

یاد رہے کہ سوال و جواب تو وہاں کیے جاتے ہیں جہاں آنے والے کو کوئی جانتا اور پہچانتا نہ ہو لیکن یہاں

(۱) فَلَمۡ یَکُ یَنۡفَعُهُمۡ اِیۡمَانُهُمۡ لَمَّا رَاَوۡا بَاۡسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِیۡ قَدۡ خَلَتۡ فِیۡ عِبَادِهٖ ۚ وَ خَسِرَ هُنَالِکَ الۡکٰفِرُوۡنَ (المومن : ۸۵) جب ان (کافروں) نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو کہنے لگے کہ ہم اللہ واحد پر ایمان لے آئے اور شریکوں کا انکار کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے عذاب کے دیکھنے کے بعد ان کو ایمان لانے سے کچھ فائدہ نہ دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جو اس کے بندوں کے لیے چلی آ رہی ہے اور اس طرح کافر وہاں گھاٹے (نقصان) میں پڑ گئے“۔ وَلَیۡسَتِ التَّوۡبَةُ لِلَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ السَّیِّاٰتِ ۚ حَتّٰۤی اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الۡمَوۡتُ قَالَ اِنِّیۡ تُبۡتُ الۡـٰٔنَ وَ لَا الَّذِیۡنَ یَمُوۡتُوۡنَ وَ هُمۡ کُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِکَ اَعۡتَدۡنَا لَهُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا (النساء: ۱۸) ”اور ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو (ساری عمر) برے اعمال کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ ان میں سے کسی کی موت آ موجود ہو تو اس وقت کہنے لگے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو کفر کی حالت میں مریں (بلکہ) ایسے لوگوں کے لیے ہم نے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے“۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو الخبیر، البصیر، العلیم، السمیع رب سے واسطہ ہے جو انسان کے ایک ایک عمل حتیٰ کہ دل ودماغ کے خیالات اور منصوبوں تک سے واقف ہے۔ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ مرنے والا کافر ہے یا ایماندار۔ اس کا تو فرمان ہے: ﴿أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾ (الملک: ۱۴) "کیا وہ اللہ بھی نہ جانے جس نے (انسان کو) پیدا کیا اور وہ تو بڑا باریک بیں اور خبر دار رب ہے"۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنكُمْ كَافِرٌ وَمِنكُم مُّؤْمِنٌ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ (التغابن: ۲) "وہی اللہ ہے جس نے تم انسانوں کو پیدا کیا تو تم میں کافر بھی ہیں اور مومن بھی اور اللہ تمھارے (سارے) اعمال کو دیکھنے والا ہے"۔ ﴿يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ﴾ (المومن: ۱۹) "وہ تو آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور سینوں میں پوشیدہ باتوں کو بھی" وہی اللہ تو انسان کی موت کے وقت اپنے حکم سے اپنے فرشتے بھیجتا ہے اگر مرنے والا کافر و مشرک اور گہنگار ہے تو بدخو اور عذاب والے فرشتے آتے ہیں جو روح نکالتے وقت ان کو چہروں اور پیٹھوں پر مارتے ہوئے کہتے ہیں کہ "نکالو! اپنی جانیں آج تم (مجرموں) کو اللہ پر جھوٹ بولنے کی وجہ سے سخت عذاب دیا جائے گا اور تم اللہ کی کتاب کی آیات کا انکار کرتے تھے (اللہ کی کتاب قرآن کے خلاف تمھارا ایمان اور عقیدہ تھا)۔ (انعام: ۹۳) اور اگر مرنے والا نیک ایماندار اور مسلم ہو تو اللہ کی طرف سے نرم خو اور خوشخبری سنانے والے فرشتے اس کے پاس آتے ہیں جو اس خوش نصیب نیک انسان کو اللہ کی طرف سے مبارکباد دیتے ہوئے کہتے: ﴿وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ﴾۔ (حم السجدہ: ۳۰) اور خوش ہو جاؤ اس جنت کے ساتھ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے"۔

سورۃ النحل میں کافروں اور ایمان والوں کے لیے الگ الگ فرمایا:۔ ﴿الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ ... فَادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ﴾ (النحل: ۲۹،۲۸) "فرشتے جب ظالموں کی روحیں قبض کرتے ہیں تو یہ (اس وقت) مطیع اور فرمانبردار ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کوئی برا کام (دنیا) میں نہیں کرتے تھے، ہاں جو کچھ تم کرتے تھے اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔ پس جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ۔ ظالموں اور تکبر کرنے والوں کا (اب یہی) برا ٹھکانہ ہے۔"

﴿الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (النحل: ۳۲) "پاک ایمانداروں کی جانیں جب فرشتے قبض کرتے ہیں تو ان پر سلامتی بھیجتے ہوئے کہتے ہیں کہ جو نیک عمل تم (دنیا) میں کیا کرتے تھے اُن کے بدلے جنت میں داخل ہو جاؤ"۔

رنے (روح قبض ہونے) کے ساتھ انسان کا عمل اور امتحان ختم ہو جاتا ہے اور موت ہی کے وقت فرشتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کی طرف سے پاس فیل ہو جانے کا اعلان بھی کر دیتے ہیں۔ مرنے کے کچھ دیر بعد دوبارہ اس بے روح انسانی لاش کو امتحان کے لیے بٹھا کر سوال وجواب کرنا سراسر قرآن وحدیث کے قانون (نص صریح) کے مطلق خلاف ہے۔

نافرمان بندوں کے لیے تو پہلے سے اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا ہے: فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴿١٠٥﴾ (الکہف: ۱۰۵) "ہم ایسے (کافروں) کے لیے قیامت کے دن کوئی وزن (ترازو) کھڑا نہیں کرینگے"۔

یعنی ایسے جانے پہچانے مجرموں سے کیا حساب لینا ہے اور کیا پوچھنا ہے؟ ان کا ٹھکانا تو صرف جہنم کی آگ ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: ۔فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ﴿٣٩﴾ (الرحمان: ۳۹) پس اس روز (مجرم) انس وجن سے ان کے گناہوں کا نہیں پوچھا جائے گا۔ بلکہ بغیر پوچھے دنیاوی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم میں ڈال دیے جائیں گے۔ یہ چہروں سے پہچانے جائیں گے کہ دنیا میں نافرمان کافر ومشرک تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں (انس وجن) کا ایسا زبردست ریکارڈ تیار کر رکھا ہوگا کہ سارے انسان خاص کر مجرم نافرمان بندے اعتراف کرتے ہوئے چیخ اٹھیں گے کہ... مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ..... (الکہف: ۴۹) "یہ کیسی کتاب (اعمالنامہ) ہے کہ نہ چھوٹی بات چھوڑی ہے اور نہ بڑی، مگر اُسے لکھ دیا ہے"۔

اللہ تعالیٰ اپنے سارے بندوں کے بارے میں خوب جانتا ہے کہ ان کا دنیا میں کیا ایمان وکردار رہا ہے۔ وہ الخبیر اور العلیم رب، عیسائی، یہودی، ہندو، روسی ہر قسم کے کافر، مشرک سے اچھی طرح واقف ہے۔ ان سارے کافروں کو حالت نزع میں اللہ کے حکم سے بغیر سوال وجواب کے چہروں اور پیٹوں پر مارتے ہوئے بتادیا جاتا ہے کہ تم دنیا میں کفر کرتے تھے اب سوائے عذاب اور جہنم کی آگ کے تمھیں کچھ نہیں ملے گا۔ مرنے کے بعد یہ کافر دفن ہوں یا نہ ہوں ان کے بُرے انجام اور عذاب قبر پر کچھ فرق نہیں پڑتا، کیوں کہ یہ عذاب زمینی گڑھے میں نہیں عالم ارواح (برزخ) میں ہوتا ہے۔

دنیاوی عذاب سے ہلاک کرنے یا حالت نزع کے وقت عذاب دینے کے بعد اس مجرم گنہگار کی لاش (میت) سے پوچھنے کی مثال ایسی ہے کہ کسی چور ملزم کا ہاتھ پہلے کاٹ دیا جائے اور بعد میں اس ہاتھ کٹے سے سوال کیا جائے کہ بتاؤ یہ چوری تم نے کی ہے؟ کیا تم چور ہو؟ یا کسی غیر شادی شدہ زانی کو (۱۰۰) سو کوڑے لگانے کے بعد اُس سے پوچھا جائے کہ بتاؤ! تم نے بدکاری کی ہے؟ ایسی سزا یا فیصلے کا دین اسلام ہرگز اجازت نہیں دیتا۔

نوح علیہ السلام کی ہلاک شدہ معذب قوم سے بعد میں یہ پوچھنا کہ بتاؤ تمھارا رب کون ہے؟ تم نوح علیہ السلام کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مانتے تھے ؟ تمھارا ایمان وعقیدہ کیسا تھا؟ یا قوم عاد ، ثمود اور قوم لوط کو ہلاک کرنے کے بعد ان کی معذوب لاشوں سے بعد میں رب اور اپنے اپنے رسولوں کے بارے میں پوچھنا انصاف نہ ہوا۔

اور پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ مردوں (لاشوں) کے سننے اور عذاب ہونے کے بارے میں آنے والی صحیح احادیث کا کیا کیا جائے۔

ان صحیح احادیث اور روایتوں کو قرآن کی روشنی میں اور قرآن واحادیث میں بیان شدہ ادبی انداز کو سامنے رکھتے ہوئے ماننا چاہیے ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:- أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَٰهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِۦ فِي ٱلنَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُۥ فِي ٱلظُّلُمَٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ... (الانعام : ۱۲۲) "بھلا جو پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اُسے زندہ کیا اور اُس کے لیے روشنی کر دی جس کے ذریعے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے۔ کہیں اُس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو اندھیرے میں پڑا ہوا ہو اور اس سے (کبھی) نکل ہی نہ سکے"۔

ظاہر ہے یہاں حقیقی مُردے اور زندے کی بات نہیں ہو رہی ہے ۔ ایمان اور کفر کی بات ادبی انداز سے پیش کی جارہی ہے پہلے یہ شخص کافر (اندھا) تھا۔ اللہ نے ایمان کی توفیق عطا فرمائی اور اندھیرے (جہالت) سے نکال کر روشنی (اسلام) میں لے آیا۔

قرآن میں دوسرے مقامات پر بھی کافروں کو مردوں، بہروں، اور اندھوں سے [1] تشبیہ دی گئی ہے۔

اس طرح قرآن میں زندہ گڑی ہوئی بچی کے لے فرمایا گیا کہ: وَإِذَا ٱلْمَوْءُۥدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِأَيِّ ذَنۢبٍ قُتِلَتْ ۝ (التکویر: ۸،۹) "اور جب اُس بچی (لڑکی) سے جو زندہ دفنا دی گئی ہو پوچھا جائے گا کہو کس گناہ پر قتل کی گئی۔" اس معصوم زندہ دفن کی ہوئی بے گناہ بچی سے کیا پوچھنا اور سوال کرنا ہے؟ قرآن اپنی ادبی زبان میں قتل کرنے والوں کو خبر دار کرتا ہے کہ ایک دن ان زندہ گاڑی ہوئی بے گناہ بچیوں کا رب تم ظالموں سے اس بڑے جرم (گناہ) کا حساب ضرور لے گا ورنہ اللہ کو تو معلوم ہے کہ بچی کو ناحق قتل کیا گیا۔ اس کا قصور اور گناہ صرف یہ تھا کہ وہ بیٹی

---

(۱). "جو شخص یہاں (اس دنیا) میں اندھا (کافر) رہا وہ آخرت میں بھی اندھا (کافر) ہی رہے گا (کامیابی اور ایمان) کے راستے سے دور" (بنی اسرائیل: ۷۲)۔ یعنی جو آج اس دنیا میں ایمان لانے سے اندھا بنا ہوا ہے کفر کرتا ہے تو کل آخرت میں یہ اگر آنکھوں والا (ایماندار) بننا بھی چاہے تو اس سے کہہ دیا جائیگا کہ دنیا میں جس طرح قرآن وحدیث سے اندھے (کافر) تھے اب یہاں بھی اندھے (کافر) ہی رہو۔ یہاں اندھوں کے لیے کوئی نجات نہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا"کہ جو شخص اپنے رب کا ذکر کرتا ہے وہ زندہ انسان ہے اور وہ شخص جو اپنے رب کا ذکر نہیں کرتا اس کی مثال مردے کی سی ہے" (متفق علیہ باب ذکر اللہ ، مشکوۃ) مُردہ لاش کو زندہ ماننا، کافر کو مسلم سمجھنے کے برابر ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(لڑکی) تھی[1] اللہ ہی تو ہم انسانوں کو بتا رہا ہے۔

اسی طرح ان مردوں کے تعلق سے بیان ہونے والی احادیث میں مردوں کے زندہ ہونے، سننے یا سوال کرنے کی بات نہیں ہو رہی ہے بلکہ اللہ اور اللہ کی کتاب پر ایمان لانے رسول ﷺ کی مکمل پیروی کرنے اور فرقہ پرستی سے بچ کر اسلام میں مکمل داخل ہو کر مسلم بننے کی تلقین و تبلیغ ہے۔ یہ پڑھ کر غصے نہیں ہونا چاہیے کہ پندرہ سو سال کے بعد ایک کم علم، معمولی آدمی، کپڑا فروش (دین فروش نہیں) لوگوں کو قرآن و حدیث کا ادب سکھلاتا ہے۔ اگر یہی قبر پرستی اور مردہ پرستی والی بات ہم پندرہ سو سال پہلے صحابہ کرام کے دور میں لے جائیں تو وہاں ہمیں ان کا یہ قبر پرستی اور مردہ پرستی والا عقیدہ اور نظریہ ہرگز نہیں ملے گا۔ کیوں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے اس قسم کی احادیث سے مردوں کے زندہ ہونے یا سننے کا عقیدہ ہرگز اخذ نہیں کیا۔ پچھلے صفحات میں بیان ہوا ہے کہ وہ بوقت ضرورت ہر قسم کی قبروں کو اُکھیڑنے اور ڈھانے والے پکے مسلم تھے (رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ)۔ مردوں کے بارے میں یہی ادبی اور کنایہ والی بات اللہ تعالیٰ نے اعزازی طور پر مقتولین فی سبیل اللہ (شہداء) کے بارے میں بھی بیان فرمائی ہے۔ فرمایا: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿١٦٩﴾ (آل عمران: ۱۶۹)۔ "اللہ کی راہ میں قتل ہونے والوں کو مردہ گمان بھی نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب (اللہ) کے پاس رزق پا رہے ہیں"۔ اب اگر ہم قرآن کی اس آیت کے متن کے مطابق شہید کو مردہ (میت) گمان نہ کریں۔ اور دنیا والوں کی طرح زندہ تسلیم کرلیں، پھر تو قرآن کی دیگر بے شمار آیات اور احادیث کے خلاف مسائل پیدا ہوں گے۔

---

(۱). نبی ﷺ نے فرمایا "قیامت کے دن تین قسم کے اشخاص شہید، عالم دین، اور سخی مالدار لائے جائیں گے ان کو اللہ تعالیٰ اپنی دنیاوی نعمتیں یاد دلانے کے بعد پوچھے گا کہ تم نے ان نعمتوں کو پانے کے بعد اللہ کی راہ میں کیا کیا۔ شہید کہے گا میں نے تیری راہ میں جان قربان کی، عالم کہے گا میں نے قرآن سیکھا اور دوسروں کو سکھایا مالدار سخی کہے گا میں نے تیری راہ میں خوب خرچ کیا ان تینوں سے کہا جائے گا تم سب جھوٹے ہو۔ تم نے بہادر، عالم اور سخی کہلوانے کے لیے یہ اعمال کیے تھے۔ حکم ہوگا ان کو منہ کے بل کھینچتے ہوئے جہنم میں ڈال دو (دیکھیں ان تینوں نے بظاہر سوالات کے جوابات صحیح دیئے لیکن اندر سے ویسے نہیں تھے) جوابات صحیح دینے کے باوجود العلیم، الخبیر رب کے حکم سے جہنم میں ڈال دیے گئے (مسلم) یہ سوال و جواب نہ بھی ہوتے تب بھی یہ تینوں جہنم جاتے یہاں ان تینوں کے سوال و جواب کے ذریعے زندہ مجاہدین، علماء حق اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے والوں کو درس دیا گیا ہے کہ خبردار رہو تم اپنے اعمال میں ریاکاری نہ کرو ورنہ تمھارا بھی یہی حشر ہوگا۔ اس طرح اگر کوئی کافر مشرک "مَنْ رَّبُّكَ" کے جواب میں رَبِّيَ اللّٰهُ کہے یا منافق کہے کہ میں محمد رسول ﷺ کو مانتا تھا تو بھی جھوٹا قرار دے کر ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ کیوں کہ یہ دنیا میں اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔ اللہ ہر جھوٹے نافرمان انسان کو بغیر سوال و جواب کے خوب جانتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثلاً شہید کی بیوہ کے لیے عدت نہیں اور پھر وہ بیوہ کبھی بھی نہیں کہلائی گی دوسری شادی بھی نہیں کر سکتی کیوں کہ شہید شوہر کو قرآن نے زندہ کہا ہے[1]۔ شہید کے بچوں کو یتیم بھی نہیں کہا جائے گا کیوں کہ شہید باپ زندہ ہے۔ شہید کی میراث بھی تقسیم نہیں ہوگی۔ صلوٰۃ المیت بھی ادا نہیں کی جائی گی۔ اور پھر دفن بھی نہیں کیا جائے گا۔ کیوں کہ زندہ مسلم کا صلوٰۃ المیت ادا کرنا گستاخی اور سخت گناہ ہے اور اسی طرح زندہ دفن کرنا بھی قرآن کی رو سے قتل کرنا ہے۔ (التکویر)

لیکن ایسا مان لینا جہالت اور بے علمی ہے[2] قرآن کے حکم کے باوجود ہم مقتولین فی سبیل اللہ کو اموات تسلیم کرتے ہیں۔

---

(۱)۔ کسی زندہ شخص کا اپنے بچوں سے ہزاروں میل دور کافی عرصے تک الگ رہنے سے اُس کے بچوں کو یتیم اور بیوی کو بیوہ نہیں کہا جاسکتا اور نہ ہی بیوی دوسرا نکاح کر سکتی ہے جب کہ یہ معلوم ہو کہ وہ زندہ ہے، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ گھر کے قریب علاقے کے قبرستان میں دفن ہونے والے زندہ شہید کے بچے یتیم اور بیوی بیوہ کہلائے اور اُس کے لیے بھی دوسری بیواؤں کی طرح چار ماہ دس دن کی عدت کی میعاد مقرر ہو۔ صاف ظاہر ہے یہ اس لیے کہ شہید بھی دوسرے مردوں کی طرح مردہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے بیوی بچوں کی دنیا سے دور دوسرے جہاں (عالم) میں اپنے رب کے پاس زندہ ہوتا ہے جس زندگی کا اس دنیا کی زندگی سے کوئی تعلق نہیں۔

(۲)۔ قرآن کی بھی ادبی اور کنایہ والی باتیں بے شمار احادیث میں بیان ہوئیں ہیں۔ مثلاً نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی مسلم کھانے پر اللہ کا نام یعنی بسم اللہ نہ پڑھے تو شیطان بھی اُس کے ساتھ کھانے میں شامل ہو جاتا ہے۔ (بخاری) لیکن متن کے مطابق کبھی ایسا ہوا نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے آپ کسی بھی موقع پر ایک ہی برتن میں اپنا اور کسی اہل حدیث مولوی کے حصے کی مٹھائی یا چرغہ ان کی غیر موجودگی میں کھالیں اور پھر پوچھنے پر یہی صحیح حدیث کا حوالہ دیں کہ مولوی صاحب کھانے سے پہلے میں غلطی سے بسم اللہ پڑھنا بھول گیا جس کی وجہ سے شیطان میرے ساتھ شامل ہو گیا میں نے صرف اپنا حصہ کھایا ہے اور آپ کا حصہ شیطان نے شامل ہو کر کھالیا۔ پھر دیکھیں وہ حدیث کے متن کو مانتے ہوئے خاموش ہوتا ہے یا ناراض ہو کر احتجاجاً یہ کہتا ہے کہ بھائی شیطان مٹھائی اور چرغے نہیں کھاتے، حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے یہ سارا تم نے خود کھا لیا ہے۔ اور دلیل میں دوسری صحیح حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے کہے گا کہ شیطان کی خوراک یہ نہیں ہڈی وغیرہ ہے۔ ظاہر ہے اس روایت میں اللہ کے حلال رزق کو کھاتے وقت اللہ کی شکر گزاری کا درس دیا گیا ہے۔ اور شیطان نہیں چاہتا کہ انسان اللہ کا شکر گزار بندہ بنے۔ شیطان کو انسان کے اپنے رب کے ذکر کرنے اور شکر گزار ہونے سے بڑی تکلیف اور پریشانی ہوتی ہے۔ پیٹ میں مروڑ پیدا ہوتا ہے۔ اور اُسے الٹیاں آنے لگتی ہیں۔ دوسری صحیح بخاری کی روایت ہے کہ جو مسلم فجر کی صلوٰۃ نہیں پڑھتا غافل سویا رہتا ہے تو شیطان اُس کے ایک کان میں یا دونوں میں پیشاب کر دیتا ہے۔ اب اگر اس صحیح حدیث کو اس کے متن کے مطابق مان لیا جائے پھر تو اس مسلم کو فجر کی قضا اور ظہر کی صلوٰۃ کے لیے صرف کانوں کا مسح کر لینا کافی نہیں بلکہ اپنے کانوں کا اندر سے اچھی طرح دھونا، غسل کرنا ضروری ہے کیوں کہ انسان (مسلم) کا پیشاب اتنا ناپاک ہے کہ اگر کان میں چلا جائے تو صرف مسح سے کان صاف نہیں ہوتا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیوں کہ خود نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اُن کو اموات مانا ہے[۱] اور شہید کی بیواؤں سے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۷: ...شیطان تو نجس اور پلید ہے۔ صلوٰۃ کے لیے صرف مسح کر لینے سے کان کیسے پاک اور صاف ہو جائیں گے۔ جب تک اندر سے اچھی طرح دھویا نہ جائے اس روایت میں شیطان کے زیادہ خوش ہونے کا کنایہ بیان ہوا ہے اگر چہ شیطان مسلمین کی ہر صلوٰۃ قضا ہونے پر خوش ہوتا ہے لیکن فجر کی صلوٰۃ چھوٹ جانے پر زیادہ خوش ہو جاتا ہے۔ شیطان کا پیشاب کرنا زیادہ خوش ہو جانا ہے کیوں کہ نجس، مشرک اور کافر لوگ گندے جانور زیادہ خوشی میں ہمیشہ گندے اور برے کام ہی کرتے ہیں اور اکثر ان کا خوشی میں پیشاب نکل جاتا ہے۔ ایک اور حدیث میں ادبی: انداز سے فرمایا گیا کہ وہ شخص جو اپنا صدقہ، خیرات دائیں ہاتھ سے دے تو بائیں کو علم نہ ہو ایسا شخص قیامت کے دن اللہ کی رحمت کے سائے میں ہوگا (متفق علیہ) اب اگر ایک شخص اپنا صدقہ (اناج، آٹا، پھل فروٹ، وغیرہ) متن کے مطابق ایک ہاتھ یعنی صرف اپنے دائیں ہاتھ سے دے اور اپنے بائیں ہاتھ کو دور رکھ کر استعمال نہ کرے کہ بائیں ہاتھ کو استعمال کرنا گناہ اور حدیث کی مخالفت اور انکار ہے تو ایسا ہر گز نہیں ہے وہ دونوں ہاتھوں سے صدقے کا آٹا، اناج وغیرہ اُٹھا کر مستحق کو دے سکتا ہے، کوئی گناہ نہیں بھرپور اجر ملے گا۔ ایسا کرنا حدیث کی مخالفت نہیں ہے اس روایت میں نبی ﷺ نے ریاکاری سے منع فرمایا ہے۔ ریاکار اگر صرف دائیں ہاتھ سے بھی دے گا تو بھی ذرا اجر نہیں ملے گا۔ اس طرح کتنی ایسی احادیث ہیں جن کو ہم ان کو متن کے مطابق نہیں مانتے تو یہ مردوں (لاشوں) کے سننے اور گڑھوں (قبروں) میں زندہ ہونے والی خلاف قرآن واحادیث روایات کے متنوں کو اس طرح ماننے کے لیے اتنی ضد اور ہٹ دھرمی کیوں؟ اللہ سے ڈرنا چاہیے اللہ کی کتاب قرآن کے خلاف عقیدہ اور نظریہ اپنا کر اپنی آخرت کی ہمیشہ رہنے والی زندگی برباد نہیں کرنی چاہیے۔ اس کے علاوہ جس طرح قرآن (وحی متلو) میں محکمات اور متشابہات آیات ہیں اور ہمارا ان پر ایمان ہے اسی طرح احادیث (وحی غیر متلو) میں بھی متشابہات ماننا چاہیے جس سے اللہ کا اپنے بندوں کا امتحان لینا مقصود ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی زبان سے ادا کروائے ہیں ہمیں قرآن کے محکم آیات اور واضح احادیث کے مقابلے میں ایسی متشابہات احادیث پر عقیدہ یا عمل نہیں اپنانا چاہیے جس کا متن اور مفہوم بظاہر محکمات کے خلاف ہو۔ جس طرح قرع نعال والی حدیث ہے۔ منافقین اور مخالفین اسلام، عبد اللہ بن اُبی اور اس جیسے دوسرے منافق یا کافر سے دفن ہونے کے بعد کیا پوچھنا ہے؟ یہ اگر ستر بار بھی صحیح جواب دے دیں جس طرح دنیا میں بظاہر صحیح جواب دیا کرتے تھے۔:. إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ... (المنافقون:۱) پھر بھی جہنمی ہیں ان کے لیے باخبر رب کا فرمان: لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ... (التوبہ:۱۰۱)۔ اس روایت میں ان نافرمانوں کے لیے ڈراوا ہے کہ مرنے سے پہلے منافقت اور مخالفت چھوڑ کر دین اسلام میں پورے داخل ہو کر خلوص کے ساتھ اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان لا کر مخلص بن جاؤ ورنہ جنت سے محروم ہو کر ہمیشہ کے لیے جہنم تمہارا ٹھکانہ بن جائے گا اسی طرح مخلص صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ان دنیاوی جسموں کے ساتھ کیا پوچھنا ہے جنھوں نے اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان لا کر دین اسلام کے لیے جان ومال وقف کر دیا تھا جن کے لیے دفن ہونے سے پہلے رضی اللہ عنھم (جنتی) ہونے کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ "نبی ﷺ نے ہر فرض صلوٰۃ کے بعد آیت الکرسی پڑھنے والے مسلم کے لیے فرمایا کہ اس کے اور جنت کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوتی سوائے موت کے" (نسائی، الصحیح للالبانی)

(۱). شہداء (مقتولین فی سبیل اللہ) کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "کہ انھیں (جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں) مردہ نہ کہو ہمارے پاس زندہ ہیں"۔ اس کے باوجود نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دوسرے مردوں کی طرح مردہ ہی مانا اور آج ہم مسلمین بھی مقتول فی سبیل اللہ کے ساتھ دیگر مردوں والا معاملہ ہی کرتے ہیں،

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عدت کے بعد نکاح کیے ہیں اور بچوں کو یتیم سمجھ کر ان کی اعانت اور پرورش کی ہے اس آیت میں مسلمین کو جہاد کی تلقین اور پھر اللہ کی راہ میں مارے جانے والوں کے لیے بڑی کامیابی اور خوشخبری بیان کی گئی ہے۔ اگر ہم شہداء اسلام کو اپنے پاس دنیا میں زندہ مان لیں تو پھر "بل احیاءٌ عند ربھم "ماننا نہ ہوا اس کا انکار ہو گیا۔

اور پھر اس طرح ماننا اور کہنا ہو گا کہ اللہ کے پاس نہیں بلکہ "احیاء فی الدنیا یا احیاء عندنا فی پاکستان"۔ قرآن کے فرمان کے مطابق نوح علیہ السلام کے کافر بیٹے سے اور بیوی، ابراہیم علیہ السلام کے کافر باپ، لوط علیہ السلام کی کافر بیوی، نبی ﷺ کے کافر چچا ابولہب اور دیگر گذشتہ قوموں کو دفن ہونے سے پہلے بغیر سوال وجواب کے بحوالہ قرآن ہمیشہ کے لیے جہنمی قرار دے دیا گیا ان نافرمانوں کی لاشوں سے ہلاکت یا موت کے بعد دفن ہونے یا نہ ہونے کے بعد کیا پوچھنا اور کس لیے پوچھنا؟ کہ تمھارا رب کون ہے؟ تم کون سے دین کو ماننے والے تھے؟ تمھارا رسول کون تھا؟ تم نوح، ابراہیم، لوط، ھود، صالح علیہم السلام یا محمد ﷺ کو اللہ کے بھیجے ہوئے رسول مانتے تھے؟ قرآن تو کہتا ہے یہ سارے موت کے وقت یا موت کے بعد ان ساری باتوں کو ماننے اور ایمان لانے کے لیے تیار تھے۔ اللہ تعالیٰ کو ایسے سرکش اور بے ایمان بندوں سے ہلاکت کے بعد پوچھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے! وہ ان بندوں کے ایک ایک عمل اور گناہ سے واقف اور باخبر رب ہے۔ فرمایا: وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا۝ (بنی اسرائیل: ۱۷)۔ "اور اے (محمد) تمھارا رب اپنے بندوں کے گناہوں (یعنی گنہگاروں) کو خوب جاننے اور دیکھنے والا کافی ہے"۔ وَلَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ۝۔ (القصص: ۷۸) "اور مجرموں سے ان کے گناہوں کا (عذاب کے وقت) نہیں پوچھا جاتا"۔ قرآن واحادیث کا انسانوں کو سمجھانے کا اپنا ایک بہترین انداز ہے۔ جہنمیوں کے لیے جہنم میں داخل ہونے سے پہلے فرمایا جائے گا:۔ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ۝ (الصفت: ۲۴) "(اے فرشتوں) ان کافروں (جہنمیوں) کو روک لو۔ ان سے کچھ پوچھنا ہے" حالاں کہ ان کے جہنمی ہونے کا فیصلہ تو ہو چکا ہو گا جس کا بدلنا نا ممکن ہو گا، ایسا ان سرکشوں کی تذلیل اور حسرت وندامت کے لیے کیا جائے گا فرمایا جائے گا: مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ۝ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ۝ (الصفت: ۲۵،۲۶)۔ اے کافرو! تم کو کیا ہو گیا کہ (آج) ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے، بلکہ آج تو وہ بڑے فرمانبردار ہیں (تابعدار کھڑے ہیں)۔" اس طرح عیسیٰ علیہ السلام کے لیے سورۃ المائدہ میں فرمایا گیا کہ " قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا جائے گا اور پوچھا جائے گا کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۸:... کیوں کہ وہ زندہ نہیں مردہ ہی ہوتے ہیں (بحوالہ حدیث)۔ جنت میں شہداء کا بھی اپنے ان دنیاوی جسموں کے بارے میں بے روح اور بے جان ہی کا عقیدہ ہوتا ہے۔ جن کے لیے قرآن کا ارشاد ہے کہ وہ زندہ ہیں پھر بھی ان کو مردہ مانا جاتا ہے تو جن میتوں (غیر شہداء) کے لیے اللہ خود اعلان فرمائے کہ "اموتٌ غیر احیاء" (مطلق) مردے ہیں زندہ (ہرگز) نہیں۔ ان کو زندہ مان لینا اسلام میں کیسے جائز اور حق ہوا؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود پکڑو۔" حالاں کہ اس سے پہلے اس سورۂ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کہ عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو کفر و شرک سے منع فرماتے تھے، عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے اپنے اور اپنی ماں کو شریک ٹھہرانے کا نہیں کہا تھا۔ وہ خود عیسیٰ علیہ السلام کو معبود بنا کر کافر بن گئے تھے۔ یہاں اللہ کے پاس عیسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال (اس لیے نہیں پوچھا جائے گا) کہ معاذاللہ، اللہ تعالیٰ کو معلوم نہ ہو گا۔ اللہ تو ہر بات کا زیادہ جاننے والا ربّ ہے۔ یہ صرف زندہ نصاریٰ کو نصیحت کرنے، شرک جیسے عظیم گناہ سے خبردار کرنے اور پھر قیامت کے دن ان کی سرزنش اور ملامت کے لیے ایسا فرمایا گیا۔ (ابن کثیر، معارف القرآن تفسیر سورۂ مائدہ)

یہی انداز نبی ﷺ کا قلیب بدر کے ۲۴ (چوبیس) مردار سرداروں کے لیے تھا یقین اور ایمان بھی تھا کہ اب یہ جہنم واصل ہو گئے ہیں[1] اور اب عذاب میں مبتلا ہیں اس کے باوجود فرمایا "اے کافر! کیا تم نے اپنے ربّ کا وعدہ سچا پایا"۔

اور پھر عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کا یہ خطاب سن کر اس طرح کہنا کہ (یارسول اللہ) بے جان، بے روح جسموں سے کب کلام کیا جاتا ہے؟ یعنی اب تک تو ہم یہی سنتے آئے ہیں کہ مردے کلام نہیں سنتے اور یہ کوئی معمولی سوال و اعتراض بھی نہ تھا۔ اس سے پہلے قرآن کی چھیاسی (۸۶) مکی سورتیں نازل ہو چکی تھیں ان کا درس نبی ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دے چکے تھے جن میں: المومنون، نمل، فاطر، مومن، زمر اور دیگر عدم سماع موتیٰ والی سورتیں شامل تھیں اور نبی ﷺ کو لوگوں کے درمیان شرک (بت پرستی اور قبر پرستی) کے خلاف اور خالص ایمان و توحید کی تبلیغ کرتے پندرہ سال ہو گئے تھے۔ اتنے عرصے میں نبی ﷺ نے یہ مُردوں کی سننے یا کلام کرنے والی بات قرآن کے کسی درس اور نہ کسی دوسرے مقام و محفل میں بیان فرمائی تھی بلکہ اس کے خلاف مردوں کے فنا اور خاک ہونے کی تعلیم دی تھی ورنہ پندرہ سال کے طویل عرصے کے بعد (جس میں آج کے

---

(۱) اسلام اور کفر کی جنگ میں مارے جانے والے کافروں کے لیے مسلمین یہی کہتے ہیں کہ اتنے کافر و مشرک واصل جہنم ہو گئے یعنی ہر مسلم کا مردہ کافر کے لیے یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ مرنے یا قتل ہونے کے ساتھ ہی بغیر دفن اور سوال و جواب کے یہ مجرم بندے برزخ کے عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور جہنم کے مستحق قرار پاتے ہیں اس طرح بھی کہتے ہیں کہ جنگ میں اتنے کافر مردار ہو گئے۔ اب ان دنیاوی مردار جسموں سے اللہ کے ہاں دوبارہ کیا پوچھنا؟ کہ بتاؤ تم اللہ اور رسول ﷺ کو مانتے تھے، مسلم تھے یا کافر؟ البتہ عالم ارواح میں بطور ندامت اور ملامت کے ان دنیاوی مرداروں سے ان کے دوسرے برزخی جسموں کے ساتھ ضرور پوچھا جاتا ہے۔ جنگ اُحد میں ۷۰ مشرک مارے گئے یہاں نبی ﷺ کا خطاب صرف ۲۴ مشرک سرداروں سے ہوا۔ باقی ۴۶ مشرک بغیر دفن پڑے رہے کیا عذاب قبر سے بچ گئے ہرگز نہیں سارے ۷۰ مشرک برزخ کے عذاب میں مبتلا ہو گئے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدرسے کا ایک طالب علم عالم وفاضل بن جاتا ہے) عمرؓ جیسے اُمت کے فقیہ اور صفِ اول کے صحابی اس طرح نبی ﷺ سے نہ پوچھتے اور پھر نبی ﷺ نے بھی جواب میں یہ نہیں فرمایا: کہ ہاں عمرؓ مردے سنتے ہیں یا مردوں کو بھی سنایا جاسکتا ہے بلکہ فرمایا "میری بات (اس وقت) تم ان (کافروں) سے زیادہ سننے والے نہیں[1] ہو۔" نبی ﷺ کا اس طرزِ کلام میں اُن چوٹی کے دشمنانِ اسلام ورسالت کے لیے چوٹ، نفرت اور طنز موجود تھا کہ میری جو بات دنیا میں اے کافرو! تمھاری سمجھ میں نہیں آرہی تھی اب تو اچھی طرح آچکی ہوگی۔[2] ورنہ عمرؓ اور دیگر اطاعت گزار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بڑھ کر نبی ﷺ کی بات سننے والے کون ہوسکتے تھے؟ وہ اللہ اور رسول ﷺ کے حکم پر سب کچھ قربان کرنے والے مخلص مسلم تھے۔ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی ہر بات اور ہر حکم بڑی توجہ اور غور سے سنا کرتے تھے۔ یہاں بدر کے کنویں کے پاس بھی عمرؓ نے نبی ﷺ کی پوری بات سُن لی تھی تب ہی تو اعتراض کیا لیکن نبی ﷺ کے اس اندازِ کلام میں اُن مشرکوں کے لیے جو حسرت وندامت دلانے اور چوٹ وطنز کا انداز تھا وہ عمرؓ عذاب میں مبتلا مشرکوں سے زیادہ نہیں سن (سمجھ) رہے تھے۔ اور اس سننے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اُن مقتولین (لاشوں) کو زندہ کرکے اپنے رسول ﷺ

(۱) مثلاً ایک جماعت میں دورانِ درس معلم کسی شاگرد کے لیے کہے کہ اُس نے میری بات فلاں سے زیادہ سن لی تو اس کا مطلب ہوگا کہ زیادہ سننے والا میری بات یا مقصد کو اچھی طرح سمجھ گیا کیوں کہ معلم کے بات سننے میں تو سارے شاگرد ایک جیسے ہوتے ہیں (بشرطیکہ کوئی بہرہ نہ ہو) لیکن بات کی تہہ میں جو مقصد ہوتا ہے اُس کے سمجھنے میں سننے والوں میں فرق ہوتا ہے یعنی جماعت میں سننے تو سارے ایک جیسے ہوتے ہیں لیکن ضروری نہیں کہ سمجھے بھی سب ایک جیسے ہوں۔ اس طرح یہاں اس دنیا میں بے شمار انسان پیدائشی بہرے اور بوڑھے زندگی میں نہیں سن سکتے تو مرنے کے بعد یہی لوگ اپنے اس مردہ بدن کے انہی کانوں کے ساتھ کیسے سن پائیں گے جب تک ان کو سننے والا نیا جسم نہ دیا جائے۔

(۲) مثلاً ایک سرکش، غلط کار انسان کو اُس کا والد، یا بڑا بھائی ہمیشہ بداعمالیوں اور برائیوں سے منع کرے کہ برے شیطانی افعال سے باز آجاؤ ورنہ بعد میں پچھتاؤ گے اور زندگی برباد ہو جائیگی۔ وہ ان خیر خواہوں کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے آپ کو بڑا عقلمند اور کامیاب گردانتا ہے۔ آخرکار ایک دن پولیس کے ہاتھوں بڑے جرم میں گرفتار ہوکر ہمیشہ کے لیے جیل کی سلاخوں کے پیچھے چلا جاتا ہے اور پھر یہی حقیقی خیر خواہ والد یا بھائی پہلی ملاقات میں جاکر اُس سے کہے کہ مبارک ہو، کامیاب ہوگئے۔ اب مزے کرو یہاں اور خوش رہو۔ یہ باتیں سن کر قریب کھڑا دوسرا آدمی یا ملاقاتی کہہ سکتا ہے کہ بھائی کہاں کی کامیابی، کیسی خوشی اور مزے، ایک مجبور قیدی انسان سے ایسی باتیں کیوں کرتے ہو۔ جواب میں یہ خیر خواہ کہیں کہ یہ بندہ (مجرم) میری باتوں کو تم سے زیادہ اچھی طرح سمجھتا اور سنتا ہے اس لیے کہ خیر خواہ والد یا بھائی کی باتوں میں جو طنز وچوٹ ہے یا حسرت وندامت کا احساس دلاتا ہے وہ جیل میں بند بیٹا، بھائی اُس وقت دوسروں سے زیادہ سر جھکائے ہوئے شرمسار ہوکر، سمجھنے اور سننے والا ہوتا ہے یہاں (قلیب بدر میں) بھی اُن سرکش مشرک مقتول بھائیوں کو اللہ نے معجزانہ طور پر اُن کے خیر خواہ بھائی محمد بن عبداللہ اور سچے رسول ﷺ کی باتیں سنوادیں۔ جسے وہ اُس وقت بہت زیادہ اور اچھی طرح سن رہے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا یہ کلام سنوا دیا۔ اس روایت میں کم یا زیادہ سننے کی بات نہیں ہو رہی ہے ورنہ کم سننا یا زیادہ سننا کیا معنی رکھتا ہے؟ کم سننے والی بات کانوں کے بھاری (ڈورا) انسان کے لیے تو کی جا سکتی ہے لیکن عمرؓ تو اس کمزوری سے پاک تھے یا اُمت کے دوسرے نمبر کے ولی (عمرؓ جن کی علم و فراست اور رائے کی قرآن نے تائید کی ہے) کیا کافر لاشوں جتنی سماعت اور شعور بھی نہیں رکھتے تھے (معاذ اللہ) اس روایت کی جو تشریح اور تاویل عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور قتادہؓ نے کی ہے وہی صحیح ہے۔ ان سے زیادہ قرآن و حدیث سمجھنے والے آج کون ہو سکتے ہیں۔ یہ قرون اولیٰ کے مسلم ایماندار نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بلا واسطہ (ڈائریکٹ) پوچھنے اور علم حاصل کرنے والے ہیں یہ کہتے ہیں کہ یہاں سننے سے مراد جان لینا، علم ہو جانا اور ان کا سننا معجزانہ طور پر "توبیخاً و تصغیراً" اور باعث حسرت و ندامت کے تھا (بخاری) اور پھر اس بہترین علمی دور صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین یا محدثین میں سے کسی نے بھی ان کی اس تشریح یا تاویل پر اعتراض نہیں کیا ہے۔ عام مردے نہیں سنتے نہ کوئی ان کو قیامت تک سنا سکتا ہے۔ یہ لاریب سچے قرآن کا اعلان ہے۔ یہ سننا، سنانا برزخ (عالم ارواح) میں ہوتا ہے جہاں ہر مرنے والے کی روح چلی جاتی ہے اور پھر اس دوسری موت میں پہلی موت والا "وعدہ الست" جب وہاں اس سے پوچھا گیا تھا کہ "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" کیا میں تمھارا ربّ نہیں سب نے مل کر جواب میں کہا تھا "قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا" کہا کیوں نہیں ہم سب گواہی دیتے ہیں کہ (تو ہمارا ربّ ہے) (اعراف) یا دلانے کے لیے سوال جواب کیا جاتا ہے۔ کیوں کہ پیدائش (دنیا میں آنے سے پہلے "پہلی موت" برزخ میں ہر ابن آدم نے اللہ سے ربّ ہونے کا وعدہ کیا تھا۔[1] تو جن بندوں نے دنیا میں آنے کے بعد یہ وعدہ بھلا کر دوسروں کو اپنا ربّ مانا ان کو اس سوال جواب کے ذریعے دوبارہ برزخ میں آنے پر دوسری موت میں سرزنش کے طور پر یاد دہانی کرائی جاتی ہے کہ تم نے ربّ سے کیا ہوا وعدہ بھلا کر اپنا ہی نقصان کیا اب تمھارا ٹھکانہ ہمیشہ کے لیے

---

(۱)۔۔۔ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ۔۔۔(البقرہ: ۲۸) "تم (اے انسانوں) مردہ تھے (یہ پہلی موت ہے) پس پھر تمھیں زندہ کیا (یہ دنیا کی پہلی زندگی ہے) پھر تمھیں موت دیں گے (یہ دوسری موت ہے) پھر تمھیں زندہ کریں گے (جسد عنصری کے ساتھ یہ دوسری اور آخری زندگی ہے)۔" روح کا پیدا ہونے کے بعد برزخ میں رہنا موت کہلاتا ہے انسان کا دنیا میں آنے سے پہلے روح کی اس برزخی زندگی کو پہلی موت کہا گیا اور پھر انسان کا دنیا میں پیدا ہو کر اور مر جانے کے بعد اسی روح کا دوبارہ برزخ جانا یہ دوسری موت کہلاتا ہے رہا یہ دنیاوی جسم تو اس کے ساتھ انسان صرف ایک مرتبہ مرتا ہے۔ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى۔۔۔(الدخان: ۵۶) "وہاں آخرت (دوسری زندگی) میں اس پہلی (دنیاوی) موت کے بعد پھر دوبارہ یہ انسان موت کا مزہ نہیں چکھیں گے"۔ پھر انسان کو نئے جسد عنصری کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندہ رہنا ہے جو اس جسم کے لیے دوسری زندگی ہوگی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہنم ہوگا۔ اس طرح ایماندار کو یہاں ایمان کی ثابت قدمی پر خوشخبری اور مبارک باد دی جاتی ہے کہ تم کامیاب رہے اب تمھارا ٹھکانہ ہمیشہ کے لیے جنت میں ہوگا۔ ان دونوں قسم کے بندوں کو اپنے اپنے ٹھکانے جنت اور جہنم کی شکل میں دکھائے بھی جاتے ہیں ۔ اس عالم ارواح میں نیک ایمانداروں سے کہا جاتا ہے کہ "نَم صَالِحًا" آرام سے سو جاؤ(بخاری) اور پھر جنت کی طرف سے کھڑکی کھلنے کے بعد یہ مومن قیامت تک کے لیے برزخ میں برزخی جسم کے ساتھ آرام سے سو جاتا ہے۔ اس دنیاوی خراب ہونے والے جسم کے لیے کھڑکی کے کھلنے یا آرام سے سو جانے کا کیا فائدہ؟ اس طرح عذاب بھی یہاں عالم ارواح میں کافروں اور منافقوں کو قیامت تک کے لیے صبح و شام یعنی ہر وقت دیا جاتا ہے جہاں ان کے جسم فنا نہیں ہوتے بلکہ بار بار بنتے رہتے ہیں۔ جس طرح نبی ﷺ کو واقعہ معراج کے خواب میں بتلایا گیا۔ کافر کے اس مردہ کمزور جسم کو اس دنیاوی قبر کے ذریعے زور سے بھینچنا جس کی رو سے اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں پھنس جاتی ہیں اگر یہی جسم مان لیا جائے تو پھر صرف پسلیاں نہیں مردے کے اندر کا سب کچھ دماغ، دل، انتڑیاں وغیرہ بھی باہر آجائیں گی اور بدن کی ہر ہڈی، ہاتھ، پیر وغیرہ ٹوٹ کر سارا نظام ہی ختم ہو جائیگا۔

صاف ظاہر ہے کہ اس سے یہ کمزور انسانی مردہ جسم مراد نہیں بلکہ بحوالہ واقعہ معراج برزخی اجسام ہیں جو بار بار اللہ کے حکم سے بنتے رہتے ہیں اور ایسا قیامت تک کے لیے ہوتا رہے گا۔ "یفعل به الی یوم القیامة" (بخاری)۔ بخاری کی اس روایت (مردہ جوتوں کی چاپ سنتا ہے) کے حوالے سے مردوں کے سننے کی دلیل دی جاتی ہے یہ مردہ بے جان لاش ہر طرف سے مکمل بند مٹی کی قبر میں باہر سے کیسے جوتیوں کی چاپ (آہٹ) سن سکتا ہے پھر تو یہ قریب کی اذان، تقریر اور دوسری آوازیں اور آہٹیں بھی سُن پائے گا لیکن ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا[1] رہی یہ بات کہ اس طرح نبی ﷺ نے فرمایا ہے اس لیے ہمیں ماننا چاہیے تو شہداء کے لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُن کو مردہ گمان بھی نہ کرو اس کے باوجود مسلمین ان کو مردہ گمان کرکے دوسری میتوں کی طرح زمین کے

---

(۱) ان مسلک پرستوں کا بھی عجیب معاملہ ہے۔ کبھی تو مردے کی تشبیہ خود نیند والے سے دیتے ہیں جب کہ پکی نیند سویا ہوا یا بے ہوش انسان اپنے کمرے سے باہر یا کمرے کے اندر قریب کسی کی چاپ نہیں سن سکتا ہے تو حقیقی مرا (ابدی نیند سویا) یا موت کا بے ہوش دوسروں کے نزدیک یا دور سے قدموں کی چاپ کیسے سن لے گا اور پھر یہ کہنا کہ یہی دنیاوی قبر برزخ ہے، جہالت کی انتہا ہے۔ یہ قبر اور اس قبر کا مردہ (لاشہ) تو زندہ انسانوں کے اختیار میں ہے جب چاہا اندر رکھ دیا اور جب چاہا باہر نکال دیا جب کہ ہمارا ایمان ہے کہ برزخ میں جانے والے اس دنیا میں ہرگز واپس نہیں آسکتے۔ اور نہ یہ سارے دنیا والے مل کر بھی کسی ایک کو وہاں (برزخ) سے واپس لاسکتے ہیں۔ اللہ کے اس مضبوط نظام میں کوئی نبی، کوئی ولی دوسرا انسان مداخلت نہیں کر سکتا ہے۔ عذاب القبر یا عذاب المیت یہ مرکب اضافی ہے "عذاب مضاف اور القبر، المیت مضاف الیہ" ہیں......

بقیہ حاشیہ ۱۱۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اندر دفن کر دیتے ہیں ورنہ زندہ گمان کر کے ان کو دفن نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس (قرع نعال والی) حدیث میں وہی کنایہ ہے جس کے ذریعے بلال رضی اللہ عنہ کو جنت کی خوشخبری سنائی گئی۔ بلال رضی اللہ عنہ اس دنیا (مدینہ) میں تھے اور نبی ﷺ نے ان کے قدموں کی چاپ وہاں جنت (برزخ) میں سنی تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو دنیا میں رہنے والے بلال رضی اللہ عنہ کے قدموں کی چاپ وہاں جنت (برزخ) میں سنا دی اسی طرح وہ رب دنیا والوں کے قدموں کی چاپ برزخ میں پہنچنے والوں کو بھی سنانے پر قادر ہے۔ اس (قرع نعال) والی حدیث میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ کافر یا منافق سے کہا جاتا ہے کہ "وَلَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ" کہ نہ تو نے عقل سے پہچانا اور نہ تو نے قرآن پڑھا (سمجھا)۔ اس کافر یا منافق کو (برزخ میں) مارا اس لیے جاتا ہے کہ اس کا ایمان وعقیدہ قرآن کے خلاف تھا۔ اس صحیح حدیث کے متن کی رو سے مردے کے سننے یا زندہ ہونے کا عقیدہ اپنانا" تَلَيْتَ" یعنی قرآن کے خلاف ہے اور انہی بند مدفون بے جان لاشوں کو دیکھنے اور پہچاننے والا ماننا" وَلَا دَرَيْتَ " یعنی عقل کے خلاف۔ منوں مٹی کے نیچے پتھروں کے پیچھے سے آنکھیں بند کیے ہوئے پتھرائی ہوئی آنکھوں سے یہ مردے باہر کے زائرین کو کیسے پہچان لیں گے لیکن اگر یہ قبر کی راحت وعذاب کو برزخ میں مان لیا جائے تو نہ قرآن کے خلاف ہے اور نہ عقل کے اور نہ کسی کو کہنا اور لکھنا پڑتا کہ انسانی عقل اس کیفیت کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ اور پھر اس مردے کا عذاب کے وقت اس زور سے چیخنا کہ زندہ انسان سن کر بے ہوش ہو جائیں اس دنیاوی مردے میں اتنی طاقت کہاں سے آگئی کہ زندوں کو بے ہوش کر سکے اور پھر کانوں کے بیچ میں اس زور سے زندہ

بقیہ حاشیہ ۱۱۳:........ اگر مضاف الیہ " القبر اور المیت "ختم ہو جائیں دنیا میں اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے جس طرح گزری قوموں کی قبریں اور میتیں آج موجود نہیں تو ایسے عذاب کو کیا نام دیا جائے گا؟ کیوں کہ عذاب جس سے منسوب تھا وہ ہی باقی نہ رہا دنیاوی قبر بھی ختم (فنا) ہو گئی لیکن یہی عذاب اور عذاب القبر اگر ہم (ثم اماته فاقبره) کی روشنی یا حوالے سے عالم ارواح (برزخ) میں مان لیں جہاں مرنے والے کا برزخی جسم اور ٹھکانا قیامت تک کے لیے نہ ختم ہو سکتا ہے اور نہ اس کا یہ ٹھکانہ یا منزل کوئی اور تبدیل کر سکتا ہے کیوں کہ وہاں (عالم ارواح میں) ان ٹھکانوں اور منزلوں تک دنیا والوں کی رسائی ناممکن ہے ان مرنے والوں کو وہاں اپنے اپنے ٹھکانوں (قبروں) میں راحت وعذاب کا احساس قیامت تک دلایا جاتا ہے تو اس طرح ماننے میں پھر کوئی اشکال نہیں رہتا۔

نوٹ: انسانی مردہ لاشیں ڈھانچے اور ہڈیاں نہ جنت میں ہوتی ہیں اور نہ جہنم میں، یہ صرف دنیا میں ہوتی ہیں اور دنیا ہی میں ختم ہو جاتی ہیں سوائے عجب الذنب کے، ان قبروں میں مدفون مردہ (لاشوں) کو اگر نکال کر اوپر رکھ دیا جائے تو کوئی بھی قبرستان جانے کی کوشش نہیں کرے گا کیوں کہ انسانی لاشوں سے اٹھنے والی بدبو اور تعفن بھی دوسرے مردہ جانوروں سے کم نہیں ہوتی۔ یہ تو انسانی لاشیں زمین (قبروں) کے اندر دبی ہوتی ہیں اسی لیے اس تعفن اور بدبو کا ہم زندہ انسانوں کو احساس نہیں ہوتا۔ اس طرح پوجی جانے والی قبر کے اندر مدفون مردہ انسان کی لاش کو نکال کر ان مریدوں، مانگنے والوں اور قوالوں کے سامنے اگر رکھ دیا جائے تو سارے ناک پکڑ کر وہاں سے ڈھول باجے وغیرہ چھوڑ کر بھاگ پڑیں گے اور پھر کبھی قریب نہیں آئیں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو بھی اگر ضرب لگا دی جائے تو اس کی بھی آواز نہ نکل سکے کیوں کہ یہ انسانی اعضاء کا نازک حصہ ہے۔ یہاں پر زوردار ضرب سے زندہ انسان بھی یا تو بے ہوش ہو جاتا ہے اور یا بالکل ختم ہو جاتا ہے تو پہلے سے مرے ہوئے کانوں کے بیچ سر پر مارنے سے وہ زندہ ہو کر اور پھر آواز کیسے نکال سکتا ہے[1] اس حدیث کے مطابق پرندے جانور وغیرہ اس سخت (انسانوں کو بے ہوش کرنے والی آواز کو سن کر بھی سکون سے قبرستان میں قریب کھڑے یا درختوں پر بیٹھے رہتے ہیں جب کہ یہی جانور اور پرندے معمولی پٹاخے اور انسانی شور سے بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ آیا یہ جانور، پرندے، گیدڑ وغیرہ انسانوں سے زیادہ سخت اعصاب کے مالک ہیں کہ وہ یہ تیز خطرناک چیخ سن کر بھی برداشت کر رہے ہیں اور اگر حضرت انسان مولوی، پیر، جنرل، کرنل، پہلوان وغیرہ) سن لیں تو بے ہوش ہو جائیں جب کہ یہی انسان بڑے بڑے دھماکوں اور فائرنگ کا شور سن کر بھی بے پروا رہتا ہے۔ یہ بات کیسے ایک مسلم عاقل قرآن کا پڑھنے والا مان سکتا ہے ایک زندہ انسان اپنی تیز ترین چیخ سے دوسرے انسان کو بے ہوش نہیں کر سکتا تو ایک مردہ انسانی لاش یہ اتنی زور کی آواز کہاں سے نکالے گا جس سے دوسرے بے ہوش ہو جائیں ثابت ہوا کہ ایسی آواز یا چیخ اس دنیاوی مردہ جسم کی ہو نہیں سکتی کیوں کہ انسانی قوت اور ساخت سے ہم زندہ واقف ہیں۔ دنیا میں انسانی چیخ سے دوسرا انسان بے ہوش نہیں ہوتا بلکہ چیخ سن کر اس کی مدد کے لیے قریب جاتا ہے ہاں ایسی چیخ سے جانور اور پرندے ڈر کر بھاگ جاتے ہیں۔

البتہ یہی چیخ برزخی جسم کی مان لی جائے جسے ہم نے دیکھا نہیں ہے اور اگر اللہ ہمیں اس برزخی جسم کی چیخ سنا دے تو ہم بے ہوش ہو جائیں یہاں نبی ﷺ نے کنایہ کے طور پر اللہ کی نافرمانی سے اور اللہ کے سخت عذاب سے اس انسانی لاش کے حوالے سے زندہ انسانوں کو ڈرایا ہے۔[2]

---

(۱) سر کٹے مدفون لاشوں کے گرز کہاں مارے جائیں گے؟

(۲) جس طرح نبی ﷺ نے خود کشی کرنے والے کے لیے فرمایا "جس نے یہاں دنیا میں کسی بھی ہتھیار (تلوار، چاقو، پستول، بم، زہر خورانی، یا کوئی آلہ وغیرہ) سے خود کشی کر لی وہ (دوسری زندگی میں) جہنم کی آگ میں ہمیشہ کے لیے اس ہتھیار سے اپنے آپ کو زخمی کرتا اور مارتا رہے گا یا زہر کھا کر خود کشی کی تو جہنم کی آگ میں ہمیشہ زہر کھاتا رہیگا" (متفق علیہ) یہاں بھی خود کشی سے منع کرنے کے لیے سخت الفاظ میں ڈرایا گیا ہے کہ ایسا عمل کرنے والا اللہ کی رحمت سے محروم ہو کر اس کے غضب کا مستحق ٹھہر کر ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دیا جائیگا۔ ورنہ وہاں جہنم میں زہر کھانے یا چاقو، پستول، بم، زہر خورانی، یا کوئی آلہ خود کش سے اپنے جسم کو مارنے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ سخت بھڑکتی ہوئی آگ ہی عذاب اور سزا کے لیے کافی ہے اور پھر یہ دنیاوی ہتھیار یا زہر وہاں کیسے میسر آسکیں گے یہاں کی یہ چیزیں اور ہتھیار وغیرہ تو اس دنیاوی آگ میں باقی نہیں رہ سکتی پگھل کر ختم ہو جاتے ہیں تو جہنم کی آگ تو اس آگ سے ستر گنا تیز اور خطرناک آگ ہے۔ (بخاری) اس آگ کے سامنے ان کمزور اشیاء کی کیا حیثیت؟ یا یہاں سمندر میں چھلانگ لگا کر خود کشی کرنے والا وہاں کون سے سمندر میں چھلانگ لگاتا رہیگا؟....

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ جماعتیں جو آج شرک کے خلاف کام کرتی ہیں ان کو ان مردہ بدن کے اندر قرآن کے فرمان کے مطابق قیامت سے پہلے روح کے آنے اور زندہ ہونے کا کھلا اور واضح انکار کرنا ہوگا تب زمین سے یہ بڑا گناہ جرم (شرک) کا خاتمہ ہوسکے گا ورنہ یہ قبوری اور لاشوں کا شرک نام نہاد مسلمین میں موجود رہیگا۔ جس کی سزا قیامت کے دن شرک کرنے والوں اور خاموش علماء سب کو ملے گی یاد رہے کہ مردہ پرستی اور قبر پرستی کے عقیدے کے ساتھ آنے والا انقلاب اسلامی اور قرآنی انقلاب نہیں ہوتا بلکہ شیطانی اور یہودی انقلاب ہوتا ہے اس قبر پرستی سے نبی ﷺ نے سختی سے منع فرمایا ہے۔ مزارات بنانے، قبروں اور مردوں کو سلوٹ کرنے سے شیطان خوش ہوتا ہے عظیم الرحمان رب ناراض ہوتا ہے۔

انقلاب اور جہاد سے پہلے اسلامی انقلابیوں اور جہادیوں کو اچھی طرح سمجھانا ہوگا کہ مردے نہ تو غوث الاعظم ہوتے ہیں اور نہ حاجت روا، داتا، اور مشکل کشا، مردے صرف مردے ہوتے ہیں دفن ہونے سے پہلے زندوں کی مدد کے محتاج اور دفن ہونے کے بعد زندہ مسلمین کی دعاؤں کے محتاج بس۔

بعض مسلکی مولوی اس مردے (جسد خاکی) کو عذاب ہونے کی دلیل اس طرح بھی دیتے ہیں کہ جس طرح سویا ہوا انسان حالت نیند میں ڈراؤنا خواب دیکھتا ہے لیکن پاس موجود لوگوں کو اس کا ذرا بھی احساس،

بقیہ حاشیہ ۱۱۵: ...وہاں تو چاروں طرف آگ ہی آگ ہوگی۔ صاف ظاہر ہے کہ اس روایت میں بھی ادبی انداز سے مسلمین کو اس بڑے گناہ خود کشی کرنے سے منع فرمایا ہے اور خبردار کیا ہے کہ ایسا عمل کرنے والا جہنمی ہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا کہ مکانوں میں سب سے زیادہ محبوب اللہ کو مساجد ہیں اور سب سے برے بازار ہیں۔ (مسلم باب المساجد) اس صحیح حدیث کے متن کے مطابق سارے مسلک خاص کر اہل حدیث مسلک والوں کو آج کل کے بازاروں میں جانے سے اجتناب کرنا چاہیے کیوں کہ اس حدیث کی رو سے بازار بری جگہ ہیں جواب میں اس طرح نہیں کہنا چاہیے کہ جی اس کا یہ مطلب نہیں ہے۔ بازار جانا گناہ نہیں ہے۔ قرآن میں بازار جانا ثابت ہے۔ انبیاء علیہم السلام جایا کرتے تھے خود نبی ﷺ بازار جاتے تھے۔ اس طرح تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بازاروں میں تجارت کیا کرتے تھے وغیرہ۔ تو بھائی اگر یہاں اس حدیث کے متن کی وضاحت کے لیے قرآن و دیگر احادیث سے حوالے دیے جاسکتے ہیں تو یہ مردوں کے سننے اور قبروں (مردہ خانوں) میں زندہ ہونے والے میتوں پر (جب کہ یہ قرآن اور عقل دونوں کے خلاف ہے) اتنا سخت اصرار اور ضد کیوں ہے؟ یہاں یہ کہنا کہ جس طرح احادیث کے متنوں میں مردوں کے بارے میں آیا ہے اسی طرح ہم مانیں گے اس معاملے میں یا تعلق سے دوسری بات چاہے پورے قرآن و دیگر صحیح احادیث کی ہی کیوں نہ ہو ہم ماننے کے لیے ہرگز تیار نہیں، ضدی اور خطرناک جواری بن کر ان دنیاوی مسالک اور مفاد کے لیے آخرت کی دائمی وابدی زندگی کو داؤ پر نہیں لگانا چاہیے ورنہ وہاں اللہ کے پاس ناکامی اور پچھتاوے کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئیگا اور پھر "وما هم بخارجين من النار" والے اٹل قانون کا سامنا کرتے ہوئے جہنم میں ہمیشہ کے لیے اتار دیا جائے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادراک یا علم نہیں ہوتا اس طرح مردے کے عذاب کا معاملہ بھی ہے جو ہم زندہ انسانوں کو نظر نہیں آتا۔[1]

---

(۱). یہ مفروضات ہیں کہ یہ بے جان مردہ (لاشہ) چیختا بھی ہے بولتا ہے اور حرکت بھی کرتا ہے (اٹھتا، بیٹھتا بھی ہے) لیکن ہمیں نظر نہیں آتا کیوں کہ اس کا تعلق غیب سے ہے۔ نہیں مولوی صاحب! مردہ کلام کریگا یا حرکت کریگا تو سنا بھی جائے گا اور نظر بھی آئے گا جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے مردے نے جب کلام کیا، اپنے قاتل کا نام بتایا تو موجود سب نے سنا(البقرۃ) عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کیا۔ انھوں نے حرکت کی باہر آئے سب نے دیکھا(القرآن) عامر بن فہیرہ شہید صحابی رضی اللہ عنہ کی لاش نے جب حرکت کی کچھ دیر کرامتاً فضا میں معلق رہی تو صحابہ نے دیکھا۔(بخاری) مردہ غیب کی مخلوق نہیں ہے البتہ فرشتے اور جنات غیب سے تعلق رکھتے ہیں جن کی حرکت اور کلام کرنا ہمیں نظر نہیں آتے۔ لیکن مردہ جب پھولتا، سڑتا یا ناک، منہ سے خون نکلتا ہے تو سب کو نظر آتا ہے۔ اسی طرح اگر یہی مردہ کسی بھی وقت ذرا بھی منہ یا بدن کو حرکت دیگا تو ضرور نظر آئیگا یہ کہنا غلط ہے کہ ہمیں نظر نہیں آتا۔ اسی طرح تو ہندو بھی کہتا ہے کہ بُت حرکت کرتا ہے۔ کھاتا پیتا ہے، کلام کرتا اور سنتا ہے لیکن ہم سے غیب میں ہے ہم اُسے دیکھ اور سن نہیں پاتے یہاں ہر دونوں کی باتیں اور دلائل جھوٹے اور باطل ہیں جس طرح ہندو کی بات بتوں کے لیے جھوٹی، فریب اور باطل ہے اسی طرح مردوں کے لیے بھی درج بالا الفاظ کہنا جھوٹ اور فریب کے سوا کچھ نہیں۔ بعض مسلکی پیشہ ور مولوی اس قبر (گڑھے) میں مردے کو عذاب اور ادراک رکھنے کی دلیل میں سورۃ حج اور بنی اسرائیل کی یہ آیات بھی پیش کرتے ہیں جن میں فرمایا گیا کہ: "ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے، اور اللہ کو سجدہ کرتی ہے لیکن تم (اے انسانوں) نہیں سمجھتے" یہ قرآن کی سچی اور محکم آیات ہیں۔ بے شک ہمارا ان پر مضبوط ایمان ہے۔ ان آیات کا انکاری مسلم نہیں رہتا۔ لیکن یہاں ان چیزوں (آسمان، زمین، پہاڑ، سمندر وغیرہ) کے سجدے اور تسبیحات کرنے سے مراد ہم انسانوں جیسے سجدے اور تسبیحات ہرگز نہیں، سجود، رکوع، تسبیحات ور دیگر عبادات کے لیے صرف انسان اور جنات پیدا کیے گئے ہیں یہی دونوں مکلف مخلوق ہیں صرف ان دونوں کو قرآن واحادیث میں اللہ کی عبادت کرنے کے احکامات دیے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ دوسری مخلوقات کے لیے یہ احکامات نہیں ہیں اور نہ ہی وہ اللہ کے ہاں مکلف ہیں فرمایا گیا: اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ ... اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (الاحزاب:۷۲) "ہم نے بار امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انھوں نے اُٹھانے سے انکار کیا اور اُس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھالیا... بے شک یہ انسان ہے (اکثر) بڑا ظالم اور جاہل"۔ درج بالا آیات سورۃ حج اور بنی اسرائیل میں نافرمان انسانوں کو یاد دہانی کے لیے بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے سجدوں اور ہر قسم کی عبادت سے بے نیاز ہے تم سب کے سب بندگی نہ بھی کرو گے تو بھی اللہ تعالیٰ کی حکمرانی اقتدار اور قوت میں کچھ فرق نہیں پڑے گا وہ بڑا زبردست قوتوں اور تعریفوں والا الغنی ربّ ہے۔ کائنات کی ہر شے اس کے سامنے سجدہ ریز ہے یعنی اُس کے حکم کی مکمل پابند اور ہر حکم ماننے کے لیے ہر وقت تیار ہے اور پھر مہربان رب نے ان انسانوں کو سمجھانے کے لیے گزرے زمانے کے واقعات کے حوالوں سے ان اشیاء کی فرمانبرداری کی کچھ مثالیں بھی بیان فرمادیں۔ مثلاً جب نوح علیہ السلام کی مشرک قبر پرست اور مردہ پرست قوم نے اللہ کے احکامات نہیں مانے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق آسمان کو پانی برسانے اور زمین کو اپنا پانی نکال دینے کا حکم فرمادیا تو دونوں نے فوراً تعمیل کی اور پھر جب ان مشرکوں کا کام تمام ہو گیا تو پھر آسمان سے تھمنے اور زمین سے اپنا پانی نگلنے کے لیے کہا گیا تو اس حکم کو بھی دونوں نے مان لیا اور وہ پانی خشک ہو گیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھائی یہ عظیم واعلیٰ رب اور سچے رسول ﷺ کی مضبوط اور سچی باتیں ہیں جو عاقل مسلمین کے لیے بیان ہوئی ہیں۔ خوابوں کی باتیں نہیں ہیں۔ خواب تو عارضی اور اکثر سے زیادہ جھوٹے ہوتے ہیں لیکن مرنے کے بعد گنہگار کو عذاب مستقل اور برحق ہوتا ہے۔ ڈراؤنے خواب یا اچھے خواب سے بیدار ہونے والے کو نہ سانپ ڈسا ہوتا ہے نہ آگ سے جلا ہوتا ہے اور نہ خواب میں واقعی کچھ کھایا پیا ہوتا ہے بلکہ نیند ختم ہونے کے بعد صحیح وسالم اور بھوکا پیاسا بیدار ہو جاتا ہے یہ قرآن واحادیث میں نیند والے کی مردے سے صرف تشبیہ دی ہوئی ہے کیوں کہ نیند

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۷ فرمایا "وَقِيلَ يَاأَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَاسَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ..."۔ (هود: ۴۴) ابراہیم علیہ السلام کی مشرک قوم نے جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ کے بڑے الاؤ میں ڈالا تو اسی وقت اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق آگ کو حکم فرمایا "اے آگ میرے بندے ابراہیم علیہ السلام پر سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جا"۔ آگ نے اپنے خالق اللہ کا حکم فوراً مانا اور ابراہیم علیہ السلام جلنے سے محفوظ رہے۔ اس طرح ہوا، چرند، پرند اور دوسری مخلوقات اپنے حقیقی رب کا حکم مانتے ہوئے سلیمان علیہ السلام کے ماتحت اور تابعدار ہو گئے۔ اس طرح سمندر اور مچھلی نے اللہ کا حکم مانتے ہوئے ڈوب جانے والے پیغمبر یونس علیہ السلام کو کنارے پر صحیح وسالم ڈال دیا۔ سورج اپنے رب کے حکم سے ایک مدت تک سوئے ہوئے اصحاب کہف سے ایک آڑ ہو کر طلوع اور غروب ہوتا رہا۔ یعنی ہر شے (اپنی مخلوق) کو اللہ تعالیٰ جب بھی حکم دے تو یہ ماننے کے لیے تیار ہیں۔ یہی مطلب ہے ہر چیز کے اللہ کے سامنے سجدہ کرنے کا اگر ہم اپنے سجدوں کی طرح مان لیں اور ان آیات کا یہی مطلب اخذ کریں تو پھر کسی جانور کتے، بلی خنزیر وغیرہ کو مسجد سے ہرگز نہیں نکالا جا سکتا کیوں کہ مسجد سجدوں کی جگہ ہوتی ہے اور ان آیات کی رو سے ان جانوروں کو مساجد سے نکالنا، بھگانا ان کے ساتھ زیادتی، گناہ اور درج بالا آیات کا انکار ہوتا، لیکن ایسا ہرگز نہیں ان ناپاک پلید جانوروں کو مساجد سے نکالنا کار خیر اور ثواب ہے، کیوں کہ اللہ کی عبادت پاکباز ایماندار بندوں پر فرض ہے پلید اور نجس مخلوق پر نہیں چاہے وہ انسان ہوں یا جانور۔ ان آیات کی رو سے اگر ہم دوسری مخلوق مثلاً پہاڑوں، پرندوں کی تسبیحات اپنی طرح زبان حال میں تسبیح مان لیں تو پھر قرآن کے مطابق سورۃ انبیاء میں اس کو داؤد کے ساتھ خاص کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ جس میں فرمایا گیا:... وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ وَكُنَّا فَاعِلِينَ۔ (الانبیاء: ۷۹) "اور ہم نے داؤد کے تابع پہاڑ اور پرندے کر دیے تھے جو اُن کے ساتھ تسبیح کرتے تھے۔" ان (سورۃ حج، اور بنی اسرائیل کی) آیات کو بے جان مردوں کے شعور، احساس رکھنے یا راحت وعذاب اور تیسری زندگی کے لیے پیش کرنا جہالت اور اپنی جانوں پر بڑا ظلم ہے۔ قرآن اور اس کے احکامات، عبادات وغیرہ یہ انسان کے پاس بحوالہ اس سورہ احزاب: ۷۲ کے، اللہ کی امانتیں ہیں۔ اور امانت بیچنے کی چیز نہیں بلکہ سنبھالنے اور حفاظت کرنے کے لیے ہوتی ہے لیکن یہ انسان اکثر ظالم اور جاہل بن کر اپنے رب کی امانتیں ہر دور میں بیچتا رہا ہے اور آج بھی اس کی اکثریت اللہ کی آخری امانت قرآن اور عبادات بیچ رہی ہے۔ ان انسانوں کو اندازہ نہیں کہ یہ کتنی بڑی بددیانتی اور خیانت کا ارتکاب کر رہے ہیں اور نہیں جانتے کہ اپنی جانوں پر کتنا بڑا ظلم کر رہے ہیں حالاں کہ انھیں تو امانتوں کی حفاظت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ انسان بھی اگر اللہ کی طرف سے چھوٹ اور آزمائش نہ ہوتی تو یہ بھی اللہ کی زمین پر اُس کی نافرمانی ایک لمحہ کے لیے نہیں کر سکتا۔ فرمایا: وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا "اور اگر اللہ چاہتا تو یہ انسان کبھی بھی شرک نہیں کر پاتے"۔ لیکن پھر امتحان اور آزمائش کا وہ مقصد فوت ہو جاتا جس میں فرمایا گیا۔ "إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا" (الدھر: ۳) "بے شک ہم نے انسان کو ہدایت کا راستہ بتا دیا اب چاہے یہ شاکر بنے یا کافر"۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والا کچھ صفات میں مردے سے مشابہت رکھتا ہے مثلاً سننے، کلام کرنے، دیکھنے، سمجھنے اور پکڑنے میں مردے کی طرح ہوتا ہے مکمل مردہ نہیں ہوتا[1] سانس لینے اور چھوڑنے خاص کر خراٹوں کو تو سب سُنتے ہیں۔ سانس لینا روح ہی کے تعلق سے ہوتا ہے، جھنجھوڑنے سے بیدار ہو جاتا ہے، سوئے ہوئے انسان کو مکمل مردہ سمجھنا یا گمان کرنا گمراہی اور بے علمی ہے۔ ورنہ پھر تو کوئی بھی اپنے مخالف کو نیند کی حالت میں قتل کرنے یا دفن کرنے سے گنہگار نہیں ہو گا لیکن ایسا نہیں ہے۔ میرے سمجھدار بھائی! نیند والا ہرگز مردہ نہیں ہوتا۔ نیند والا زندہ ہے سانس لیتا ہے جسم کو حرکت دیتا ہے جگانے پر بیدار ہو جاتا ہے نیند والے کو صلوٰۃ کے لیے جگایا جا سکتا ہے بلکہ ایسا کرنا سنت ہے۔

فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کے کلمات ان سوئے ہوئے، نیند والے ایماندار مسلمین ہی کے لیے بولے جاتے ہیں دوسری طرف نہ مردہ سانس لے سکتا ہے نہ کسی قسم کی حرکت کر سکتا ہے اور نہ کوئی مسلم ان کو جگانے یا صلوٰۃ کے لیے بلانے کا عقیدہ رکھتا ہے۔ اس کے بارے میں یہی عقیدہ ہوتا ہے کہ یہ مرنے والا قیامت تک کے لیے ابدی نیند سو گیا ہے اب یہ دنیا کا کوئی عمل نہیں کر سکتا۔

بفرمان الٰہی اب یہ اس نیند سے قیامت کے دن بیدار ہو گا۔ سونے اور جاگنے کی دعاؤں میں نبی ﷺ نے جو

(۱) نبی ﷺ نے مسلمین سے فرمایا کہ جب نیند کا غلبہ ہو تو پہلے نیند پوری کر لو بعد میں صلوٰۃ پڑھو۔ کیوں کہ ایسی حالت میں انسان اپنے آپ میں نہیں ہوتا بجائے دُعا کے اپنے لیے بددعا نہ کرلے (متفق علیہ) اس حالت میں کھڑے ہونے سے انسان حالت صلوٰۃ میں گر بھی سکتا ہے۔ جب نیند سے متاثرہ زندہ مسلم کو صلوٰۃ اور عبادت سے روکا گیا ہے۔ کیوں کہ ایسی حالت میں انسان پوری طرح ہوش و حواس میں نہیں ہوتا اور نہ ہی اپنی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ پر کنٹرول کر پاتا ہے جس کی وجہ سے دلجمعی کے ساتھ عبادت ادا نہیں کر پا سکتا اور مکمل سویا ہوا مسلم جو نہ صلوٰۃ پڑھ سکتا ہے اور نہ تلاوت، چاہے مسجد کے اندر ہی فرش پر پڑا ہو، تو ابدی موت کی نیند سویا ہو مردہ بے جان قبر میں کیسے تلاوت یا صلوٰۃ ادا کرلے گا اور پھر جو مذہب اپنے پیروکاروں کا اتنا خیال رکھتا ہے کہ بفرمان رسول ﷺ عارضی نیند (موت) کے وقت فرض صلوٰۃ نہ پڑھنے کی چھوٹ دیتا ہے جب تک نیند کا غلبہ اور جھٹکے ختم نہ ہو جائیں مستقل (موت) ابدی نیند کی مکمل بے ہوشی کی حالت میں کیسے ان جسموں سے ایمان اور اعمال کے اہم سوالات کیے جا سکتے ہیں جب کہ اس حالت میں ہونے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ "...وَهُمْ عَنْ دُعَآءِهِمْ غٰفِلُوْنَ" "...وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ" (یہ مرے ہوئے) دوسروں کی پکار (سوال) اور خود اٹھنے سے غافل اور بے شعور ہوتے ہیں۔ مردے کے نہ سننے اور جواب نہ دینے والی قرآنی وضاحت (دلیل) سمجھنے کے لیے کسی بھی گہری نیند سونے والے کے پاس کچھ دیر کھڑا ہونے سے یہ آسان وضاحت (فرمان) سمجھ میں اچھی طرح آ سکتی ہے اور پھر اس میں ان شاء اللہ اختلاف باقی نہیں رہے گا۔ بشرطیکہ کہ آخرت پر یقین ہو نیند میں سویا ہوا کبھی کبھی کلام بھی کرتا ہے لیکن بیدار ہو کر یاد دلانے پر ہرگز یاد نہیں رہتا۔ کیوں کہ یہ کلام اُس نے لاشعوری میں کیا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موت کا ذکر فرمایا ہے یہ صبح وشام موت کو یاد دلانے کے لیے ایسا فرمایا گیا ہے۔ نیند کے وقت رات کو فرمایا:
"اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْیَا"۔(بخاری:کتاب الدعوات)"اے اللہ! تیرے ہی نام سے میں مرتا ہوں اور زندہ ہوتا ہوں۔" بیداری کے وقت فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ (بخاری:کتاب الدعوات) "اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں (نیند میں) مرنے کے بعد زندہ کیا اور اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے"[1]۔
ہمارا پختہ ایمان ہے کہ مرنا اور جینا یہ اللہ کے اختیار میں ہے انسان کے اپنے اختیار میں نہیں۔ البتہ سونے اور جاگنے کا یہ اختیاری عمل انسان اپنے ارادے اور ٹائم ٹیبل سے کرتا ہے۔ مندرجہ بالا مسنون سونے کی دُعا پڑھ کر ایک مسلم مرنا تو بڑا عمل ہے، ہو سکتا ہے اچھی طرح سو بھی نہ سکے اور یہی دعا پڑھنے کے باوجود نیند ہی نہ آئے۔ لیکن چوں کہ اسلامی دُعا ہے۔ سنت ہے ہم مسلمین عبادت سمجھ کر سونے سے پہلے پڑھ لیتے ہیں اس کے پڑھنے کے بعد چاہے ہم سوئیں یا نہ سوئیں لیکن ان شاء اللہ تعالیٰ اس دعا کا اللہ کے ہاں اجر وثواب ضرور ملے گا۔ اگرچہ ان دعاؤں میں سونے کے لیے موت کا لفظ استعمال ہوا ہے لیکن اس کے باوجود ایک سنجیدہ معقول مسلم انسان سوتے وقت اپنی زبان میں یہ نہیں کہتا کہ میں کچھ دیر کے لیے مرنا چاہتا ہوں اور نہ کوئی سمجھدار یا حدیث کا عالم کسی دوسرے بھائی یا دوست سے اس طرح کہہ سکتا ہے کہ آپ کچھ دیر کے لیے مر جائیں۔ اگرچہ یہ الفاظ صحیح احادیث سے ثابت ہیں بلکہ یہی کہا جاتا ہے کہ آپ کچھ دیر کے لیے آرام کریں یا سوتے وقت خود کہتے ہیں کہ میں آرام کرنا چاہتا ہوں اور نہ نیند (آرام) والے کو اٹھاتے وقت یہ کہا جاتا ہے کہ "قُمْ بِاِذْنِ اللہ" اللہ کے حکم سے زندہ کھڑے ہو جاؤ۔ اس لیے کہ سوتے ہوئے کو زندہ سمجھا جاتا ہے مردہ ہرگز نہیں۔ سونا (نیند کرنا) چاہے دن میں ہو یا رات میں ایک جیسا ہوتا ہے اس میں کوئی فرق نہیں[2] دونوں اوقات میں اس سے بدن کو آرام ملتا ہے۔ نیند اللہ کی نعمتوں میں ایک بہترین نعمت ہے۔ یہ کافر ومسلم دونوں کے لیے اللہ کی نعمت ہے فرمایا:
"وجعلنا نومکم سباتا" اور ہم نے تم (انسانوں کے لیے) نیند کو موجب آرام بنایا۔ نبی ﷺ دن کو بھی دوپہر کے وقت آرام (قیلولہ) فرمایا کرتے تھے لیکن اس دن کے آرام (قیلولہ) کے لیے آپ ﷺ یہ دُعا نہیں پڑھا

(۱). گمراہ فرقے اور مسالک والے نبی ﷺ کی موت (وفات) کا انکار کرتے ہیں حالاں کہ ان دعاؤں میں نبی ﷺ خود اپنی موت کا ذکر فرما رہے ہیں کہ آپ ﷺ کو بھی ایک دن موت آنی ہے پہلی سونے کی دُعا میں انفرادی اپنی موت کا ذکر فرمایا اور دوسری (جاگنے والی) دُعا میں دیگر مسلمین کے ساتھ اجتماعی طور پر اپنی موت کا ذکر فرمایا ہے۔
(۲). "وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ"۔ (الاعراف:۴) "اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ ہم نے ہلاک کر ڈالیں جن پر ہمارا عذاب رات کو سوتے میں آیا یا دن میں دوپہر کے وقت) قیلولہ (آرام) کرتے ہوئے"۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے اور نہ ہم میں سے کوئی دن کی نیند کے لیے یہ دُعا پڑھتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ نیند عین موت کی طرح نہیں ہے بلکہ اسے موت سے مشابہت دی گئی ہے۔ نیند والے اور حقیقی مردے میں بڑا فرق ہے۔ مثلاً نیند کی حالت میں کسی بھی مسلک کے عالم یا بڑے پیر کو سوئی چبھوئیں یا چٹکی لگائیں یہ فوراً بیدار (زندہ) ہو جائیں گے لیکن مرے ہوئے کو سوئیاں اور چٹکیاں کیا اگر چھریاں بھی چبھوئیں یا بدن سے گوشت بھی کاٹ لیں (جس طرح پوسٹ مارٹم کے وقت کیا جاتا ہے) تب بھی ہر گز ہر گز بیدار (زندہ) نہیں ہو گا اسی طرح سوئے ہوئے انسان "خاکی جان" کو ایک ڈنڈا بھی مار دو تو فوراً بیدار ہو جائے گا اور کافی دیر تک درد محسوس کرے گا لیکن مردہ خاکی جانوں کو ہزار ہزار ڈنڈے بھی مارے جائیں بدن کے اعضاء جدا جدا ہو جائیں گے لیکن ذرا حرکت تک نہیں کریں گے۔ کیوں؟ اس لیے کہ موت کی نیند سلانے والے زبردست ربّ نے اعلان فرمایا کہ "ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾" (المومنون: ۱۶) پھر تم (مرنے کے بعد اے فانی خاکی جانو!) قیامت کے دن اُٹھائے جاؤ گے"۔

مسلک اور اکابر پرست حضرات قرآن کی نیند والی اور نیند سے بیدار ہونے والی آیات کے حوالے سے دو سے زیادہ زندگیاں ثابت کرنے کی لاحاصل کوشش کرتے ہیں۔ حالاں کہ زمین پر سوتی اور جاگتی تو ساری مخلوق ہے[1] تو کیا ہم مان لیں کہ یہ دوسری مخلوق بھی مرنے کے بعد بار بار زندہ ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے نہیں۔ اس لیے کہ نیند سے بیدار ہونا مردہ کے زندہ ہونے کے برابر نہیں۔ اور پھر قرآن نے سیدھے اور آسان انداز سے بتا دیا ہے۔ کہ مردے اور سوئے ہوئے دونوں میں سے مردے کی روح روک لی جاتی ہے (قیامت تک واپس نہیں

---

(۱) وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰى أَجَلٌ مُّسَمًّى ... (الانعام: ٦٠) "وہی اللہ ہی ہے جو رات کو (نیند کی حالت میں) تمھاری ارواح قبض کر لیتا ہے اور دن میں جو عمل (معاش) تم کرتے ہو اُسے خوب جانتا ہے پھر تم کو اٹھاتا ہے تاکہ (زندگی کی) میعاد پوری کر دی جائے"۔ یعنی یہ نیند کرنا زندگی کا ایک حصہ ہے اصل موت نہیں بلکہ اللہ کی رحمت ہے۔ فرمایا: وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾۔ (القصص: ۷۳) "اور اُس اللہ نے تمھارے لیے اپنی رحمت سے دن اور رات کا نظام بنایا تاکہ تم رات کو آرام کرو اور دن میں اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم (اللہ کی رحمت اور نعمت کا) شکر ادا کرو"۔ أَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ...۔ (النمل: ۸۶) "کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات کو ان کے آرام کے لیے بنایا اور دن کو روشن (یعنی کام کے لیے)۔" یہاں ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے دن رات کے اس زبردست نظام کا اپنی نعمت کے طور پر یاددہانی کے لیے ذکر فرمایا ہے جس سے سارے انسان فائدہ اُٹھاتے رہے ہیں۔ سورۃ انعام کی آیت ۶۰ کو اپنے گمراہ خلاف قرآن عقیدہ (مردہ میں قبر کے اندر روح کا اعادہ) کے لیے پیش کرنا بڑی جہالت بدبختی اور ناشکری والا انداز ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوٹائی جاتی) اور نیند والے کی روح بار بار موت تک لوٹائی جاتی ہے تو نیند والے کی روح کا لوٹایا جانا مُردے میں روح کے دوبارہ آنے کے برابر کیسے ہو گیا؟ ہمیں اپنے مہربان اور زیادہ جاننے والے ربّ کی بات اچھے اور مخلص بندے کی طرح مان لینی چاہیے اسی میں ہماری آخرت کی فلاح وکامیابی ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۱ ...... نیند سے مراد حقیقی موت نہیں موت تو اللہ تعالیٰ انسان کو کسی وقت بھی دے سکتا ہے اسے صرف رات سے مشروط رکھنا کیا مطلب رکھتا ہے؟ نیند کا ذکر رات کے حوالے سے اس لیے فرمایا گیا کہ اکثر انسان اور دیگر مخلوقات رات ہی کو آرام کرتے ہیں ورنہ چاہے دن ہو یا رات ساری مخلوق (بشمول انس وجن) اللہ کے قبضہ قدرت میں ہوتی ہے۔ رات اور دن اس عظیم ربّ کے لیے ایک برابر ہے۔ یہ اس طرح ہے جس طرح مردوں کا ذکر زمینی قبروں کے ساتھ کیا جاتا ہے کیوں کہ مردوں کا تعلق ہر زمانے میں انہی دنیاوی قبروں سے رہا ہے حالاں کہ ہمارا ایمان ہے کہ یہ زمینی قبر کسی کو ملے یا نہ ملے کسی کے انجام پر برزخ اور آخرت میں ذرا بھی فرق نہیں پڑتا۔ مرنے کے بعد زمین پر جہاں کہیں مردہ انسان کا عجب الذنب ہو گا قیامت کے دن وہاں پر یہ اللہ کے حکم سے دوبارہ انسان بن کر زندہ ہو جائے گا۔ اس دوبارہ زندہ ہونے کو سمجھانے کے لیے قرآن نے قبروں سے اُٹھانا بھی فرمایا ہے: "اور بے شک اللہ اُٹھائے گا۔ (انھیں) جو قبروں میں ہیں"۔ تو اُس دن صرف قبر والے نہیں اُٹھیں گے اللہ تعالیٰ قبر والوں اور بے قبر والوں سارے انسانوں کو اُٹھائے گا۔ قیامت کے دن چوں کہ انسانوں کو زندہ کیا جائے گا اور انسان ہی اکثر اپنے مردوں اور لاشوں کو قبر (زمین) میں دفناتے ہیں اس لیے ان انسانوں کو سمجھانے کے لیے اس قبر کے حوالے سے اس طرح فرمایا گیا ہے یہ اس طرح بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ: اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الارض "بے شک اللہ تعالیٰ اُٹھائے گا جو زمین پر ہیں" اس انسانی تخم "عجب الذنب" کی مثال ایسی ہے کہ پیپل اور دیگر بڑے چھوٹے درختوں کی باریک تخم زمین، چٹان، دیوار چھت وغیرہ میں داخل ہو کر پانی ملنے پر اپنے اپنے درخت کی شکل میں اُگ آتے ہیں۔ اس طرح انسانی معمولی باریک تخم "عجب الذنب" سے بھی قیامت کے دن اللہ کے حکم سے خاص بارش ہونے پر دوبارہ انسان اپنی اپنی شکلوں میں اُگ پڑیں گے۔ نیند والی آیات کی طرح قرآن کی درج ذیل آیات کو بھی مردہ پرستی اور قبر پرستی کے جواز کے لیے پیش کیا جاتا ہے جو کہ دین اسلام اور اللہ کی کتاب قرآن کے مفہوم اور سیاق وسباق سے سراسر زیادتی ہے۔ "قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ۝" ۔ (الاعراف: ۲۵) "اِسی زمین میں تمھارا جینا ہے اسی میں تمھارا مرنا اور اسی سے (دوبارہ زندہ کر کے) نکالے جاؤ گے۔" مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ۝ (طٰہٰ: ۵۵) "ہم نے تمھیں اس زمین (مٹی) سے پیدا کیا اور اسی (مٹی میں لے جائیں گے (یعنی مٹی بنا دیں گے) اور، دوبارہ اسی سے تم کو نکالیں گے (یعنی پیدا کریں گے)"۔ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝ ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝ (نوح: ۱۸،۱۷) "اور اللہ نے تم کو زمین سے اُگایا ہے (پیدا کیا ہے) پھر تمھیں اسی میں لوٹا دے گا (دوبارہ مٹی بنا دیگا) اور پھر تمھیں اس سے (قیامت کے دن زندہ کر کے) نکال دے گا"۔ ان آیات میں کہاں لکھا ہوا ہے کہ مرنے کے بعد قبر میں مردہ (لاش) زندہ ہو جاتا ہے یا روح کا تعلق ہوتا ہے بلکہ ان آیات میں تو مروجہ قبر کا نام تک نہیں ہے۔ پہلی بار زندگی پیدائش کا ذکر ہے پھر موت، مرنے اور فنا ہونے اور پھر اسی زمین (مٹی) سے دوبارہ بننے اور پیدا ہونے کا ذکر ہے۔ ان آیات میں مرنے کے بعد کہیں بھی اعادۂ روح یا زندگی کا ذکر نہیں بلکہ خاکی انسان کے اعادۂ خاک ہونے کا بتایا گیا ہے۔ یہ خاکی انسان مرنے کے بعد زمین پر یا زمین کے اندر پڑے پڑے فنا فی الخاک ہو جاتا ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سویا ہوا گنہگار بلکہ کافر، مشرک بھی خواب میں جنت جاسکتا ہے۔ کیوں کہ خواب کا معاملہ ہے اور ایک ایماندار شخص خواب میں جہنم بھی جاسکتا ہے لیکن یہ حقیقت نہیں ہوتی کافر مشرک پر مرنے کے بعد برزخ اور آخرت

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۲........ یہ بڑی گستاخی اور کفر کا عقیدہ ہے جس میں کہا جاتا ہے ۔ کہ بعض خاکی انسان مرنے کے بعد فنا فی اللہ ("اللہ میں فنا" نعوذ باللہ) ہو جاتے ہیں۔:... كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِن يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا ۔ (الکہف: ۵) "بڑی سخت اور گستاخی کی بات ہے جو ان کی مونہوں سے نکلتی ہے یہ بڑا جھوٹ بک رہے ہیں۔" مرنے کے بعد مٹی سے بنا ہوا یہ خاکی انسان فنا فی اللہ نہیں لہٰذا اصل (زمین) مٹی میں فنا فی الخاک ہوتا ہے۔ سچے اور آخری رسول ﷺ کا فرمان "كُلُّ ابْنِ آدَمَ يَأْكُلُهُ التُّرَابُ" (مسلم) "آدم کے ہر بچے کو مٹی کھا جاتی ہے۔" اب بفرمان رسول ﷺ جو بھی آدم کا بچہ ہوگا ایک مدت کے بعد فنا فی الخاک ضرور ہوگا سوائے استثنائیت کے۔ اور پھر اس خاک سے قیامت کے دن دوبارہ انسان (آدمی) بنایا جائے گا۔ آج کا مختون (ختنہ شدہ) خاکی جان (انسان) کل قیامت کے دن دوسری بار جب اٹھے گا تو غیر مختون (بغیر ختنہ) ہوگا، جسم نیا ہوگا لیکن روح اور شکل وہی دنیا والی ہوگی جس کی وجہ اور تعلق سے دنیا کے سارے معاملات یاد ہونگے۔ مٹی اور نطفے سے بنا ہوا یہ فانی وخاکی انسان اللہ کی ذات میں فنا یا اللہ کے برابر ساجھی یا اللہ کی ذات وصفات میں شریک ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا۔ :سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون "پاک وبلند وبالا ہے وہ ان کے شریک ٹھہرانے والوں سے" اسی طرح اس آیت کو بھی قبر پرستی کے جواز کے لیے پیش کیا جاتا ہے: أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا ۝ أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا (المرسلات: ۲۵،۲۶) : "کیا ہم (اللہ) نے زمین کو زندوں اور مردوں کو سمیٹنے والا نہیں بنایا"۔ یہاں اس آیت میں اللہ تعالیٰ خلیفۃ الارض (انسان) کو اپنا احسان یاد دلا رہا ہے کہ جس زمین پر تمھاری بود وباش ہے اور زندگی گزارتے ہو یہ تمھارے لیے اکیلے اللہ ہی نے تو بنائی ہے۔ زمین کو اس طرح موجودہ حالت میں بنا کر اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر بڑا احسان کیا ہے۔ جس طرح دوسری جگہ فرمایا: أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهَادًا (النباء: ۶) "کیا ہم نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا (رہنے کی جگہ) نہیں بنایا"۔ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ بِسَاطًا ۔ (نوح: ۱۹) "اور اللہ تعالیٰ نے تم انسانوں کے لیے زمین کو فرش (بچھونا) بنایا"۔ ان ساری درج بالا آیات میں زمین کے حوالے سے بنی آدم کو اپنے احسانات یاد دلانے، توحید کی دعوت دینے، شرک سے منع کرنے اور دوسری بار زندہ ہوکر اپنے حقیقی رب اللہ کے سامنے کھڑا ہونے اور بازپرس کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس زمین پر صرف انسان نہیں بستے بلکہ ان کے ساتھ دوسرے جاندار، چرند، پرند بے حساب جانور بھی زندگی گزارتے ہیں یہیں پر پیدا ہوتے ہیں اور یہیں پر موت کے گھاٹ اتر کر یا ایک دوسرے کی خوراک بن کر ذرات کی شکل میں کچھ ہضم اور کچھ فضلہ بن کر ذرات کی شکل میں تبدیل ہوکر زمین پر پھیل جاتے ہیں جس طرح بعض پھلوں، اناج اور سبزیوں کا بیج (تخم) کھا جانے کے باوجود پیٹ میں ہضم نہیں ہوتے اور باہر آجاتے ہیں اس طرح انسان کو خواہ کوئی جانور یا درندہ ہی کیوں نہ ہڑپ کر جائے اس کا بھی یہ عجب الذنب (انسانی تخم، معمولی ہڈی) کسی کا ہضم نہیں ہوتا اور باہر نکل کر زمین پر کسی نہ کسی طرح قیامت تک موجود رہتا ہے یا اگر انسانی لاش جلا بھی دی جائے تو بھی اس کا یہ عجب الذنب اللہ کے حکم سے محفوظ رہتا ہے۔ اور پھر قیامت کے دن نبی ﷺ کے ارشاد کے مطابق اسی عجب الذنب سے قیامت کے دن جسم (جسد عنصری) انسان دوبارہ بنایا جائے گا (بخاری) یہی حضرات یہاں: "منہا تخرجون" اور "منہا نخرجکم تارۃ اخریٰ" سے قبر کے اندر لازمی مردے کی موجودگی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالاں کہ یہاں مراد اندر سے نہیں ہے۔ سادہ سی بات ہے زمین سے، مٹی سے ورنہ پھر "منہا خلقنکم" سے کیا ثابت ہوگا؟ کیا انسانوں کو پہلی بار بھی قبر (زمین) کے اندر سے پیدا کیا گیا ہے؟

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں جنت کی خوشبو تک حرام ہے اور مومن ایماندار کا موت کے بعد ٹھکانہ جنت ہے یہ خوابوں کا نظام صرف اس امتحانی زندگی کے ساتھ ہے، موت کے ساتھ ہی یہ نظام ختم ہو جاتا ہے انسان کی خوابوں کی دنیا اور زندگی ختم ہو جاتی ہے، پھر کوئی بھی خواب نہیں دیکھ سکتا۔ جو کچھ بھی نظر آتا ہے وہ اصل اور حقیقت ہوتا ہے۔ سوئے ہوئے اور مرے ہوئے کے نظام میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ سوئے ہوئے میں احساس ہوتا ہے زندگی ہوتی ہے اسے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۳...... اپنے مہربان رب کی نازل کردہ آسان کتاب (قرآن) کی بات اور پیغام کو مان کر خلوص کیساتھ اس پر ایمان لانا چاہیے۔ اپنے فنا ہونے والے مردوں اور لاشوں کا زمین (قبر) میں دفنانے اور چھپانے کا طریقہ بتا کر اللہ نے ہم انسانوں پر بڑا عظیم احسان فرمایا ہے۔ ورنہ ہم اپنے فوت شدہ عزیز و اقارب کی مردہ لاشوں کا کیا کرتے ؟ کہاں رکھتے ؟ اور کہاں تک سنبھالتے ؟ اور پھر ان لاشوں کو دیکھ دیکھ کر ساری زندگی پریشان بھی رہتے۔ واقعی "اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ" اللہ کا شکر کرنے اور احسان ماننے کے بجائے اس ناشکرے ظالم اور بے وفا انسان نے اپنے سے دور، پرے کرنے والی بے جان لاشوں کو اپنے عظیم، مہربان اور زبردست رب کے برابر اور شریک ٹھہرا دیا۔ "کتنا بڑا ناشکرا ہے اپنے رب کا یہ انسان" جس طرح قرآنی آیات اور احادیث والے ضعیف اوراق کا غذات کو کھلے میدان میں پھینکنے کی بجائے بے حرمتی سے بچانے کے لیے وزن باندھ کر سمندر میں ڈال دیا جاتا ہے یا پھر کسی پاک جگہ پر دفن کر دیا جاتا ہے اسی طرح مسلم مردوں (لاشوں) کو بھی احتراماً دفن کیا جاتا ہے یا سمندری سفر میں وزن باندھ کر سمندر میں ڈال دیا جاتا ہے کہ کھلی جگہ میدان میں بے حرمتی نہ ہو یا سمندر میں ڈال کر کنارے پر نہ آسکے، بے حرمتی سے محفوظ ہو اور تعفن بھی نہ پھیلے۔

نوٹ: انسان جہاں بھی مر جائے وہیں سے قیامت کے دن اُٹھایا جائے گا۔ آج انسان چاند اور مریخ پر پہنچنے اور رہنے کی کوشش کر رہا ہے ایسے انسان کو جب وہاں موت آ جائے اور قبر بھی وہاں بن جائے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سارے انسانوں کے ساتھ اس کو وہاں سے زندہ کر کے اُٹھائے گا۔ اُس دن ان سیاروں، فضاؤں اور خلاؤں کے یہ فاصلے کم بلکہ ختم کر دیے جائیں گے۔ یہ آج دور رہنے والے سیارے آپس میں ملا دیے جائیں گے فرمایا: "وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ" اور سورج اور چاند ملا دیے جائیں گے۔ اسی طرح یہ دوسرے مقامات جنت اور جہنم بھی قریب ہو جائیں گے: "وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ۝ (الشعراء:۹۰)" "اور جنت پرہیزگاروں کے قریب کر دی جائیگی" "وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ ۝" (الشعراء:۹۱) "اور جہنم گمراہوں، نافرمانوں کے قریب لائی جائیگی۔" اور یہ بڑے بڑے پہاڑ جن پر قیامت تک کے لیے ان گنت اربوں، کھربوں کی تعداد میں قبریں بن چکی ہوں گی یہ اُس دن زمین سے الگ ہو کر اُڑ جائیں گے فرمایا "وَإِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝" (المرسلت:۱۰) "اور جب پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اُون کی طرح اُڑے اُڑے پھریں گے" دوسری جگہ فرمایا: - "وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝" (التکویر:۳) "اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے"۔ "...وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ..." (النمل:۸۸) "(اُس دن یہ پہاڑ) بادلوں کی طرح اُڑیں گے"۔ "وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ ۝"۔ (الانشقاق:۳) "اور زمین ہموار کر دی جائیگی" بفرمان الٰہی یہ سارے پہاڑ زمین سے الگ ہو کر دور بلندیوں پر چلے جائیں گے۔ ظاہر ہے ان پر بنی ہوئی یہ ساری قبریں بھی ٹوٹ پھوٹ کر اُس دن ان کے ساتھ اوپر چلی جائینگی۔ لیکن کائنات کے ذرے ذرے کا خالق و مالک ان سارے قبر والوں کو وہاں بلندیوں پر خلاؤں اور فضاؤں میں اپنے اپنے عجب الذنب سے زندہ فرما کر زمین پر آسانی سے جمع فرما دیگا۔ "وَذٰلِكَ عَلَى اللهِ يَسِيْرٌ" اور ایسا کرنا اللہ کے لیے بہت آسان ہے"...وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ..."۔ (الروم:۲۷) "اور ایسا اُس کے لیے بہت آسان ہے"۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر نیند میں کھٹمل یا مچھر وغیرہ کاٹ لے تو اس کاٹے سے فوراً جاگ جائے گا یعنی زندہ ہو جائے گا۔ اس کے برعکس فوت شدہ انسان کو درندے یا گوشت خور پرندے گدھ وغیرہ بھی نوچ نوچ کر اگر کھائیں تو ذرا بھی احساس نہیں ہو گا۔ اس لیے کہ موت دینے والے العلیم رب نے فرمایا: "اموات غیر احیاءٍ"۔ "(بے جان، بے روح) مردے ہیں زندہ نہیں"۔ سویا ہوا روح کے تعلق کی وجہ سے الارم کی آواز سے اُٹھ جاتا ہے لیکن مرا ہوا روح کے تعلق نہ ہونے کی وجہ سے گھڑیوں سے کیا بڑے بڑے دھماکوں سے بھی قیامت تک نہیں اُٹھ سکتا۔ اب یہ قیامت کے دن اللہ کے حکم سے دوسری بار اسرافیل علیہ السلام کے صور میں پھونک مارنے کی آواز سے بیدار (زندہ) ہو گا۔ جس کا وقت اور گھڑی صرف اللہ کو معلوم ہے (قرآن)

روح، اللہ کا ایک ایسا امر اور مخلوق ہے کہ اس کی موجودگی یا تعلق سے انسانی جسم خراب اور گلتا سڑتا نہیں۔ چاہے سالوں تک صاحب روح بے ہوش یا سویا رہے۔ گلنے اور سڑنے کا عمل روح کے نکلنے اور تعلق ختم ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور ایسا ہر ذی روح کے ساتھ زمین پر ہوتا ہے۔ ثابت ہوا کہ نیند والا روح کے تعلق کی وجہ سے مردے کے عین برابر نہیں ہوتا۔ ایسا صرف قرآن وحدیث میں تشبیہ کے طور پر بیان ہوا ہے، مردہ وہ کہلاتا ہے جس کے اندر روح بالکل نہ ہو اور سویا ہوا وہ کہلاتا ہے جس کے اندر روح موجود ہو۔

انسانی جسم سے روح نکلنے یا جدا ہونے کی مثال ایسی ہے کہ ایک گاڑی سے اُس کا انجن مکمل طور پر نکال کر دوسری گاڑی کی باڈی میں فٹ کر دیا جائے تو پہلے والی گاڑی کی صرف باڈی اب بغیر انجن کے نہ حرکت کر سکے گی اور نہ اس انجن کا اب اپنی پرانی والی باڈی سے کوئی تعلق رہا جب تک اسے دوبارہ اس میں فٹ نہ کیا جائے یا جس طرح ایک کھلونے، گھڑی اور مشین سے بجلی یا بیٹری کا کنکشن بالکل ختم کر دیا جائے تو یہ کھلونا، گھڑی اور مشین اپنی اپنی جگہ پر ساکت ہو کر رُک جائیں گے اور ذرا بھی حرکت نہیں کر سکیں گے۔ اس لیے کہ اصلی طاقت بجلی یا بیٹری میں تھی اب اگر یہی بیٹری یا بجلی کسی دوسرے کھلونے یا مشین میں لگا دی جائے تو وہ اس کی وجہ سے حرکت میں آ جائیں گے۔ اس طرح اس انسانی روح کی مثال بھی بیٹری، بجلی (پاور) اور انجن کی طرح ہے جب تک انسانی جسم سے تعلق ہے تو جسم (باڈی) کو حرکت دیگا نکلنے کے بعد باڈی بے حرکت، ساکت، بے جان مردہ ہو جاتی ہے اور پھر اس کے پرزے جسم (باڈی) کے ساتھ قیامت تک کے لیے کنکشن اور تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ کھلونے جیسے بھی ہوں اُڑنے والے، دوڑنے والے، چلنے والے، رینگنے والے جو بیٹری کی قوت سے اپنی چال چلیں گے دوڑنے والا بیٹری سے دوڑے گا، اُڑنے والا اُڑے گا وغیرہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس طرح یہ روح (امر اللہ) اُڑنے والے جسم میں داخل کی جائے تو وہ اُس کی وجہ سے اُڑے گا، چلنے اور دوڑنے والے اس کے تعلق سے چلیں اور دوڑیں گے، رینگنے والا اس کی موجودگی میں رینگے گا۔ دراصل اصلی طاقت و قوت اس روح میں ہے۔ باڈی اور جسم کی ساخت جیسی بھی ہو، اس روح کی وجہ سے اُس میں حرکت اور زندگی ہوتی ہے اور یہ اُس عظیم ربّ ذوالجلال کی زبردست تخلیق اور کاریگری ہے جو کسی دوسرے کے بس اور اختیار میں نہیں[1]۔

مثال کے طور پر شہداء بدر اور اُحد کے چلنے پھرنے والے اجسام (باڈیوں) سے ان کی ارواح نکال کر دوسرے اُڑنے والے اجسام میں ڈال دیے۔ اب وہی ارواح ان نئے اجسام (باڈیوں) کے ساتھ جنتوں میں اُڑ رہی ہیں یا جیسے فرشتے اور جنات ہیں، یہ بھی انسانوں کی طرح اللہ کے بندے ہیں لیکن یہ اپنی جسمانی ساخت کی وجہ سے اپنی ارواح کے تعلق سے اُڑ رہے ہیں۔ ارواح کے بغیر یہ بندے (فرشتے اور جنات) بھی نہیں اُڑ سکتے ان بندوں کی حرکات اور زندگی بھی ان کے اجسام میں موجود اپنی ارواح کی وجہ سے ہے یہ بھی انسانوں کی طرح اللہ کے حکم اور مدد کے محتاج ہیں۔

قبر پرستی کے جواز کے لیے نبی ﷺ کا ایک صحابی رضی اللہ عنہ (لڑکے یا عورت) کی قبر پر صلوٰۃ الجنازہ پڑھنے کو بھی دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے حالاں کہ یہ صحیح روایت تو خود ان قبر پرستوں کے خلاف ہے کیوں کہ نبی ﷺ نے اس روایت میں واضح طور پر فرمایا ہے "میری صلوٰۃ پڑھ لینے سے اللہ تعالیٰ ان قبروں کو منور کر دیتا ہے"۔ (متفق علیہ)

اس روایت کے مطابق نبی ﷺ کی صلوٰۃ پڑھے بغیر کوئی قبر روشن نہیں ہوتی۔ یہ الفاظ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اس نیک میت پر صلوٰۃ پڑھ لینے کے بعد بیان فرمائے۔ حالاں کہ صحابہ کرام خود معمولی مسلم نہ تھے بلکہ سب کے سب سچے اولیاء اللہ تھے اور پھر وہ میت خود بھی ایک صحابی (ولی اللہ) کی تھی۔ جب ایک صحابی کی قبر اپنے خالص و مضبوط ایمان و نیک اعمال اور پھر دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین (اولیاء اللہ) کا اس کی صلوٰۃ المیت پڑھ لینے کے بعد بھی منور نہ ہوئی جب تک نبی ﷺ نے خود اس پر صلوٰۃ نہ پڑھی تھی تو آج

(۱). روح اور جان نکلنے کے بعد کوئی بھی دوبارہ اسے اسی جسم میں واپس ڈال نہیں سکتا حتی کہ سارے بناوٹی معبودان، پیر، فقیر، تعویذ گر، دم گر وغیرہ اکٹھے ہو کر مری ہوئی مکھی یا چیونٹی کو بھی زندہ نہیں کر سکتے۔ قرآن چیلنج کرتا ہے مشرکوں کو "هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ" (الروم:۴۰)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے تمھارے کسی میت پر صلوٰۃ پڑھ لینے سے یہ قبر کیسے منور ہو جائیگی! کیا ہماری صلوٰۃ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صلوٰۃ سے اور ہماری نیتیں اُس میت سے زیادہ افضل ہیں؟ جس نے ایمان کی حالت میں نبی ﷺ کی موجودگی میں ساری زندگی مرتے دم تک مسجد نبوی کی صفائی اور خدمت کی۔

یہ روایت تو ان دوسری روایتوں کی بھی وضاحت کرتی ہے جن میں ان زمینی قبروں میں جنت اور جنت کی کھڑکی کھلنے کی بات کی جاتی ہے۔ اگر اس دنیاوی قبر میں جنت ہوتی تو آیا نبی ﷺ کی صلوٰۃ پڑھنے سے پہلے تک اُس صحابی یا صحابیہ کی قبر جنت کی کھڑکی یا جنت کی روشنی سے خالی تھی۔ جب کہ بفرمان رسول ﷺ جس مسلم میت کی صلوٰۃ میت میں چالیس مسلمین شریک ہو جائیں یا دو مسلمین بھی اس کے ایمان کی گواہی دیں تو وہ جنتی ہے (مسلم ، بخاری) یہاں تو بے شمار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین (اولیاء اللہ) نے صلوٰۃ المیت پڑھی اور ایمان کی گواہی دی پھر بھی بحوالہ حدیث بالا اس (صحابی یا صحابیہ) کی قبر میں اندھیرا تھا، جب تک اللہ کے رسول ﷺ نے اس پر صلوٰۃ نہیں پڑھی تھی۔ ثابت ہوا کہ اس قبر میں جنت اور روشنی نہیں ہوتی۔ کیوں کہ جنت ہوگی تو روشنی بھی ہوگی۔ ایسے اندھیرے اور تاریک جنت اور باغ کا کیا فائدہ؟

اس روایت کے حوالہ سے یہ صاف ظاہر ہوا کہ ہر قبر میں اندھیرا ہوتا ہے سوائے اس قبر میں جس پر نبی خود صلوٰۃ پڑھیں اور ظاہر ہے کہ وفات کے بعد نبی ﷺ تو مسلمین کی صلوٰۃ میت پڑھنے سے رہے اور کسی اور کی صلوٰۃ سے ان قبروں میں روشنی ہو نہیں سکتی کیوں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صلوٰۃ سے وہ قبر منور نہیں ہوئی تھی جس کا روایت میں ذکر ہے۔

یہاں اس روایت میں نبی ﷺ نے اس غریب صحابی کے لیے اس طرح احتراماً اور اعزازی طور پر فرمایا کیوں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اُس مسکین کے معاملے کو کم تر اور حقیر خیال کیا تھا۔ "فَكَأَنَّهُمْ صَغَّرُوا أَمْرَهَا أَوْ أَمْرَهُ" (متفق علیہ) اس لیے اُنھوں نے نبی اکو اس کی وفات کی اطلاع نہ کی۔ اپنے اس عمل (دوبارہ صلوٰۃ میت پڑھنے) سے نبی ﷺ نے مسلمین کو یہ نصیحت[1] بھی فرما دی کہ کوئی مسلم دوسرے مسلم کو حقیر خیال نہ کرے۔ عزت

---

(۱) جس طرح نبی ﷺ قرضدار میت کی صلوٰۃ جنازہ خود پڑھنے کے بجائے نصیحتاً اپنے صحابہ کرام کو پڑھنے کا حکم فرماتے اگر میت کی طرف سے ادائیگی کی یقین دہانی نہ ہوتی اس روایت میں اپنے عمل کے ذریعے نبی ﷺ نے کنایتاً مسلم قرضداروں اور امانتداروں کو ڈرایا اور خبردار کیا ہے کہ کوئی مسلم دوسرے کی امانت یا قرض لے کر کھا نہ جائے ایسا اللہ کے ہاں بڑا جرم اور گناہ ہے ورنہ ہمارا ایمان ہے....

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واحترام کی نگاہ سے سب کو دیکھے۔ خود نبی ﷺ سارے مسلمین کا ایک برابر احترام فرمایا کرتے تھے۔ چھوٹے بڑے، کالے گورے میں فرق نہیں فرماتے۔ اس عمل اور فرمان کے ذریعے نبی ﷺ نے اُس غریب خادمہ مسجد صحابیہ کی بلند مقامی، کامیابی اور بخشش کی خوشخبری سنادی اس لیے یہاں نور بمعنی بخشش اور کامیابی کے بیان ہوا ہے اللہ کی کتاب قرآن میں نور بمعنی اسلام، کتاب (قرآن، انجیل، تورات) ایمان وہدایت وغیرہ کے لیے بھی مختلف مقامات پر بیان ہوا ہے (۱) ویسے بھی آنکھیں بند کیے میت کے لیے قبر کا منور ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟ یہ جو قرآن واحادیث میں سوئے ہوئے کو مردے سے تشبیہ دی ہے تو یہ سمجھانے کے لیے ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۸..... کہ اگر سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور خود نبی ﷺ کسی خائن، چور اور حرام خور کی صلوٰۃ المیت پڑھ لیتے تو بھی بخشش نہ ہوتی جب تک دوسروں کا مال واپس نہ کیا ہو مال غنیمت سے چادر وغیرہ بغیر اجازت کے لینے والے کے لیے فرمایا کہ یہ جہنمی ہے (بخاری)۔ قیامت کے دن چور، خائن مسلمین، نبی ﷺ کو مدد کے لیے پکاریں گے کہ "أَغِثْنِي يَارَسُوْلَ اللهِ" "میری مدد فرمائیے رسول اللہ ﷺ" رسول ﷺ جواب میں فرمائیں گے "لَآ أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ" (مسلم) "میں تمھاری کوئی مدد نہیں کر سکتا میں نے (دنیا میں) تم کو بات پہنچادی تھی" ہاں اگر نیت صاف اور قرض واپس کرنے، دینے کی ہو اور موت آجانے جس طرح عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہما کا واقعہ ہے تو پھر کوئی پکڑ اور گناہ نہیں۔ شہادت سے پہلے اس تنگدست، مقروض صحابی ﷺ نے پہلی فرصت میں اپنے بیٹے جابر ﷺ سے دوسروں کا قرض واپس کرنے کی وصیت فرمائی۔ شہادت کے بعد مقروض ہونے کے باوجود یہ وفادار صحابی (عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہما) اللہ کے ہاں زیادہ پسندیدہ قرار پائے گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان سے بغیر حجاب کے کلام فرمایا۔ ایک دوسری صحیح حدیث میں نبی ﷺ نے مسلمین کو دوسروں کا مال کھانے یا جگہ (جائیداد) پر قبضہ کرنے سے اس طرح ڈرایا اور نصیحت فرمائی کہ کسی نے اس دنیا میں کسی ایک کی بالشت زمین ناجائز ہتھیالی۔ قیامت کے دن سات زمینیں اس کی گردن میں طوق بنا کر پہنادی جائیں گی۔ (بخاری، مسلم) اس روایت میں مسلمین کو دوسروں کی جائیداد (خواہ تھوڑی ہو) پر قبضہ کرنے کے حوالے سے آخرت کے سخت عذاب سے ڈرایا اور خبردار کیا گیا ہے۔ ورنہ اس انسان چاہے یہ ساٹھ گز کا ہو جائے کی گردن میں ایک زمین طوق نہیں بن سکتی تو سات زمینیں کیسی بن جائیں گی۔ یہ سچ ہے کہ ایسے ظالم کو اتنا سخت عذاب محسوس ہوگا جیسے اس کے سر یا کمر پر سات زمینیں پڑی ہوئی ہیں۔ یہ تمثیلاً فرمایا گیا۔

(۱) "...وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللهُ لَهُ نُوْرًا فَمَا لَهُ مِنْ نُّوْرٍ" (النور: ۴۰) "جس کو اللہ روشنی نہ دے اس کو کہیں بھی روشنی (ایمان، ہدایت، فلاح، بخشش) نہیں مل سکتی"۔ "اَللهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ..." (البقرہ: ۲۵۷) "اللہ تعالیٰ دوست ہے ایمان والوں کا ان کو نکالتا ہے اندھیروں (گمراہیوں) سے روشنی (ہدایت، فلاح، بخشش) کی طرف"۔ "وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ..." (الحدید: ۱۹) "اور جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے یہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں ان کے لیے ان کے اعمال کا اچھا بدلہ اور نور (بخشش اور مغفرت) ہے"۔ "يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللهِ بِاَفْوَاهِهِمْ"۔ "یہ (کافر) اللہ کے نور (دین اسلام) کو اپنے مونہوں کی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔ دیکھیں یہاں محاورے اور ادبی زبان میں دین اسلام کے لیے نور فرمایا گیا..... بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ورنہ سوئے ہوئے کے لیے سوتے میں روشنی کسی کام کی نہیں اس حالت اور کیفیت میں اس کے لیے اندھیرا اور روشنی ایک برابر ہوتا ہے (۱) تو مستقل سوئے ہوئے اس بے جان، بے بصارت مردہ جسم اور کیفیت کے لیے کسی مردہ خانے یا قبر کا روشن ہونا کس کام کا؟

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۸........ ویسے ہم اپنی زبان میں بھی محاورۃً اس طرح کہتے ہیں کہ فلاں کی دنیا روشن ہوئی۔ یعنی وہ کامیاب ہوگئے۔ کسی کا قبر روشن ہونا یا آخرت کا روشن ہونا سے مراد ہوگا موت کے بعد برزخ اور آخرت کی بخشش اور کامیابی کا حاصل ہو جانا ہے۔ کسی کے دنیاوی گھر اور قبر روشن ہونے سے مراد ہے دونوں جہان کی کامیابی کا حاصل ہو جانا۔ گھر نور سے بھر دے کامیابی کی دعا ہے اور گھر آگ سے بھر دے یہ ناکامی کے لیے بددعا ہے۔ نبی ﷺ نے جنگ خندق کے موقع پر مشرکین کو بددعا دیتے ہوئے فرمایا "اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے جنھوں نے ہماری عصر کی صلوٰۃ قضا کردی"۔ حالاں کہ اُس وقت ان لوگوں کی قبریں نہیں بنی تھی۔ یہ عربی محاورے میں اُن کے لیے ناکامی اور نامرادی کی بددعا تھی اُس وقت وہ گروہ (مشرکین) غصے سے بھرے ہوئے ناکام و نامراد لوٹے لیکن بعد میں ان کی اکثریت مسلم ہوگئی اور نبی ﷺ کے سچے مجاہد صحابیوں میں شمار ہونے لگے اور دونوں جہانوں دنیا اور آخرت میں سرخرو اور کامیاب ٹھہرے۔ خاص کر اس جنگ (خندق) میں مشرکین کے کمانڈر ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر کے لیے خود نبی ﷺ نے فتح مکہ کے وقت دارالامن کا اعلان فرمایا یعنی ابوسفیان کا گھر ایمان لانے کے بعد اپنے لیے اور دوسرے لوگوں کے لیے جاءِ امن اور نور ثابت ہوا اس کے باوجود بھی اگر کوئی ضد میں آکر کہے کہ نہیں حدیث کے متن کے حوالے سے اس قبر میں روشنی ہوتی ہے لیکن ہمیں نظر نہیں آتی۔ ایسے حضرات کے لیے مسلم کی ایک روایت پیش خدمت ہے جس میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ:- لیلۃ القدر کی نشانی یہ ہے کہ اس دن سورج بغیر روشنی کے ہوتا ہے" انھا تطلع یومئذ لا شعاع لھا " (مسلم: باب لیلۃ القدر، مشکوٰۃ) اس میں تو اب کوئی کہہ نہیں سکتا کہ اُس دن سورج بغیر روشنی کے ہوتا ہے لیکن ہمیں نظر نہیں آتا کیوں کہ سورج بغیر روشنی کے ہوگا تو ساری دنیا دیکھے گی اور محسوس کرے گی بلکہ دن بھی نہ ہوگا گھپ اندھیرا ہوگا سورج تو زمین والوں کے لیے دن کی بڑی نشانی ہے لیکن نبی ﷺ کے دور سے لے کر آج تک ایسا نہیں ہوا ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ رمضان کے ہر آخری عشرے میں یہ رات ضرور ہوتی ہے کیوں کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے ''ھی فی کل رمضان'' (ابوداود) یہ "رات ہر رمضان میں ہے"۔

(۱)... جنگ خیبر سے واپسی پر نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایک وادی میں رات کو آرام کے لیے سوگئے۔ بلال رضی اللہ عنہ کی ڈیوٹی لگائی گئی کہ وہ سب کو فجر کی صلوٰۃ کے لیے بیدار کریں لیکن بعد میں نیند کے غلبہ کی وجہ سے بلال رض بھی سوگئے، فجر ہو چکی سورج نکل چکا تھا، روشنی ہر طرف پھیل چکی تھی لیکن اس بڑی اور واضح روشنی سے نبی ﷺ اور پڑے ہوئے سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ذرا بھی متاثر نہیں ہوئے۔ نبی ﷺ نہ بلال اور نہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام میں سے کوئی بیدار ہوا۔ "حتی ضربتھم الشمس" یہاں تک کہ ان سب کو سورج کی تپش پہنچی۔ اس تپش پر سب سے پہلے نبی ﷺ کی آنکھ کھلی اور پھر (سب کو بیدار فرما کر) وہاں سے فوراً چل پڑے دوسری جگہ جاکر صبح کی صلوٰۃ ادا کی (مسلم: باب الاذان، مشکوٰۃ) دیکھا نیند کی حالت میں نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بروایت صحیح روشنی (نور) سے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ وہ سارے سورج کی تپش اور گرمی سے بیدار ہوئے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثبوت ہر وقت ہر جگہ موجود ہے بشرطیکہ اس پر غور کرنے والے عاقل اور آنکھوں والے مسلم ہوں سوتے میں کسی انسان کے اُسی بیڈروم (کمرے) کو 10x10 سے بڑھا کر 100 x 100 یا 1000 x 1000 کر دیا جائے تو اُسے نیند کی حالت میں اس کا کوئی فائدہ یا احساس نہیں ہوگا۔ یا اس سوئے ہوئے کی چارپائی (کھاٹ) نیند کی حالت میں اپنے کمرے سے اُٹھا کر کسی خوبصورت باغ یا کسی ویران اندھیرے مقام پر رکھ دی جائے جب تک وہ شخص نیند میں ہوگا تو اُسے ان دونوں مقامات کا ذرا احساس نہیں ہوگا۔ یا بروایت صحیح بخاری کی "نیک میت کہتی ہے مجھے جلدی لے چلو اور گنہگار میت چیختی ہے کہ تم مجھے کہاں لے جارہے ہو؟" تو ان بے شعور لاشوں کو کیسے معلوم ہوا کہ زندہ لوگ اُنھیں اُٹھا کر کہیں لے جارہے ہیں، کیا یہ میت عالم الغیب ہوتی ہے؟ جب کہ ایسی کاروائی سے نیند والا بے خبر اور غافل ہوتا ہے یا بالفرض اگر کسی مسلم ایماندار میت کو دُشمن چارپائی پر ڈال کر کنوئیں، آگ، سمندر میں یا درندوں کے سامنے پھینکنے کے لیے لے جارہے ہوں تو اُس وقت بھی یہ میت "قدمونی قدمونی" کہے گی۔ جب کہ عارضی موت میں نیند والے کو اپنے ساتھ اس کاروائی اور حرکات کا علم اور احساس نہیں ہوتا تو مردہ تو پھر مردہ، بے جان، پکی اور مستقل نیند سویا ہوا ہر قسم کے احساسات، قوت اور شعور سے محروم ہوتا ہے اس لیے کہ موت سے اس کے جسمانی سارے نظام (سسٹم) کلی طور پر ناکارہ اور بے حرکت ہوجاتے ہیں۔ صحیح حدیث (بخاری) کے حوالے سے مومن ایماندار سے موت کے بعد کہا جاتا ہے کہ "نَمْ صَالِحًا" آرام سے سوجاؤ[1] کیا یہ مرا ہوا موت کے بعد بیدار اور زندہ تھا کہ اب سونے کا اسے کہا جارہا ہے جب

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۹: (اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی ﷺ پر اپنی اُمت کے اعمال اور درود پیش نہیں ہوتے ورنہ مدینے اور اس کے آس پاس کے جنگ سے پیچھے رہ جانے والے اُمتیوں کا فجر کی صلوٰۃ پڑھنے، صلوٰۃ میں درود پڑھنے یا اذان دینے سے نبی ﷺ ضرور وقت پر بیدار ہو جاتے اور دوسرے ساتھیوں کو بھی بیدار فرماتے کہ اُٹھو مسجد نبوی اور دیگر مساجد میں اذانیں اور صلوٰۃ ہورہی ہیں) ۔ ثابت ہوا کہ سوئے ہوئے کے لیے روشنی کسی کام کی نہیں بلکہ آرام اور نیند کے لیے اندھیرا بہتر ہوتا ہے چوں کہ سویا ہوا بے جان نہیں ہوتا اس لیے یہ تکلیف (تپش، گرمی اور بارش وغیرہ) محسوس کرتے ہوئے جاگ جاتا ہے۔ جس طرح نبی ﷺ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جاگ گئے لیکن اس کے برعکس فوت شدہ بے جان مردہ انسانی لاش نہ تو سورج کی تپش، گرمی سے بیدار ہوتا ہے اور نہ تیز بارش وطوفان سے۔ عزیر علیہ السلام سو سال تک کھلے میدان میں مردہ (بے جان) پڑے رہے جب تک اللہ نے زندہ نہیں فرمایا اپنی جگہ پر بے حس، بے خبر، سردی، گرمی اور بارشوں طوفان میں ابدی نیند آرام سے سوئے رہے۔ اتنے بڑے عرصے میں ان بے شمار مصیبتوں اور تکالیف کا جسم کو ذرا بھی احساس تک نہیں ہوا بلکہ بیدار ہونے پر یہ سارا عرصہ ہی یاد نہ رہا (البقرہ)۔

(۱). شروع زمانے آدم علیہ السلام سے لے کر نبی ﷺ اور نبی ﷺ کے بعد کے زمانوں کے ایمانداروں سے بھی کہا گیا کہ "نَمْ صَالِحًا" آرام سے سوجاؤ۔ اگر اس سے ہم یہی دنیاوی اجسام وقبریں مراد لے لیں تو اُن کے تو اجسام اور قبریں آج تک ختم ہو چکی ہیں۔ نیند کیسے اور آرام کہاں؟ اس طرح پرانے زمانوں کے مجرموں کے دنیاوی اجسام اور قبریں بھی آج نہیں ہیں ختم ہو چکی ہیں۔ تو ان مجرموں کے دنیاوی اجسام کو عذاب کیسے دیا جائے گا اور برا ٹھکانہ اور منزل کہاں رہا؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ بخاری کی بے شمار احادیث میں موت والے کو مردہ میت ہی کہا گیا ہے مثلاً کلام المیت علی الجنازۃ، المیت یسمع قرع نعالھم، یعرض علیہ (علی المیت) مقعدہ بالغداۃ والعشی وغیرہ کسی ایک روایت میں بھی ان شیخین نے مردے کے اس جسم کے ساتھ بیدار یا زندہ ہونے کا ذکر تک نہیں کیا ہے اور نہ ہی اپنے صحیحین میں اس مُردے سے روح کے تعلق کا کسی روایت میں ذکر کیا ہے)۔

یہ تو ایسا ہی ہے کہ پہلے سے سوئے ہوئے انسان سے کہا جائے کہ سو جا یا پہلے سے مرے ہوئے سے کہا جائے کہ مر جا۔ تو اے میرے بھائی! یہ ساری باتیں صحیح احادیث کی ہیں لیکن یہ عالم ارواح میں برزخی اجسام کے لیے ہیں جہاں روح کے ساتھ نئے جسم (برزخی) کو احساس اور ادراک ہوتا ہے اور انہی اجسام کے ساتھ ان ارواح کو اپنے اپنے (اچھے اور برے) ٹھکانوں میں مستقل طور پر قیامت تک کے لیے رکھا جاتا ہے۔

اسی طرح مسلم کی صحیح روایت جس میں نبی ﷺ کی سواری (خچر) چند مشرکوں کی قبروں کے پاس بدکا۔ یہ نبی ﷺ کا معجزہ تھا جس کے ذریعے اپنی مسلم اُمت کو شرک جیسے عظیم گناہ سے خبردار کیا گیا ہے جس طرح نبی ﷺ خود مسجد نبوی میں حالت صلوٰۃ میں جہنم کی تپش سے پیچھے ہٹے سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دیکھا (متفق علیہ) یہ بھی نبی ﷺ کا معجزہ تھا۔ جس میں جہنم کی آگ کی گرمی اور سختی سے ڈرایا گیا۔ اس مسجد نبوی والی صحیح روایت میں تو خود نبی ﷺ جہنم کی آگ کی تپش سے پیچھے ہٹے تو کیا اس روایت کے حوالے سے ہم جہنم یا جہنم کی آگ کو مسجد نبوی میں مان لیں؟ (نعوذ باللہ) جہاں نبی ﷺ صلوٰۃ کے لیے قیام فرما رہے تھے۔ ایسا کوئی بھی ماننے کے لیے تیار نہیں ہوگا۔ یاد رہے کہ قبروں کے پاس صرف نبی ﷺ کی سواری (جانور) بدکا۔ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سواریاں (جانور) نہیں بدکے تھے۔ جس طرح مسجد نبوی میں صرف نبی ﷺ تپش سے پیچھے ہٹے تھے۔ پیچھے کھڑے ہونے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی ایک نے بھی تپش محسوس نہیں کی اس لیے کہ یہ بھی معجزہ تھا۔

اس خچر بدکنے والی روایت میں نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا "فَلَوْلَا أَنْ تَدَافَنُوْا لَدَعَوْتُ اللّٰهَ أَنْ يُسْمِعَكُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الَّذِيْ أَسْمَعُ مِنْهُ" اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ تم اپنے مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے [1] تو

(۱) معاذ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ "میں نبی ﷺ کے ساتھ سواری پر پیچھے بیٹھا ہوا تھا کہ نبی ﷺ نے تین مرتبہ میرا نام لینے کے بعد فرمایا کہ جو شخص صدق دل سے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا اللہ نہیں اور بے شک محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اللہ اُس پر اپنی آگ حرام کر دیتا ہے، میں (معاذ رضی اللہ عنہ) تو میں اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا کہ...... بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ تمھیں بھی عذاب قبر سنا دے، جس طرح میں سنتا ہوں۔(مسلم) یہاں ان کلمات میں نبی ﷺ نے فرمادیا کہ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ مشرکوں پر سخت عذاب اللہ کی طرف سے مجھے معجزے اور نشانی کے طور پر یہاں بتلایا اور سنایا جارہا ہے لیکن اگر تم نے بھی میری طرح یہاں سُن لیا تو ان ہی قبروں میں (جو انسانی ضرورت ہے ان لاشوں کے لیے پردہ اور اللہ کی طرف سے زندوں پر بڑا احسان ہے) عذاب سمجھ کر تم میں سے کوئی اپنے مردوں (لاشوں) کو دفنانا اور چھپانا چھوڑ دو گے جس سے ان انسانی لاشوں کی بے حُرمتی ہو گی۔ یادرہے بحوالہ اس حدیث کے "کہ تم اپنے مردوں کو دفنانا چھوڑ دو گے" والی بات وہی سچے رسول ﷺ فرما اور سمجھا رہے ہیں جنھوں نے مسجد نبوی کی جگہ بنی ہوئی مشرکوں کی پرانی قبروں کو اُکھیڑ نے کا خود حکم فرمایا۔(بخاری)

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۵:......نے کہا یارسول ﷺ کیا میں اس بات کی لوگوں (مسلمین) کو خبر نہ دوں کہ وہ خوش ہوں نبی ﷺ نے فرمایا پس وہ بھروسہ کریں گے (یعنی اس پر بھروسہ کر کے پھر دوسرے نیک اعمال کرنا چھوڑ دیں گے) معاذ ﷺ نے گناہ سے بچنے کی خاطر مرتے وقت اس کو بیان کیا (متفق علیہ) بعد میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تابعین، تبع تابعین اور دوسروں کو معلوم تو ہوگیا ، لیکن اس بہترین قرون میں سے کسی نے بھی اس صحیح حدیث کے متن پر یقین اور ایمان لانے کے باوجود دیگر اعمال (صلوٰۃ، صوم، زکوٰۃ، حج وجہاد وغیرہ) نہ چھوڑے کیوں کہ وہ سب جانتے تھے کہ اس کا یہ مطلب اور مفہوم ہرگز نہیں کیوں کہ صرف کلمہ پڑھ لینے سے کوئی بھی مسلم اللہ کے ہاں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اس بات کی وضاحت پورے قرآن اور احادیث میں وضاحت سے موجود ہے۔ اس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اگر قبر کا عذاب (معجزانہ طور پر) سن بھی لیتے تو بھی وہ قرآن دیگر احادیث کے پیغام کو اچھی طرح جانتے تھے کہ کسی شخص کو دفن ہونے یا نہ ہونے سے اس کے انجام پر کوئی فرق بھی نہیں پڑتا۔ کوئی مشرک گنہگار دفن نہ ہونے کے باوجود بھی عذاب سے ہرگز نہیں بچ سکتا۔ اس کا عذاب جان نکلتے وقت سے شروع ہو کر بغیر کسی مہلت کے قیامت تک کے لیے برزخ میں (کسی کمی کے جاری رہتا ہے)۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پکے ایماندار، نبی ﷺ کے بہت زیادہ فرمانبردار اور دین کی بات کو سارے امتیوں سے زیادہ سمجھنے والے امتی تھے۔ اُن کے لیے کسی قبر سے عذاب کا خود سن لینا یا نبی ﷺ کی زبانی عذاب کی سختی کا سن لینا ایک ہی برابر تھا۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے درج بالا دونوں صحیح روایتیں سن لینے کے بعد بھی کبھی نیک اعمال (عبادات) چھوڑے اور نہ خیرالقرون میں کسی نے دفن نہ ہونے کی وصیت کی اور نہ آج کوئی مسلم ان دونوں روایتوں پر عمل پیرا ہو کر برزخ اور آخرت میں فلاح یا نجات پاسکتا ہے۔ اس حدیث معاذ بن جبل ﷺ والی میں ایمان کی خوشخبری اور فضیلت کا بیان ہے کہ خالص ایمان کے بغیر کوئی عمل اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں اور خچر بدکنے والی حدیث میں شرک کی تباہی کا ذکر اور ڈراوا ہے۔ اس قبر میں دفن والی بات کی وضاحت کی مثال مسجد نبوی والی صحیح روایت میں بھی موجود ہے۔ نبی ﷺ حالت صلوٰۃ (محراب) میں جہنم کی سختی سے پیچھے ہٹے۔ اسی طرح بھی فرماسکتے تھے کہ جہنم کی جو سختی یہاں مجھے دکھائی گئی اگر تمھیں دکھادی جاتی تو تم اس مسجد میں صلوٰۃ پڑھنی چھوڑ دیتے۔ اس مسجد میں نہ آتے۔ ان باتوں کی تہہ میں جو نصیحت ہوتی تھی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اُس کو سمجھ پاتے تھے کہ یہ انھیں جہنم کی ہولناکیوں اور اللہ کے عذاب سے نبی ﷺ ڈرا رہے ہیں۔ اور کبھی کبھی ایسی نصیحت سن کر وہ رو دیا بھی کرتے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے چچا حمزہ ﷺ کی مثلہ شدہ لاش کے لیے فرمایا کہ اگر پھوپھی صفیہ رضی اللہ عنھا غم ناک نہ ہوتیں تو چچا کی لاش کو یونہی بغیر دفن کے چھوڑ دیتا۔ (ترمذی بحوالہ قبر کا بھینچنا صفحہ نمبر ۱۰ از حکیم پروفیسر کمال حسن عثمانی)

اور یہودیہ کی میت پر رونے کی آواز سن کر فرمایا "یہ لوگ (رشتہ دار) اس (یہودیہ کی میت) پر رو رہے ہیں اور اِس کو اس کی قبر میں عذاب ہو رہا ہے" (بخاری باب بکاء علی المیت)۔ ایک اور روایت میں یہ بھی فرمایا کہ "وَلَوْ سَمِعَهَا الْإِنْسَانُ لَصَعِقَ" -(بخاری) "اگر اس میت کی آواز (زندہ) انسان سن لے تو بے ہوش ہو جائے"۔ حالاں کہ نبی ﷺ خود بھی بشر انسان تھے (قرآن واحادیث) انسانوں کو بے ہوش کرنے والے اس سخت آواز (عذاب) کو سن کر خود بے ہوش کیوں نہ ہوئے؟ ظاہر ہے کہ یہ نبی ﷺ کا معجزہ تھا۔ اور معجزہ عام نہیں ہوتا۔ ورنہ عام تکلیف اور پریشانی کی حالت میں نبی او دوسرے انسانوں کی طرح متاثر ہوا کرتے تھے[1]۔

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا فرماتی ہیں کہ آخری بیماری میں نبی ﷺ بخار کی شدت کی وجہ سے کئی مرتبہ بے ہوش ہوئے حدیث کے الفاظ "فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ" (بخاری ومسلم بامامت کا بیان، مشکوۃ) "پس نبی ﷺ بے ہوش ہوئے پھر ہوش آیا"۔ جنگ اُحد میں دشمن کے سخت حملے سے دوسرے انسانوں کی طرح سے دوسرے انسانوں کی طرح

---

(۱) جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے نبوت ملنے کے وقت کوہ طور پر پہلی بار روشنی (اللہ کی تجلی) دیکھی تو معجزے کی وجہ سے بے ہوش نہیں ہوئے لیکن خود دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تو اللہ کے نور (تجلی) کو بالواسطہ پہاڑ پر دیکھ کر بحیثیت انسان (بشر) برداشت نہ کر سکے اور بے ہوش ہو کر گر پڑے فرمایا "وَخَرَّ مُوسٰى صَعِقًا" (الاعراف:۱۴۳) "موسیٰ (تجلی الٰہی) سے بے ہوش ہو کر گر پڑے"۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے خود اپنے نور کی تجلی معجزے کے طور پر دکھلائی تو بے ہوش نہیں ہوئے لیکن جب بغیر معجزے کے دیکھنے کی کوشش کی تو برداشت نہ کر سکے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کوہ طور پر موسیٰ علیہ السلام کو اپنا نور (روشنی) دکھانے کے باوجود وہاں مستوی نہیں بلکہ عرش پر مستوی ہیں یہ معجزہ تھا۔ اس طرح اپنے آخری رسول محمد ﷺ کو مشرکوں گنہگاروں پر قبر (برزخ) کا عذاب نزدیک قبرستان میں سنا کر اپنا معجزہ (نشانی) دکھلایا۔ اگرچہ وہ دور برزخ کا عذاب تھا اسی طرح مسلم کی حدیث میں ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ہم لوگ (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) نبی ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک زوردار دھماکے کی آواز سنائی دی نبی ﷺ نے (ہم) سے پوچھا کہ یہ آواز کس چیز کی ہے؟ صحابہ نے کہا کہ اللہ اور اُس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ اُس پتھر کی آواز ہے جو ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا اور وہ اُس کی تہہ میں پہنچ کر ٹکرایا ہے اور تم لوگوں نے اُس کی آواز (یہاں) سنی ہے (مسلم)۔ جہنم کی آواز اس دنیا میں کوئی نہیں سن سکتا لیکن ایک موقع پر عظیم رب نے نبی ﷺ کی موجودگی میں انسانوں کو جہنم کے عذاب سے ڈرانے کے لیے سنوادی لیکن ایسا عام قانون نہیں۔ ایک اور حدیث میں بیان کیا گیا "ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سورج غروب ہونے کے وقت آپ ﷺ نے ایک آواز سنی (اس آواز پر) آپ ﷺ نے فرمایا یہودی اپنی قبروں میں عذاب دیے جا رہے ہیں"۔ (مشکوۃ، متفق علیہ، باب فی المعجزات) یہ حدیث معجزات کے بیان میں ہے اللہ نے برزخ کا عذاب اپنے رسول ﷺ کو معجزے کے طور پر انسانوں کو ڈرانے کے لیے قریب زمین پر سنوا دیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شدید زخمی ہوئے دانت مبارک شہید ہوئے اور سر کی کھال پھٹ گئی (بشر تھے اس لیے) (بخاری ومسلم)۔ اسی طرح اگر خچر بدکنے والی حدیث کا یہی مطلب لیا جائے کہ انہی قبروں میں (جہاں خچر، جانور بدکا تھا) عذاب ہوتا ہے تو پھر لامحالہ یہ ماننا پڑیگا کہ دفن ہونے والے گہنگار تو عذاب میں مبتلا ہوئے اور اس قبر میں دفن نہ ہونے والے گہنگار عذاب سے محفوظ رہے۔"هٰذِهِ القبور" (یہ قبریں) کی رٹ لگانے اور اس کی آڑ میں شرک اور بدعقیدگی پھیلانے والوں کو دورائے اور دو ایمان نہیں اپنانا چاہیے۔ مثلاً ایک سچا ایماندار کسی مکان یا کنویں کی طرف اشارہ کر کے کہے کہ یہ مکان یا کنواں آگ اور سانپوں سے بھرا ہوا ہے میں نے خود دیکھا ہے اس کے اندر نہ جاؤ، دور رہو۔ اب ظاہر ہے جو بھی اس مکان یا کنویں کے اندر داخل ہوگا تو ضرور متاثر ہوگا اور بڑا جسمانی نقصان اُٹھا کر ہلاک ہو جائے گا۔ لیکن جو دور رہیگا یعنی باہر رہے گا تو وہ اس بڑے نقصان اور ہلاکت سے محفوظ رہیگا۔ کیوں کہ آگ اور سانپ بقول اس سچے شخص کے اندر ہیں خطرہ اندر ہے، باہر نہیں۔ اسی طرح مسلم کی اس بدکنے والی روایت سے بھی یہی بیان ہوا ہے کہ جو اندر قبر میں داخل ہوا وہ عذاب میں مبتلا ہوا (اور جو مردہ باہر رکھا گیا وہ عذاب سے محفوظ رہا) یعنی اندر والا گہنگار تو معذوب اور باہر والا محفوظ ہوا۔ لیکن ایسا ہرگز ہرگز نہیں ہے قبر (برزخ) کے عذاب کے لیے دفن ہونا شرط نہیں۔ ہر کافر، مشرک گہنگار کو مرنے کے ساتھ عذاب ضرور دیا جاتا ہے لیکن یہ ان دنیاوی گڑھوں[1] (قبروں) میں نہیں دوسرے عالم (برزخ) میں دیا جاتا ہے۔

مرنے کے بعد اگر اس گہنگار مردہ خاکی جان کو دفن نہ کیا جائے تو کتے، بلی، گیدڑ اور گدھ وغیرہ نوچ نوچ کر کھا جائیں گے۔ کیا نہیں کھائیں گے؟ ارمان صاحب! کیا خیال ہے آپ کا؟ اگر گوشت خور جانور اس لاش کو کھا جائیں تو کیا سچے رسول ﷺ کی یہ حدیث جھوٹی ثابت ہو جائے گی۔ جس میں فرمایا کہ جانور بھی قبر کا عذاب سنتے ہیں اور ڈر کر بدک جاتے ہیں۔ لیکن ایسا ہوتا نہیں بیشک ہمارا ایمان ہے کہ مرنے کے بعد گہنگاروں کے لیے قبر کا عذاب حق ہے جو برزخ کا عذاب ہے اور عالم ارواح میں نئے جسم کو دیا جاتا ہے۔ کبھی کبھی اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کے ذریعے سے برزخ کے حالات و واقعات دنیا والوں کو بتلا دیتا ہے تاکہ یہ دنیا میں رہنے والے زندہ انسان اللہ کے سخت عذاب اور جہنم سے بچنے کی فکر کریں۔

---

(۱)۔ یہ جو میں نے اس کتاب میں جگہ جگہ قبر کے لیے گڑھا لکھا ہے تو اپنی طرف سے نہیں بلکہ صحیح حدیث کے حوالے سے لکھا ہے۔"عن جابر قال آتی رسول اللہ ﷺ عبداللہ بن ابی ما ادخل حفرتہ" (متفق علیہ، باب الغسل مشکوٰۃ) "جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ عبداللہ ابن ابی کے پاس آئے جبکہ اسے گڑھے میں رکھا گیا تھا"۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر اس حدیث سے ہر جانور کے عذاب سننے اور سن کر ڈر جانے کا مطلب لیا جائے پھر تو کسی گنہگار شخص کی لاش (جسد خاکی) کو جانور کتے، بلی، ببر شیر، گدھ وغیرہ نوچ کر نہ کھا سکتے بلکہ اس کے قریب بھی نہ آتے اور اس سے دور بھاگتے۔ آج تک کسی بھی چوپائے یا جانور نے کسی بھی قبرستان میں جانے سے انکار نہیں کیا۔ یہودیوں، عیسائیوں، دہریوں کے قبرستانوں میں بھی سکون سے چرتے رہتے ہیں ذرا بھی نہیں بدکتے۔ [1]

حالانکہ اگر آپ کسی بھی جانور کو چیخ وپکار والے مکان یا جگہ پر لے جانے کی کوشش کریں گے تو وہ ہرگز جانے کے لیے تیار نہ ہوگا اور وہاں سے بھاگنے کی کوشش کریگا لیکن آج ہم اور آپ اپنی آنکھوں سے دُنیا کے ہر سرسبز قبرستانوں میں جانوروں کا چرنا اور سکون سے موجود رہنا دیکھتے ہیں بلکہ یہ چھوٹے جانور چوہے، بلی، کتے، گیدڑ، وغیرہ تو پرانے ویران قبرستانوں کے اندر اپنے لیے بل وٹھکانے بنالیتے ہیں اور ذرا بھی نہیں بدکتے یا ڈرتے ہیں اس لیے کہ یہ (جانور) ان قبروں سے کچھ بھی نہیں سنتے نبی ﷺ کے جانور کا قبروں کے پاس عذاب کا سننا یہ معجزے کے طور پر تھا[2] بعض اوقات یہ گوشت خور جانور دفن نہ ہونے والی انسانی لاشوں کے اعضاء

(۱). ماسٹر ابوجابر دامانوی صاحب لکھتے ہیں کہ ایک ثقہ عالم اور محدث نے ایک جانور کو عذاب قبر سے بدکتے ہوئے دیکھا (قرآن وحدیث سے انحراف: ص ۱۰۹)۔ مخالفت اور ضد میں یہ شخص اتنا اندھا ہوگیا ہے کہ ایک عام انسان کو اللہ کے سچے رسول ﷺ کے برابر کردیا۔ نبی ﷺ کو تو وحی کے ذریعے یہ بتایا گیا کہ ان قبر والوں کو عذاب ہورہا ہے لیکن اس عالم اور محدث کو کیسے معلوم ہوا کہ قبر والے کے ساتھ کیا ہورہا ہے؟ جانور تو کسی بھی جگہ ڈر کر بدک سکتا ہے یہ جانور زندہ خاکی جان کو دیکھ کر بھی بدک سکتا ہے۔ اگر جانور کا بدکنا ہی عذاب کی نشانی ہے پھر تو اس کا مطلب ہوا کہ خچر یا دیگر جانور قبر کا عذاب معلوم کرنے والا سرچ آلہ ہوئے جس قبر کے پاس بدکے سمجھو وہاں عذاب ہورہا ہے۔ اور جہاں نہیں بدکے وہاں عذاب نہیں آرام وراحت ہے۔ اس شخص دامانوی کو آج ذرا بھی اللہ کا خوف نہیں کہ کل اللہ کے پاس جاکر حساب دینا ہے۔

(۲). یہ اندھے مسلک پرست مولوی نبی ﷺ کے جانور کا قبروں کے پاس صرف ایک مرتبہ بدکنے کو معجزہ اور مثالی عذاب ماننے کے لیے تیار نہیں لیکن خواب والی حدیث میں گنہگاروں پر ہونے والے نبی ﷺ کو جو مستقل عذاب دکھائے گئے جس کے لیے فرشتوں نے اللہ کے حکم سے کہا کہ "یُفْعَلُ بِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ" اس کے ساتھ (یہ عذاب) قیامت تک ہوتا رہیگا (بخاری) ان ضدی اور آخرت سے بے خوف مسلک پرستوں کا دعویٰ کہ وہ عذاب عارضی اور مثالی تھا۔ یعنی نبی ﷺ کو ایک مرتبہ دکھانے کے بعد آپ ﷺ کے وہاں سے آنے کے بعد ختم کردیا گیا، پھر تو اس طرح کہنا چاہیے تھا کہ "يُفْعَلُ بِهِ إِلَى الْيَوْمِ" اس کے ساتھ یہ (عذاب) آج تک ہوتا رہیگا شاید بقول ان مسلک پرستوں کے نبی ﷺ سے سننے میں یا فرشتوں سے بولنے میں لفظ "قیامۃ" کی غلطی ہوگئی (معاذ اللہ) یہ حضرات نبی ﷺ کے خواب میں دکھائے جانے والے حقیقی عذاب کو مثالی اس لیے قرار دے رہے ہیں کہ اس صحیح حدیث میں قرآن کے بے عمل اور غافل عالم کے سر کچلنے کا ذکر آیا ہے اور ان قرآن کے منکر اکابر پرستوں کا یہ کہنا کہ اس وقت قرآن کے عالم تو صرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔ اور صحابہ کرام میں تو ایسا کوئی ہو نہیں سکتا۔ یہ حضرات جو خود غافل قرآن، بے عمل اور مردوں کے سماع کے قائل قرآن کے خلاف عقیدہ رکھنے والے ضدی مسلکی ہیں..... بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھا جاتے ہیں یہ اعضاء اُن کے پیٹ میں ہمیشہ نہیں رہتے بلکہ کچھ ہضم ہو کر ان کے جسم بدن کا حصہ بن جاتے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۵:...... اپنی جہالت اور خلاف قرآن اور بد عقیدگی کے دفاع کے لیے ایسا کہہ رہے ہیں قرآن میں سورہ حجر میں فرمایا گیا ہے:۔ كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ۝ (الحجر: ۹۰، ۹۱) "..... ہم ان کفار اور مشرکین پر اس طرح عذاب نازل کریں گے جس طرح اس سے (پہلے) اُن لوگوں پر نازل کیا تھا جنھوں نے تقسیم کیا اور قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا (یعنی کچھ مانا کچھ نہ مانا)"۔ ظاہر ہے یہاں قرآن کو تقسیم کرنے یا کچھ ماننے اور نہ ماننے والوں سے مراد صحابہ تو ہو نہیں سکتے کیوں کہ وہ تو سب کے سب بفرمان الٰہی اچھے ایماندار مخلص بندے تھے۔ یہاں مراد گزری اُمتوں کے اہل تورات وانجیل علماء ہیں وہ تورات وانجیل سے غافل اور کچھ ماننے اور کچھ نہ ماننے والے علماء تھے۔ ثابت ہوا کہ خواب والی حدیث میں جس غافل قرآنی عالم کا ذکر کیا گیا ہے اُس سے مراد پہلے نازل ہونے والی آسمانی کتب کے عالم کی ہے کیوں کہ کسی بھی آسمانی کتاب کا انکار قرآن ہی کے انکار کے برابر ہے۔ اس لیے کہ یہ ساری کتابیں اللہ ہی کی طرف سے نازل ہوئی ہیں۔ سورۃ الشعراء میں فرمایا۔ "وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ۝" (الشعراء: ۱۹۶) "اور یہ (قرآن) پہلی کتابوں میں بھی تھا"۔ آخری کتاب اپنے سے پہلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ فرمایا:۔ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ۝ (الاحقاف: ۱۲) "اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب تھی (انسانوں کے لیے) رہنما اور رحمت اور (اب) یہ کتاب (قرآن) عربی زبان میں ہے اُسی (تورات) کی تصدیق کرنے والی تاکہ (اللہ تعالیٰ) اس کے ذریعے ظالموں کو ڈرائے اور نیکو کاروں کو خوشخبری سنائے"۔ پہلی کتابوں اور اس قرآن میں اتنا فرق ہے کہ وہ دوسری زبانوں میں تھیں اور یہ عربی زبان میں۔ معراج کے دو حصے ہیں مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک جانے کا ذکر قرآن میں ہے اور مزید نشانیاں دیکھنے اور دکھانے کا ذکر احادیث میں یہ دونوں حصے مثالی نہیں ہیں حقیقت ہے۔ اگر ہم جسمانی معراج صرف بیت المقدس تک مان لیں تو اُس وقت کتنے مشرک تھے، بیت المقدس دیکھ کر آئے تھے یہ تو بڑی نشانی یا بڑا کارنامہ نمایاں ہوا۔ اُسی ایک ہی رات میں آسمانوں تک جانا یہ سب سے بڑی نشانی تھی۔ جسے اکثر انسانوں کا دماغ ماننے کے لیے تیار نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے سے انسانوں کی آزمائش کی ہے۔ نبی ﷺ نے جب یہ واقعہ اپنی قوم کے سامنے سنایا تو انھوں نے انکار کیا اور خوب مذاق اُڑایا۔ اگر یہ صرف خواب کا معاملہ ہوتا تو نبی ﷺ اتنی سخت مخالفت کے بعد اپنی بات واپس لے لیتے کہ جی خواب کا معاملہ ہے میں اپنی بات واپس لیتا ہوں لیکن یہ محض خواب کی بات نہیں تھی حقیقت تھا اور نہ جو کچھ اس واقعہ معراج میں نبی ﷺ کو نشانیوں کے طور پر دکھلایا وہ مثالی تھا ورنہ نبی ﷺ کو اپنا مقام دکھائے جانے کے بعد اندر جانے سے کیوں منع کیا جاتا ہے۔ وہ نبی ﷺ کا حقیقی مقام اور محفوظ تھا جس میں وفات کے بعد اپنے (برزخی) جسم کے ساتھ یہاں آکر داخل ہونا تھا۔ ہمارا ایمان ہے کہ وفات کے بعد محمد ﷺ (برزخی) جسم کے ساتھ قیامت تک کے لیے اللہ کے حکم سے اس مقام میں داخل ہو چکے ہیں جو آپ ﷺ کو دونوں فرشتوں (جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام) نے خواب میں دکھایا تھا۔ آپ ﷺ کا دنیاوی جسم مدینہ میں اپنی قبر میں مدفون ہے اور قیامت کے دن انسانوں کو دوبارہ زندہ ہونے کے بعد سب سے پہلے آپ ﷺ اپنی قبر سے باہر تشریف لائیں گے۔ (اے ہمارے رب محمد ﷺ پر ہزاروں لاکھوں رحمتیں اور برکتیں نازل فرما اور آپ ﷺ کو مقام الوسیلہ عطا فرما۔ آمین) نبی ﷺ کو معراج خواب اور بیداری دونوں حالتوں میں ہوئی ہے اور پھر نبی ﷺ نے اس معراج والی خواب کی کوئی تعبیر بھی بیان نہیں فرمائی ہے، جس طرح دیگر خوابوں کی تعبیر بیان فرما دیتے۔ واقعہ معراج کو صرف خواب سمجھ کر مان لینا یا دیگر خوابوں کے برابر سمجھ کر مثالی یا وقتی سمجھنا اس واقعہ معراج (معجزہ) کا انکار ہے جس سے قرآن وحدیث کا انکار لازم ہو جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں (گوشت اور خون بن جاتا ہے)اور کچھ فضلہ بن کر خارج ہو جاتا ہے اگر انہی مردہ انسانی اعضاء پر عذاب تسلیم کر لیا جائے پھر تو ہضم ہونے کے بعد یہ عذاب اس جانور کو ہونا چاہیے جس کے بدن میں اور خون میں یہ "انسانی لاش" شامل ہو چکی ہے یہ جو کہا جاتا ہے کہ پیٹ کے اندر بھی عذاب ہوتا ہے یہی پیٹ اُس کی قبر ہے لیکن نہ ہم دیکھ سکتے ہیں اور نہ جانور کو محسوس ہوتا ہے عجیب منطق اور لطیفے کی باتیں ہیں ایک طرف تو جانور کا اُس لاش کے بدن سے الگ دور قبر میں عذاب سے بدکنا اور ڈر جانا مانتے ہیں دوسری طرف جب یہی عذاب جانور کے اپنے پیٹ (قبر) میں ہو رہا ہو تو وہ آرام و سکون سے رہے اور اس کا احساس تک نہ ہو اسے تو اب زور زور سے بدکنا، چھلانگیں لگانا اور آوازیں نکالنی چاہیے کیوں کہ اب تو وہی انسانوں کو بے ہوش کرنے والا سخت عذاب باہر (زمین قبر) میں نہیں خود اُس کے اپنے پیٹ میں ہو رہا ہے۔ اس کے پیٹ میں جہنم کی آگ کی کھڑکی کھل گئی ہے۔ مردے کو اُس کے پیٹ کے اندر بھینچا جا رہا ہے، گرز پڑ رہے ہیں اس جانور (درندے یا مچھلی) کو فوراً اسی انسانی خوراک (لاش) کو قے کر کے باہر پھینک دینا چاہیے کیوں کہ اس کاروائی (راحت وعذاب) مردے کے بھینچے جانے یا پیٹ (قبر) کے ستر ٧٠ گز چوڑا ہونے سے اس جانور کے اندر کا اپنا نظام متاثر ہو کر ہلاکت سے کم نہیں بلکہ موت یقینی ہے اور پھر اس دنیاوی جسد عنصری پر عذاب کے حوالے سے گنہگار لاش کو کھالینا بھی جانور کے لیے معمولی عمل نہ رہا۔ ثابت ہوا کہ نہ اس جانور کا پیٹ قبر ہے اور نہ اس کے پیٹ میں لاش کو راحت یا عذاب ہوتا ہے۔ مرنے کے بعد انسان اس دنیا سے دور دوسرے عالم میں آ... پیچھے چلا جاتا ہے صرف اُس کی لاش دُنیا میں رہ جاتی ہے جسے ہم دنیا والے "انسان" نہیں صرف "لاش" سمجھتے ہیں۔ اب اگر ان لاشوں کو سمندر میں پھینکیں گے تو مچھلیاں وغیرہ کھا جائیں گی، جنگل میں چھوڑ آئیں گے تو جنگلی جانور کھا جائیں گے اور زمین (قبر) میں دفنا دیں گے تو کیڑے مکوڑوں کی خوراک بن جائے گی۔ یعنی ہر حال میں اب ان کو ختم اور فنا ہونا ہے اور یہی واضح اور کھلا اعلان قرآن وحدیث کا ہے۔

"كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ "(الرحمن : ٢٦) "زمین پر جو ہیں سب فنا ہونیوالے ہیں"۔ "كُلُّ ابْنُ آدَمَ يَأْكُلُهُ التُّرَابُ"۔ (مسلم) "آدم کا ہر بچہ مٹی کی خوراک بن کر (فنا) ہو جاتا ہے"۔

اس طرح انسانی لاش اور کسی بھی دوسرے جانور کی لاش اگر اکٹھی رکھ دی جائیں تو دونوں وقت کے ساتھ ساتھ پھول کر خراب ہو جائیں گی یا دونوں گوشت خور زندہ جانوروں کی خوراک بن جائیں گی۔ دونوں لاشوں کے خراب ہونے اور ختم ہو کر فنا ہونے میں اتنا فرق ہے کہ دوسری مخلوق زندہ نہیں کی جائیگی اور انسان ایک دن اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے حکم سے زندہ ہو کر رہیگا اور یہی مطلب ہے "وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ" کا دوبارہ زندہ ہونے کا یہ سچا وعدہ صرف انسانوں اور جنوں سے ہے کیوں کہ یہی دونوں مکلف مخلوق ہیں۔

نوٹ: موت والی یعنی مر جانے والی مخلوق اپنے خالق اللہ کے برابر ہو نہیں سکتی۔ اس فانی مخلوق کو اپنے عظیم زبردست خالق اور مصور کے برابر یا شریک ٹھہرانا انتہائی ظلم اور بڑی توہین ہے جس کی اللہ کے ہاں ہرگز معافی نہیں۔ یاد رہے کہ انسان عبدالحی، عبدالقیوم، عبدالوہاب تو ہے اور بن سکتا ہے لیکن الحی، القیوم یا الوھاب (داتا، دینے والا) ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہ مانگنے والا، فقیر اور سائل ہے اور صرف وہی ایک اللہ بے پرواہ اور دینے والا الغنی، الصمد رب ہے۔

اسی طرح یہ مسلک اور اکابر پرست اپنے اور اپنے گمراہ اکابرین کے غلط اور خلاف قرآن عقیدہ قبر پرستی اور تیسری زندگی کے جائز ہونے کے دفاع میں اللہ کے محبوب ولی اور نبی ﷺ کے بہادر صحابی سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی شان کے خلاف کمزور اور ضعیف روایتیں بھی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ اس پاکباز صحابی رسول ﷺ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو پیشاب کی پلیدی سے نہ بچنے کی وجہ سے قبر میں بھینچنے کا سخت عذاب دیا گیا جس کی وجہ سے ادھر کی پسلیاں اُدھر ہو گئیں یعنی ساری ہڈیاں توڑ دی گئیں۔

لعنت ہو اس مسلک پرستی اور ایسے مسلک پرستوں پر جنھوں نے اللہ کے اس محبوب ولی اور دین اسلام کے دلیر مجاہد کو بھی اپنے نجس، پلید عقائد مردہ پرستی اور قبر پرستی کی خاطر نہیں بخشا۔ کچھ تو ان اسلام کے چمکدار ستاروں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے وقار اور احترام کا خیال رکھنا چاہیے خاص کر اس بہادر صحابی رسول ﷺ کا جن کے لیے نبی ﷺ نے فرمایا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی موت سے عرش الرحمان ہل گیا۔ (بخاری) اور یہ کوئی معمولی فضیلت نہیں۔ یہ مقام کسی دوسرے صحابی یا ولی اللہ کے حصے میں نہیں آیا اور اللہ تعالیٰ ایسی اور اتنی محبت اپنے زیادہ پرہیز گار اور پاکباز بندوں سے ہی کرتا ہے۔ "اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ" (القرآن)۔ "بے شک اللہ تعالیٰ اپنے پاکباز بندوں سے محبت کرتا ہے"۔

ہم مسلم سوچ بھی نہیں سکتے کہ جس بندے کے لیے عرش الٰہی حرکت کرے اور وہ ناپاکی (پیشاب) کے معاملے میں غیر محتاط ہو جس سے ایک عام سنجیدہ مسلم بھی اپنے آپ کو دُور رکھتا ہے لیکن ایک برگزیدہ صحابی رضی اللہ عنہ لاپرواہی برتے۔

''قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ'' اللہ تعالیٰ ان (مسلک پرستوں اور منافقوں) کو ہلاک کرے، کہاں بہک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے ہیں۔ اور پھر سعد بن معاذ ﷜ کی صلوٰۃ المیت بھی نبی ﷺ نے خود پڑھائی۔ آپ ﷺ کی قبر تو منور ہو جانی چاہیے تھی (یعنی مکمل بخشش ہو جانی چاہیے تھی) اور بفرمان رسول ﷺ جس کے لیے دو مسلم بھی ایمان کی گواہی دیں یا چالیس مسلمین صلوٰۃ المیت میں شرکت کریں تو ایسے مسلم (میت) کی بخشش یقینی ہو جاتی ہے اگر کبیرہ گناہ نہ کیے ہوں۔ سعد بن معاذ ﷜ کی صلوٰۃ المیت میں تو بے شمار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے شرکت کی۔ ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علاوہ ستر ہزار فرشتے (ملائکہ) بھی شریک ہوئے۔ یاد رہے کہ زمین پر یا کہیں بھی فرشتے اللہ کے حکم کے بغیر اپنی مرضی سے کوئی عمل نہیں کرتے اس صلوٰۃ المیت میں ان ستر ہزار فرشتوں کو شریک ہونے کا حکم اللہ نے دیا تھا۔ اور یہ مقام اللہ کے ہاں سعد بن معاذ ﷜ کا ویسے ہی نہیں تھا یہ بڑے بہادر اور نڈر صحابی رسول ﷺ تھے۔ انھوں نے مکے میں ابو جہل جیسے سخت دشمن رسول و اسلام کو مسجد حرام کے پاس ان الفاظ میں جواب دیا تھا کہ اگر تم نے مجھے اللہ کے گھر (بیت اللہ) کے طواف سے روکا تو میں مدینے کے قریب سے گزرنے والے تمھارے سارے تجارتی راستے بند کر دوں گا۔ (بخاری)

بنو قریظہ کے خلاف فیصلے کے لیے زخمی حالت میں مسجد نبوی لائے جانے پر خود نبی ﷺ نے استقبال کیا اور صحابہ کرام سے فرمایا کہ اپنے سردار کا استقبال کرو نبی ﷺ نے آپ ﷜ کو سید الانصار کا خطاب عطا فرمایا۔ (بخاری) اور پھر غدار بنو قریظہ کے خلاف اپنا تاریخی فیصلہ سنانے پر نبی ﷺ نے خوش ہو کر فرمایا کہ سعد ﷜ نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کر دیا یعنی اس فیصلے پر اللہ تعالیٰ اپنے بندے سعد ﷜ سے بڑا خوش ہوا اور اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے سے خوش ہوتا ہے تو اس کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے[1]۔

سعد بن معاذ ﷜ شہادت کے رتبے پر بھی فائز ہوئے۔ کیوں کہ جنگ خندق کے لگے ہوئے گہرے زخم ہی سے اُن کی موت واقع ہوئی (بخاری)۔ یعنی سعد بن معاذ ﷜ شہید اسلام بھی ہوئے۔ اور شہداء کے لیے تو قرآن واحادیث وضاحت کرتے ہیں کہ وہ یہاں ان دنیاوی قبروں میں نہیں اللہ کے پاس جنتوں میں عرش کے نیچے اُڑنے والے جسموں کے ساتھ زندہ اور موجود ہوتے ہیں۔ غرض اس بہادر صحابی کا ذکر قرآن و صحیح احادیث کے حوالوں سے جہاں سے بھی کیا جائے گا اس بخشے بخشائے صحابی ﷜ کو قبر کے بھینچنے کا سخت عذاب کسی قانون و حوالے سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ یہ مسند احمد، طبرانی طبقات، ابن سعد اور سنن البیہقی وغیرہ کی روایتیں پورے قرآن اور بے شمار صحیح احادیث کے خلاف ہیں بلکہ ان ضعیف روایات میں قرآن واحادیث سے مذاق اور انکار کیا گیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن میں تو ارشاد ہے :- ... اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ... (ھود: ۱۱۴) "بے شک نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں"۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِیَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۞ (العنکبوت:۷) ۔ "اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے ہم ضرور بلضرور اُن کے گناہوں کو اُن سے دور کر دیں گے اور ان کو اُن کے اعمال کا بہت اچھا بدلہ دیں گے"۔

...لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَیْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ...(المائدہ: ۱۲) "اگر تم صلوٰۃ پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہو گے اور میرے پیغمبروں پر ایمان لاؤ گے اور اُن کی مدد کرو گے اور اللہ تعالیٰ کو قرضہ حسنہ دو گے تو میں ضرور بلضرور تم سے تمھارے گناہ دُور کر دوں گا"۔

سورۃ فرقان میں فرمایا کہ جس بندے نے خلوص کے ساتھ اپنے گناہوں سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ گناہوں کو نہ صرف معاف فرمادیتا ہے بلکہ نیکیوں میں بدل دیتا ہے۔ "فَاُولٰٓىِٕكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۞" (الفرقان : ۷۰)۔ "ایسے لوگوں (بندوں) کے گناہوں کو اللہ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ تو بڑا بخشنے والا مہربان رب ہے"۔

یاد رہے پیشاب کے چھینٹے یا پیشاب کا بدن پر لگ جانا یہ گناہ کبیرہ نہیں بلکہ بے خیالی یا مجبوری میں لگ جانا گناہ صغیرہ بھی نہیں لیکن اگر بفرض محال اسے گناہ صغیرہ مان بھی لیا جائے تو بھی درج بالا قرآنی آیات کے علاوہ بے شمار صحیح احادیث میں صغیرہ گناہوں کی بخشش اور معافی کا مژدہ سُنایا گیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ :- من توضأ فأحسن الوضوء خرجت خطایاہ من جسدہ حتی تخرج من تحت اظفارہ (متفق علیہ، مشکوۃ، کتاب الطہارہ)۔ جس شخص نے اچھا وضو کیا اُس کے سارے بدن سے گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ اُس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں۔

---

(۱). اپنے بندے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے اللہ کو محبت تھی۔ وفات پر عرش نے حرکت کی۔ نبی ﷺ نے خود صلوٰۃ المیت پڑھائی۔ فرشتوں نے شرکت کی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اُن کے لیے بخشش کی دُعا کی۔ پھر بھی معافی نہیں ملی اور بخشش نہیں ہوئی۔ تو کیا بندے کو عذاب دیا جانا اللہ کے علاوہ کسی اور کے حکم سے ہوتا ہے یا فرشتے اپنی مرضی سے عذاب دیتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے اتنی محبت کرے معاف فرمانے اور پھر بھی اُس کو عذاب لازمی اور ضرور دیا جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ما من امرئ مسلم تحضرہ صلوٰۃ مکتوبۃ فیحسن وضوءھا وخشوعھا الا کانت کفارۃ لما قبلھا من الذنوب مالم یؤت کبیرۃ وذلک الدھر کلہ (مسلم کتاب الطہارۃ) جو مسلم فرض صلوٰۃ کے لیے اچھا وضو کرے اور خشوع اور خضوع کے ساتھ صلوٰۃ ادا کرے تو یہ صلوٰۃ اس کے پہلے سارے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے جب تک کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے اور ایسا یعنی گناہوں سے پاک ہونا ہمیشہ (ہر روز) ہوتا رہتا ہے۔

ایک صحابی ﷺ گھبرائے ہوئے آئے اور کہا یا رسول ﷺ مجھ پر حد قائم کیجیے مجھ سے بڑا گناہ کا ارتکاب ہو گیا ہے میں نے غیر عورت کا بوسہ لے لیا۔ نبی ﷺ خاموش رہے صلوٰۃ کے بعد اُس صحابی نے اپنی بات دوبارہ دہرائی تو نبی ﷺ نے فرمایا کیا تم نے ہمارے ساتھ اب فرض صلوٰۃ نہیں پڑھی کہا ہاں پڑھی فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمھارا یہ گناہ صلوٰۃ پڑھنے سے معاف فرمادیا۔ (ابوداود، ترمذی، متفق علیہ، کتاب الصلوٰۃ، مشکوٰۃ)

فرمایا جو شخص "ہر فرض صلوٰۃ کے بعد سبحان اللہ تینتیس ۳۳ بار، الحمد للہ تینتیس ۳۳ بار، اللہ اکبر تینتیس ۳۳ اور ایک بار لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر کہے تو فرمایا:- غفرت لہ خطایا وان کانت مثل زبد البحر (مسلم)۔ "بخش دیے جاتے ہیں اُس کے گناہ اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں"۔ فرمایا پانچ اوقات کی صلوٰۃ پابندی کے ساتھ ادا کرنے سے گناہ مٹ جاتے ہیں (متفق علیہ)۔ اذا اجتنب الکبائر (مسلم)۔ جب کہ کبیرہ گناہوں سے بچا جائے"۔ اسی طرح ماہ رمضان کی فضیلت میں فرمایا: مَنْ صَامَ رَمضان، مَنْ قَامَ رمضان، مَنْ قَامَ لَیْلَۃَ القَدرِ غُفِرَ لَہُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنْبِہٖ (متفق علیہ)۔ جس نے رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رکھے، رمضان میں قیام کیا (عبادت کی) لیلۃ القدر میں قیام کیا تو ایسے شخص کے پچھلے سارے صغیرہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

ماہ صیام کے روزہ داروں اور عبادت گزاروں کے لیے مہربان رب کا فرمان: فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ وَبَدَّلْتُ سَیِّئَاتِکُمْ حَسَنَاتٍ "پس میں (اللہ) نے تمھیں بخش دیا اور تمھارے گناہ نیکیوں سے بدل دیے"۔ نبی ﷺ نے فرمایا: -فیرجعون مغفوراً لھم "پس لوگ (عید گاہ) سے اپنے گھروں کی طرف لوٹتے ہیں اور اُن کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں"۔ (بیہقی شعب الایمان، باب لیلۃ القدر، مشکوٰۃ)

اسی طرح حج کی فضیلت میں فرمایا "جو شخص اللہ کی رضا کے لیے ساری پابندیوں کے ساتھ حج کا فریضہ ادا کرے وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے گویا آج ہی اُس کی ماں نے اُسے جنا ہے"۔ (بخاری ومسلم)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان مذکورہ بے شمار قرآنی آیات اور صحیح احادیث کے حوالوں کے بعد ان امام اور مسلک پرستی کے اندھوں سے یہ پوچھنا ہے کہ آیا یہ ساری خوشخبریاں صرف زبانی اور کاغذی بیان ہوئی ہیں یا واقعی ان سے ایماندار مسلمین کو فائدہ پہنچتا ہے۔ بے شک یہ ساری سچی کتاب قرآن اور سچے رسول محمد ﷺ کی حقیقی اور سچی خوشخبریاں ہیں ہمارا اس پر ایمان ہے کہ ایسا ہوتا ہے اور مہربان ربّ ان عبادت کے بجالانے پر اپنے بندوں کی خطائیں اور گناہ ضرور معاف فرماتا ہے تو پھر بڑا سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اللہ کے بہادر، وفادار، صوم وصلوٰۃ کے پابند اور حقیقی محبوب بندے سعد بن معاذ ؓ ان میں سے ایک بھی خوشخبری کے مصداق اور مستحق نہیں ٹھہرے جس کی وجہ سے یہ چھوٹا گناہ معاف ہو جاتا، جب کہ ۱۰۰ (سو) قتل کرنے والا قاتل جس کے جسم اور کپڑوں پر بے گناہ انسانوں کے خون کے چھینٹے پڑ چکے تھے معافی مانگنے سے اللہ کے ہاں معاف ہو چکے ہیں [1] (بخاری)۔

پیشاب کے چھینٹوں کا مجبوری میں کپڑوں یا بدن پر پڑ جانا کوئی گناہ اور جرم نہیں۔ کسی بھی مسلم پر پڑ سکتے ہیں بشرطیکہ صلوٰۃ (عبادت) کے لیے بدن اور لباس کو پاک کر لیا جائے۔ بچپن میں یا بڑھاپے اور سخت بیماری میں تو کوئی بھی اس بشری کمزوری سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ ماں باپ کی بڑھاپے میں اور ضعیفی کی حالت میں خدمت کرنے اور دوران خدمت اُف تک نہ کہنے کا اس لیے تو حکم فرمایا گیا ہے کہ ضعیفی یا بیماری میں ماں باپ کی یہ خدمت پیشاب یا پاخانہ کا خیال (رکھنا) بڑا مشکل اور صبر آزما ہوتا ہے۔ خوش نصیب، فرمانبردار اور متقی اولاد ایسے موقعوں پر اپنے ماں باپ (والدین) کی خدمت فرض سمجھتے ہوئے ضرور کرتی ہے۔ یہ آخرت سے بے خوف مسلک اور اکابر پرست سعد بن معاذ ؓ کے خلاف آنے والی ضعیف اور خلاف قرآن واحادیث کو صحیح ثابت کرنے کے لیے طبرانی کی غلط اور منکر روایات بھی پیش کرتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور دین اسلام کے احکامات کا مذاق اُڑایا گیا ہے۔ حوالہ ملاحظہ کیجیے "اِتقوا البول فانه اول ما يحاسب به العبد فى القبر" (طبرانی) "پیشاب سے بچو کیوں کہ بندے کا قبر میں اول محاسبہ اسی کی بنا پر ہوگا"[2] لیجیے سارا قرآن و صحیح احادیث کو لپیٹ لیجیے پورا قرآن واحادیث تو وضاحت کرے کہ مرنے کے بعد سب سے پہلے ایمان، رسالت اسلام (دین) صلوٰۃ، صوم، زکوٰۃ، حج، ہجرت، جہاد اور دیگر فرائض کا حساب ہوگا۔

---

(۱)۔ اگر اسی قبر میں بھینچنا ہے پھر تو ظالم فرعون جس کے ہاتھ اور پورا جسم بے گناہ بچوں کے خون سے آلودہ رہا اس دنیاوی قبر میں دفن نہ ہونے کی وجہ سے بھینچ جانے سے قیامت تک کے لیے محفوظ رہا کیوں کہ اُس ظالم کی لاش زمین کے اندر (قبر میں) نہیں زمین کے اوپر مصر کے عجائب گھر میں، فرمان الٰہی کے مطابق "اَلْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ" (یونس:۹۲) محفوظ پڑی ہوئی ہے۔

(۲)۔ بحوالہ الدین الخالص، جلد اول، ص ۱۱۵، از ماسٹر ابو جابر دامانوی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کبائر گناہ شرک، قتل، زنا، سود، چوری، شراب، جوا، ماں باپ کی نافرمانی وغیرہ پر محاسبہ ہو گا۔ اور یہ مسلک پرست اپنے امام طبرانی کے حوالے سے دلیل پیش کریں کہ اوّل محاسبہ (پکڑ) پیشاب پر ہو گا[1] اور پھر یہ دلیل کہ ایک مسلم نابالغ بچے کو بھی (پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنے کی وجہ سے) اس دنیاوی قبر نے بھینچا (دبا کر پسلیاں آر پار کر دیں) (طبرانی)۔ جب کہ قرآن کا اعلان ہے کہ "کَتَبَ عَلٰی نَفۡسِهِ الرَّحۡمَةَ" (الانعام: ۱۲)۔ "اللہ تعالیٰ نے مہربانی (بخشش) کرنا اپنے اوپر لازم کر لیا ہے"۔ دوسری جگہ فرمان ہے :- ...كَتَبَ رَبُّكُمۡ عَلٰی نَفۡسِهِ الرَّحۡمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنۡ عَمِلَ مِنۡكُمۡ سُوۡٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ وَاَصۡلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۵۴﴾ (الانعام: ۵۴)۔ "تمھارے ربّ نے اپنے اوپر رحمت (بخشش) کو لازم کر لیا ہے کہ جو کوئی تم میں سے نادانی یا نا سمجھی میں کوئی برا عمل کر بیٹھے پھر اُس کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح کر لے تو اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے"۔

نابالغ بچہ جس پر اپنے ربّ کی طرف سے کوئی فرض عائد نہیں ہوتا۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے " رُفِعَ الْقَلَمُ عَنِ الثَّلَاثَةِ عَنِ النَّائِمِ[2] وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰی يَبْلُغَ وَعَنِ الْمَعْتُوهِ حَتّٰی يَعْقِلَ (ترمذی، ابوداوٗد، ابن ماجه، دارمی، طلاق کے بیان، مشکوٰۃ) "تین سے قلم اُٹھا لیا گیا، نیند والے سے جاگنے تک اور بچہ سے بالغ ہونے تک اور بے عقل سے عقلمند ہونے تک"۔ جب نابالغ بچے کا فرائض، صلوٰۃ، صوم، اور دیگر عبادات پر اللہ کے ہاں رسول کے فرمان کے مطابق کوئی محاسبہ نہیں تو پیشاب پر کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ تو بچے کی فطری کمزوری ہوتی ہے۔ ارمان صاحب! یہ تو آپ جانتے ہیں کہ ہر بچہ بستر پر یا ماں باپ کی گود میں اس عمر میں پیشاب پاخانہ کرتا رہتا ہے بلکہ بعض بڑے بچوں میں بھی بستر پر پیشاب کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ آپ کے اُستاد ماسٹر ابو جابر دامانوی صاحب اب خیر سے ہومیو ڈاکٹر بھی ہیں اسے ایسے بچوں کا علاج کرنا چاہیے، بجائے یہ کہ اُس کے والدین سے کہے کہ اگر یہ بچہ اس حال میں فوت ہوا تو اُس کو قبر (زمین) میں سخت عذاب ہو گا۔ طبرانی کی اگر اس روایت کو مان لیا جائے پھر تو کوئی انسان (خاکی جان) بھی عذاب سے نہیں بچ سکتا کیوں کہ ہر خاکی جان اگر جوانی میں نہیں تو بچپن میں بستر یا اپنے کپڑوں میں کھڑے بیٹھے پیشاب پاخانہ ضرور کرتا رہتا ہے ماں باپ کا خاص کر ماں کا حق اس لیے تو زیادہ ہے

---

(۱) بحوالہ اس روایت کے اللہ کے ہاں سب سے پہلے بندے سے یہ پوچھا جائے گا کہ بتاؤ تم نے دنیا میں اپنے آپ کو پیشاب کی چھینٹوں سے بچایا تھا یا نہیں! اور اگر نہیں بچایا تو دیکھنا کہ اب تمھارا کیا حشر کیا جاتا ہے۔

(۲) اس سے ثابت ہوا کہ نیند کی حالت میں کسی بھی گناہ پر اللہ کے ہاں کوئی پکڑ نہیں۔ اسی طرح سوتے میں اپنی ماں کے نیچے دب کر ہلاک ہونے والے بچے کی وجہ سے ماں پر کوئی گناہ نہیں سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ بچپن شیر خواری کے زمانے میں اپنے بچے کے پیشاب پاخانے کے گیلے کپڑے، پاجامے، چڈیاں اور بستر وغیرہ بار بار دن ہو یا رات خوشی اور پیار بھری اُمیدوں کے ساتھ بدلتی اور صاف کرتی رہتی ہے[1] یہ ماں اپنے بچے کی اس حرکت (پیشاب پاخانہ) پر ناراض نہیں ہوتی تو مہربان ربّ جو اس ماں کے مقابلے میں اپنے بندوں ان (بچوں) سے ۹۹ حصے زیادہ محبت کرتا ہے اپنے اس بندے کے فطری کمزوری پر ناراض کیوں ہو؟ اللہ اکبر، نبی ﷺ کی اپنی گود میں بھی بچے پیشاب کر لیتے تھے۔ اُم قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بچے نے نبی ﷺ کی گود میں پیشاب کیا، آپ ﷺ نے پانی منگوا کر اپنے کپڑے پر پانی کے چھینٹے مارے دھویا نہیں (متفق علیہ) اور ذرا بھی ناراض نہیں ہوئے۔ نواسے حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے گود میں پیشاب کر دیا آپ ﷺ نے کپڑا دھویا نہیں صرف چھینٹے مار دیئے۔ (ابوداؤد، ترمذی، مسند احمد، مشکوٰۃ)

الغرض بچوں کا کپڑوں میں پیشاب کر دینا کوئی گناہ و جرم نہیں بلکہ عین بشری کمزوری ہے اسی طرح بڑی عمر میں ضعیف اور کمزوری کی وجہ سے انسان دوبارہ بچوں جیسا بن جاتا ہے اور دوسروں کا محتاج ہو جاتا ہے فرمایا: "اللہ ہی تو ہے جس نے تم (انسانوں) کو ابتداء میں کمزور پیدا کیا پھر کمزوری کے بعد قوت (جوانی عطا کی)۔ پھر (جوانی) کی طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا"۔ (الروم ۵۴)

نبی ﷺ اِس سُوء العمر (بڑھاپے اور محتاجی کی عمر) سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے۔ (مسلم، ابوداود)

ایسی عمر اور حالت میں ان محتاج اور مستحق بزرگوں کی ہر طرح سے مدد کرنی چاہیے نہ کہ ہم اس عمر میں وفات پانے والوں کو بڑا اور طاقتور حاجت روا، مشکل کشا یا غوث الاعظم "بابا" بنا کر اس عظیم نظام چلانے والے زبردست ربّ کے برابر ٹھہرا دیں۔ ان محتاج اور ضعیف بوڑھوں کو زندگی میں یا وفات کے بعد عظیم اور سوہنے ربّ کے برابر یا شریک ٹھہرانا بہت بڑا ظلم اور اللہ کی بڑی توہین ہے اُس کی اس بنائی ہوئی کائنات میں کوئی بھی نیک بندہ خواہ جوان ہو یا بوڑھا ذرا بھی مداخلت نہیں کر سکتا۔ کیوں کہ "لله ملك السمٰوٰت والارض"، "وان القوة لله جميعا"، "وان الحكم الا لله"۔

---

(۱) یہی اولاد خاص کر بیٹا جوان ہو کر اپنی خدمت گار ماں سے بات بات پر اکڑ کر اور غصے میں مخاطب ہوتا ہے اور ذرا سی خدمت کرنے پر بڑا احسان جتلاتا ہے۔ یہ گبرو جوان بیٹا بھول جاتا ہے کہ اس کمزور اور ضعیف ماں نے بچپن کے زمانے میں اس کی گیلی چڈیاں بدل بدل کر اپنے آرام کا خیال کئے بغیر اس کی حفاظت اور پرورش کی تھی بلکہ بعض بدنصیب بیٹے تو اپنی ضعیف اور محتاج ماں اور باپ کو اپنی جوانی اور دولت کے نشے میں اپنے دنیاوی عیش و آرام کی خاطر اپنے گھر سے نکال دیتے ہیں۔ ضعیف ماں اور باپ کے ایسے نالائق و نافرمان بیٹے جنت میں کبھی داخل نہیں ہوسکتے۔ (بخاری)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عذاب کے بارے میں طبرانی کی یہ منکر روایتیں اس لیے پیش کی جاتی ہیں کہ بخاری و مسلم کی ایک صحیح روایت میں پیشاب کے چھینٹوں کے حوالے سے ایک شخص کو عذاب ہونے کا ذکر آیا ہے۔ اس روایت میں اُن نئے ایمان لانے والے بھیڑ بکریوں کے درمیان زندگی گزارنے والے اعرابیوں (دیہاتیوں) کو ڈرایا گیا جو طہارت کے معاملے میں خاص خیال نہیں رکھا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ ایک مسلم اعرابی نے مسجد نبوی کے اندر پیشاب کر ڈالا۔ (بخاری) اگرچہ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اُس کے اس عمل پر بڑے ناراض اور غصے ہوئے لیکن نبی ﷺ نے اُس اعرابی کو نرمی سے سمجھایا کہ آئندہ ایسا نہ کریں، مسجد میں پیشاب نہ کریں باہر پردے میں کر لیا کریں اور پھر مسجد کے فرش کو پانی سے صاف کروایا۔ بخاری و مسلم کی جس روایت میں پیشاب کے چھینٹوں کی وجہ سے جس شخص کے عذاب کا ذکر بیان ہوا ہے وہ صحابی نہیں تھے۔ گزرے وقت کے ایک غیر محتاط شخص تھے۔

نبی ﷺ نے اپنی اُمت کو حقیر گناہوں سے بھی بچنے کی نصیحت فرمائی ہے۔ ایک شخص خواہ مسلم ہو اگر بار بار سمجھانے اور منع کرنے کے باوجود صغیرہ گناہ کو بھی گناہ نہ سمجھ کر یا حقیر سمجھ کر قصداً کرتا رہے گا تو ایسا شخص بھی اللہ کے ہاں سخت عذاب میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ جس طرح اس شخص کے لیے نبی ﷺ نے وحی کی روشنی میں عذاب ہونے کا ذکر فرمایا[1]۔ برزخ کے عذاب میں اللہ کی طرف سے کمی ہو سکتی ہے جس طرح اس قبر والے کا عذاب شاخ تر رہنے تک کچھ دیر کے لیے کم ہوا یا جس طرح نبی ﷺ کے سگے چچا ابو طالب کو نبی ﷺ کا قوم کے مقابلے میں ساتھ دینے کی وجہ سے برزخ میں صرف آگ کے جوتے پہنا کر عذاب دیا جا رہا ہے (بخاری)۔ ویسے اگر کسی مسلم سے زندگی میں غیر ارادی یا بشری کمزوری کے تحت صغیرہ گناہ کا ارتکاب ہو جائے تو وہ خود زندگی میں معافی مانگنے یا درج بالا مذکورہ قرآنی آیات و صحیح احادیث کی روشنی میں نیک اعمال کرنے سے اللہ کے ہاں معاف کر دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں خاص کر مسلم فرمانبردار بندوں کے لیے بڑا ہی مہربان اور غفور الرحیم رب ہے اُس نے اعلان فرمایا " فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ " "پس جو شخص گناہ کے بعد توبہ کر لے اور نیکوکار ہو جائے تو اللہ اس کو معاف کر دیگا بے شک اللہ (المائدہ: ۳۹)۔

---

(۱) اس روایت میں قبر کا جو عذاب بیان ہوا ہے یہ برزخ کا عذاب ہے یہ عذاب اِن برباد، اُکھڑ جانے اور سیلاب سے بہہ جانے والی دنیاوی قبروں میں نہیں ہوتا۔ نبی ﷺ کو معراج کے موقع پر برزخ میں گنہگاروں پر جو عذاب دکھلایا گیا تھا یہی قیامت تک کے لیے قبر کا یا برزخ کا عذاب ہے۔ فرض کریں کہ پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے والے یا غیبت کرنے والے گنہگار کو اگر اس ارضی قبر میں دفن نہ کیا جائے تو کیا یہ قبر کے عذاب سے بچ جائیں گے؟ ہرگز نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخشنے والا مہربان"۔اور فرمایا: وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا "اور اللہ مومنوں پر بڑا مہربان ہے"۔

کتاب اللہ اور صحیح احادیث کے نصوص اور کلیات کے خلاف آنے والی بے حیثیت وضعیف روایات کے لیے، اپنے باطل عقائد و مسالک کے دفاع میں یہ لکھنا"سنده صحيح على شرط البخاری "دین اسلام اور قرآن و صحیح احادیث کے ساتھ مذاق اور جھٹلانے کے مترادف اور غیر ذمہ دارانہ علمی اور اللہ سے بے خوفی والا انداز ہے حالانکہ اُمت کی فقیہہ، نبی ﷺ سے براہِ راست دینی علوم حاصل کرنے والی اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے (قلیب بدر والی) صحیحین کی روایات کی قرآن کے مطابق نہ ہونے کی قرآنی آیات کی روشنی میں تاویل کی ہے۔ ہر مسلم کو قیامت کے دن کے سخت حساب کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ کی پکڑ سے بچنے کا احساس ہونا چاہیے۔ جہاں قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں اپنے اکیلے القہار ربّ کو اپنے ایمان واعمال کا حساب دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر کلمہ پڑھنے والے کو نفس پرستی، اکابر پرستی اور مسلک پرستی سے اپنی امان اور پناہ میں رکھے۔ آمین۔

اگر قبر کا بھینچنا یا عذاب اسی دنیاوی قبر (گڑھے) میں مان لیا جائے۔ پھر تو جس قبر میں نیک وبد مردے ہونگے سب ایک جیسے متاثر ہونگے مثلاً گرمی میں ایک کمرے میں ایک ایک اہل حدیث، دیوبندی، بریلوی، شیعہ مولوی موجود ہوں یا سو رہے ہوں اور اس کمرے میں ائیر کنڈیشنڈ لگا ہو تو سب کو فائدہ ہوگا، ٹھنڈک محسوس ہوگی یا اس کمرے کی بجلی چلی جائے تو گرمی بھی سب کو لگے گی اور سوتے (نیند) میں پریشان ہو کر جاگ جائیں گے۔ جس طرح عموماً ہوتا ہے یا پورے کمرے میں آگ لگ جائے تو سب (چاروں مولوی) متاثر ہونگے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ان میں ایک یا دو سکون سے پڑے یا کھڑے مسکرا رہے ہوں اور دوسرے تکلیف سے چیخ رہے ہوں یا اگر کمرے کی پوری چھت گر جائے تو چاروں نیچے دب جائیں گے یا اس کمرے کو پانی سے بھر دیا جائے تو یہ چاروں ڈوب جائیں گے یا اس کمرے میں زہریلی گیس بھر دی جائے تو چاروں ہلاک ہو جائیں گے کیوں کہ ایک ہی کمرے میں بند ہیں اور ساتھ رہ رہے ہیں یعنی کمرے میں (مکان) کے اندر جیسی حالت ہوگی اس سے یہ چاروں ایک جیسے متاثر ہونگے (اس طرح ان چاروں کی لاشوں کو اگر ایک ہی قبر (گڑھے) میں ایک ساتھ دفن کر دیا جائے اور قبر (گڑھے) کو آگ لگا دی جائے تو چاروں لاشیں جل جائیں گی۔

یا اس اجتماعی قبر کو پانی سے بھر دیا جائے تو ظاہر ہے چاروں لاشیں (میتیں) پانی میں ڈوب جائیں گی یا یہ قبر گرا دی جائے تو قبر کے اندر مدفون ساری لاشوں پر مٹی پتھر وغیرہ کا ملبہ گرے گا۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس بیٹھی اور گری ہوئی برباد قبر میں ایک مولوی کی میت ہنسی خوشی میوہ کھا رہی ہے یا حور سے مشغول ہو اور دوسری میتیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملبے کے نیچے دبی ہوئی چیخ رہی ہوں لیکن اگر یہی قبر کے عذاب وراحت کو اس دنیاوی قبر (گڑھے) کی بجائے برزخ میں مان لیا جائے تو پھر کوئی اشکال بھی نہیں اور نہ کوئی نیک بد کے عذاب سے یا بد نیک کی راحت سے متاثر ہو سکتا ہے[1]۔ دنیاوی قبر کے عذاب یا راحت کے لیے خواب کی مثالیں دینا جہالت اور نا سمجھی ہے جس طرح ایک چھت کے نیچے اچھا خواب دیکھنے والا اور ڈراؤنا خواب دیکھنے والا چھت کے گرنے سے متاثر ہو کر ہلاک یا زخمی ہو سکتا ہے اسی طرح اس مٹی اور پتھروں سے بنی ہوئی قبر کے اندر موت کی نیند سونے والے نیک و بد میتوں پر اس قبر کے گرنے یا قبر کے بھینچنے کا ایک ہی جیسا اثر پڑیگا مختلف نہیں ہو گا۔ یہ مسلکی حضرات قرآن وحدیث کے محکم احکامات کے مقابلے میں اپنے خلاف قرآن وغلط عقیدہ پر قائم رہنے اور دفاع میں بخاری ومسلم کی ایک صحیح حدیث بے جا طور پر دلیل میں پیش کرتے ہیں جس میں نبی ﷺ نے گزرے زمانے میں ایک گائے اور بھیڑیئے کا انسانوں سے کلام کرنے کا ذکر فرمایا ہے اور پھر آپ ﷺ نے خود اس کلام کرنے پر ایمان لانے کا فرمایا اور ابو بکر صدیق وعمر رضی اللہ عنہما کے ایمان لانے کی گواہی دی۔ (متفق علیہ)

اس صحیح روایت کو پیش کرنے کا ان مسلکی حضرات کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح نبی ﷺ نے جانوروں کے کلام کرنے کا فرمایا اور ایمان لے آئے اسی طرح مردے بھی کلام کر سکتے ہیں اور ہمیں بھی اس پر ایمان لانا چاہیے۔ یاد رہے جانوروں کا کلام کرنا یہ قرآن، صحیح احادیث وعقل کے خلاف نہیں ہے لیکن مردوں کا کلام کرنا، قیامت سے پہلے زندہ ہونا پورے قرآن اور دیگر صحیح احادیث کے خلاف ہے۔

ہمارا بھی ایمان ہے کہ زندہ جانور (گائے) بھیڑیے وغیرہ کلام کر سکتے ہیں۔ اپنی بولیاں بولتے ہیں جسے ہم سنتے ہیں لیکن سمجھتے نہیں جس طرح ایک ملک یا علاقے کے انسان دوسرے ملک یا علاقے کے انسان کی بولی سنتا

---

(۱)۔ موت برحق ہے ہم سب انسانوں کو اپنے اپنے وقت پر ایک دن مرجانا ہے اور پھر ایک بڑے دن میں اپنے اس حقیقی زبردست رب کے سامنے کھڑے ہو کر دنیاوی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہے جس نے اس خاکی جسم کے ساتھ دو زندگیوں (دنیا وآخرت) کا نظام آزمائش اور انعام وسزا کے لیے بنایا ہے۔ موت کے بعد قیامت تک کی زندگی اس دنیاوی جسد عنصری سے ہٹ کر برزخی الگ الگ جسم کے ساتھ زندگی ہے جس کا اس عطا شدہ اور فنا ہونے والے جسد عنصری کے ساتھ قیامت تک کے لیے کوئی تعلق یا کنکشن نہیں ہوتا۔

سارے انسانوں کو فیصلے کے لیے ایک ہی تاریخ قیامت کے دن کی دی گئی ہے وہ عظیم، الخبیر (جج) اللہ اسی ایک تاریخ (پیشی) پر سارے انسانوں کے فیصلے بغیر ان کے وکیلوں کے بڑی آسانی اور انصاف کے ساتھ سنا دے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے لیکن سمجھتا نہیں اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کا خالق اس کمزوری سے پاک ہے۔ وہ اپنی ساری مخلوق کی آوازیں سنتا ہے اور سمجھتا بھی ہے۔ درج کردہ روایت میں گائے اور بھیڑیے نے کلام کیا اللہ تعالیٰ نے سُن لیا اور پھر وحی کے ذریعے ان جانوروں کا وہ کلام اپنے رسول ﷺ کو بتادیا جو نبی ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بتادیا اس روایت میں کونسی بات مشکل، خلافِ قرآن وحدیث یا خلافِ عقل اور سمجھ میں نہ آنے والی ہے کہ اس روایت کو قرآن و صحیح احادیث کے خلاف آنے والی مردوں کے سننے اور قبر میں زندہ ہونے والی روایتوں کے دفاع یا دلیل میں پیش کیا جائے۔ گزرے زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک پیغمبر سلیمان علیہ السلام کو سارے جانوروں کی بولیاں سمجھنے کا معجزہ عطا فرمایا تھا۔ ہدہد اور چیونٹی کے کلام کا ذکر قرآن میں بیان ہوا ہے۔

نبی ﷺ نے اس صحیح روایت میں گائے کے حوالے سے خلاف فطرت وقدرت کام کرنے کا ذکر گائے کے کلام سے فرما کر قرآن کی تشریح فرمائی ہے سواری کے لیے گائے نہیں دوسرے جانور پیدا کیے گئے ہیں فرمایا: وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا... (النحل: ۸)۔ اور اُس اللہ نے گھوڑے، خچر اور گدھے پیدا کیے تاکہ تم ان پر سواری کرو۔ اونٹ کی سواری کا الگ ذکر آیا ہے۔ گائے وغیرہ بفرمان الٰہی دودھ دینے گوشت استعمال کرنے اور کھیتی باڑی کے لیے پیدا کی گئی ہے۔

بھیڑیے کے کلام کے حوالے سے نبی ﷺ نے قیامت کے دن کی سختی کا ذکر کنایتاً فرمایا ہے جس کی وضاحت قرآن میں موجود ہے۔ اس دنیا کی زندگی ختم ہونے کے بعد قیامت کے دن بڑا سخت زلزلہ آئے گا جس کی سختی اور ہولناکی سے انسان سمیت سارے جاندار سخت دہشت زدہ اور خوف زدہ ہو جائینگے۔ کسی کو اپنا ہوش نہیں ہو گا فرمایا: -دودھ پلانے والی مائیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے، اور لوگ تمھیں متوالے (مدہوش) نظر آئیں گے مگر وہ متوالے (مدہوش) نہیں ہونگے (بلکہ سخت کڑکڑاہٹ اور دہشت کی وجہ سے ان کا یہ حال ہو گا) بے شک اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے (الحج: ۲)۔

فرمایا "وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ" -(التکویر: ۴) اور جب دس ماہ کی حاملہ (محبوب) اونٹنیاں چھوڑ (بھلا) دی جائیں گی۔ یعنی انسان اُس دن اتنا خوف زدہ اور دہشت زدہ ہو گا کہ اپنے محبوب پسندیدہ چوپایوں حاملہ اونٹنی، گائے، بکری سے بھی بے پرواہ ہو گا اور ان کا خیال کرنا چھوڑ دے گا۔ ہر انسان صرف اپنی فکر میں ہو گا۔ انسانوں کی طرح یہ دوسرے جاندار بھی بھونچال اور زمینی زلزلے کی وجہ سے انتہائی خوفزدہ اور گھبراہٹ کے عالم میں ہونگے۔ پالتو اور پُر اُمن جانور تو درکنار یہ درندہ صفت جانور اُس سخت دن میں خوف اور دہشت کی وجہ سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے جانوروں کے ساتھ ایک جگہ کھڑے ہونگے "وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ"۔(التکویر: ۵) "اور جب یہ وحشی جانور (شیر، بھیڑیئے وغیرہ) ایک جگہ جمع ہو جائیں گے"۔ یعنی اُس دن یہ بھیڑ، بکری اپنے چرواہے کے بغیر ان درندوں (بھیڑیوں، شیروں) کے ساتھ ایک گھاٹ پر ان کے رحم و کرم پر کھڑی ہونگیں۔ ان کے علاوہ ان کا کوئی دوسرا چرواہا اور محافظ نہ ہوگا۔ اور یہی بات اس حدیث میں کنایتاً بیان کی گئی ہے جو عین قرآن کے مطابق ہے نا کہ قرآن کے خلاف۔

اس صحیح حدیث کے ذریعے کنایتاً قیامت کے دن کی سختی اور نفسا نفسی کا ذکر فرمایا گیا۔ کیوں کہ روایت میں مذکورہ بھیڑیا اور بکری تو قیامت تک زندہ نہیں ہونگے لیکن اُس وقت دوسرے بھیڑیئے اور بکریاں ضرور اکٹھے ہو جاینگے۔

اللہ سے ڈرتے ہوئے قرآن کی محکم آیات اور نبی ﷺ کی واضح احادیث (جو قرآن کی مکمل تشریح کرتی ہیں) پر مضبوط ایمان لانا چاہیے نہ یہ کہ کسی ایک متشابہ آیت یا حدیث کی اپنی طرف سے من مانی تاویل کر کے پورے قرآن و صحیح احادیث کے خلاف عقیدہ بنا لیا جائے۔ اللہ کے پاس جانا ہے جہاں قرآن اور نبی ﷺ کی موجودگی میں اس اُمت کے انسانوں سے حساب لیا جائے گا۔

اسی طرح تو ہندوؤں کا پنڈت بھی اپنی باطل پرستی اور بت پرستی کے لیے قرآن و صحیح احادیث سے حقیقت کے خلاف کچھ دلائل دے کر بت پرستی کے لیے جواز پیش کر سکتا ہے۔ وہ کہہ سکتا ہے کہ بت سنتے ہیں اگر نہیں سنتے تو پھر ابراہیم علیہ السلام نے بتوں سے کلام کیوں کیا؟ جس میں بتوں سے کہا گیا کہ "... أَلَا تَأْكُلُونَ ﴿٩١﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنطِقُونَ ﴿٩٢﴾" (الصفت:۹۱،۹۲)۔ "تم (اے بتوں) کھاتے کیوں نہیں، تم بات کیوں نہیں کرتے؟ (یعنی جواب کیوں نہیں دیتے)"۔ ہندوؤں کا پنڈت کہہ سکتا ہے کہ کلام اُن سے کیا جاتا ہے جو سنتے ہیں اور ابراہیم علیہ السلام نے سنانے کے لیے اُن بتوں سے کلام کیا تھا۔ یا وہ کہہ سکتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کیوں کی "رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ" (ابراہیم:۳۶)۔ "اے میرے رب ان بتوں نے بہت سے انسانوں کو گمراہ کیا" کیا بے جان بت بھی کسی کو گمراہ کر سکتے ہیں۔ اگر پتھر کا بت کچھ نہیں کر سکتا ہے تو موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے نہاتے وقت ایک پتھر دور کیوں لے گیا۔ جس کی اس حرکت سے موسیٰ علیہ السلام خاصے پریشان بھی ہوئے اور پتھر سے کہتے رہے یا حجر ثوبی اے پتھر میرے کپڑے دو۔ (بخاری ومسلم، کتاب الانبیاء) یا ان پتھروں کے اندر اگر کوئی شعور نہیں، تو پھر کیوں فرمایا گیا کہ "بعض پتھر اللہ کی خوف سے لڑھک پڑتے ہیں"۔(البقرة:۷۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عیسیٰ علیہ السلام کے قیامت سے پہلے دوبارہ آنے کے زمانے میں یہودیوں سے جنگ میں پتھر بھی کلام کریں گے یہ پتھر مومن کو آواز دیں گے "یامؤمن تعال یھودی ورائی"۔ اے مومن ادھر آیہودی میرے پیچھے چھپا ہے (بخاری ومسلم)۔ ہندو پنڈت کہہ سکتا ہے کہ ان قرآنی آیات اور صحیح احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ پتھر سے بنے ہوئے بت سنتے بھی ہیں کلام بھی کرتے ہیں اور انسانوں کو گمراہ بھی کرتے ہیں نفع ونقصان پہنچانے کا اختیار بھی رکھتے ہیں (نعوذ باللہ) اور آخر میں چالاک پنڈت (ہندوؤں کا مولوی) یہ قرآنی دلیل دیتے ہوئے کہہ سکتا ہے کہ اگر پتھر کے بت انسانوں کو نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتے یا برائی نہیں کر سکتے تو یہ بتاؤ کہ پتھر کے یہ بت قیامت کے دن گنہگار مجرم انسانوں کے ساتھ جہنم میں کیوں ڈالے جائیں گے اللہ کا فرمان ہے:- "وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ" اور جہنم کا ایندھن (خشاک) یہ مجرم انسان اور پتھر (بت) ہونگے[1]۔ لیکن نہیں میرے بھائی ارمان صاحب! ان سارے درج بالا قرآنی اور صحیح احادیث کے دلائل کے باوجود ہندو پنڈت گمراہ اور مشرک ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ بے جان، بے روح پتھر کی یہ مورتیاں اور بت نہ سُن سکتے ہیں اور نہ کلام کر سکتے ہیں اگرچہ بتوں کے بارے میں درج بالا سارے دلائل صحیح ہیں لیکن ان دلائل سے یہ مطلب ومفہوم اخذ کرنا یا ان کے مطابق یہ عقیدہ بنانا کہ واقعی پتھر یا پتھر کے بت سنتے ہیں، کلام کرتے ہیں یا نفع ونقصان پہنچا سکتے ہیں، واضح کفر اور شرک ہے۔ کوئی مسلم بھی جس کا قرآن وصحیح احادیث پر ایمان ہوگا یہ عقیدہ ہرگز نہیں اپنائے گا۔ اسی طرح اگرچہ کچھ صحیح احادیث میں پتھروں کے سننے کی طرح بے جان اور بے روح لاشوں کے سننے اور کلام کرنے کا ذکر آیا ہے لیکن اس سے ایک ایماندار قرآن واحادیث کا عالم اور ماننے والا ہرگز ان خاک ہوجانے والے مُردوں کے کلام وسماع کا عقیدہ اخذ نہیں کرتا۔ مثال کے طور پر قرآن میں: إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ کی جگہ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْأَصْنَامَ ہوتا یا وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ کی جگہ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَصْنَامُ ہوتا اور پھر ان آیات کے ہوتے ہوئے کوئی شخص صحیح سند کے ساتھ سطور بالا میں سے کوئی ایک

---

(۱) اور پھر عیسائی راہب بھی عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت ثابت کرنے کے لیے اس طرح کہہ سکتا ہے کہ قرآن میں عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ کہا گیا ہے اور صلیب کی موت سے بچا کر اللہ نے اُسے اپنے پاس آسمانوں پر چڑھا لیا جب کہ ایسا کسی ایک بندے کے لیے بھی نہیں کہا گیا ہے اور نہ آسمانوں پر چڑھایا گیا ہے قرآن وحدیث سے ثابت ہوا کہ اُن کا اللہ کے ساتھ خاص رشتہ ہے (معاذ اللہ) وہ اللہ کے بیٹے اور شریک ہیں۔ لیکن نہیں ہرگز نہیں۔ عیسائی راہب کی یہ دلیلیں صحیح نہیں ہیں ایسا ماننا کفر اور شرک ہے۔ اس حوالے سے قرآن واحادیث کا پورا مفہوم اور بیان سامنے رکھنا ہوگا جس میں دوسرے مقامات پر وضاحت کے ساتھ بتادیا گیا ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور رسولوں کی طرح ایک رسول اور مریم کے بیٹے انسان ہیں۔ ان کی پوری زندگی (پیدائش سے لے کر موت تک) میں اللہ نے انسانوں کے لیے نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت یا حدیث بتوں (اصنام) کے سننے اور کلام کرنے کی پیش کرتا تو کیا بحیثیت مسلم ہم مان لیتے؟ ظاہر ہے ہم کبھی بھی نہیں مانتے اور نہ مانیں گے۔ ہم بتوں کے سننے اور کلام کرنے کا واضح انکار کرتے اور آنیوالی ان آیات واحادیث کی تاویل کرتے۔ اس لیے کہ قرآن و دیگر صحیح احادیث نے دوسرے مقامات پر وضاحت کے ساتھ سمجھا دیا ہے کہ پتھر کی بے جان مورتیاں اور بت ہرگز نہیں سنتے اور نہ نفع و نقصان کے مالک ہیں (۱)۔

اب رہی ان قبر پرستوں اور مردہ پرستوں کی یہ بات اور دلیل کہ "اِنَّ اللهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَاءُ" اللہ جسے چاہے سنا سکتا ہے یا "اِنَّ اللهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" اللہ تعالیٰ ہر کام کرنے پر قادر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ مردوں اور قبر والوں کو سنا سکتا ہے۔ یہی جواب ہندوں کا پنڈت (مولوی) بھی دے سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بتوں کو سنا سکتا ہے کیوں کہ اِنَّ اللهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ "سبحان اللہ" بے شک اللہ تعالیٰ ہر کمزوری معذوری اور محتاجی سے پاک ہے وہ مردوں کو بھی سنا سکتا ہے اور بتوں کو بھی، لیکن یہ اُس کی سنت اور قانون نہیں ہے قانون اور سنت یہ ہے۔ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ (فاطر:۱۴) ۔ "اے لوگو! (مندر میں رکھے ہوئے بت اور قبروں میں مدفون لاشے) تمھاری پکار (قیامت تک) نہیں سُن سکتے۔ اور فرمایا اے محمد ﷺ: وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ (فاطر:۲۲) "آپ ﷺ قبروں میں پڑے (لاشوں اور مردوں) کو نہیں سنا سکتے"۔ مزید فرمایا اے محمد ﷺ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى "بے شک آپ ﷺ کسی بھی مُردے کو چاہے (زمین) قبر کے اندر ہو یا باہر) نہیں سنا سکتے"۔

جس طرح مندر میں رکھے ہوئے بے جان پتھر کے بت کو نہیں سنایا جاسکتا۔ اسی طرح العلیم، الخبیر ربّ اپنی کتاب قرآن میں فرماتا ہے کہ زمین کے اوپر ہو یا زمین کے اندر (قبر میں) رکھے ہوئے مٹی کے بت (خاکی لاش) کو بھی نہیں سنایا جاسکتا۔ بحیثیت ایک پکے اور سچے مسلم کے ہمارا تو مضبوط ایمان ہونا چاہیے کہ مردے قیامت سے پہلے زندہ نہیں ہوسکتے چاہے ساری دُنیا کہے کہ مردہ زندہ ہوگیا یا مردہ کھڑا ہوگیا جواب میں

(۱)۔ ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کے ساتھ کلام کرنے کے باوجود اُنھیں اپنے ہاتھوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اسی طرح نبی ﷺ نے قبر والوں سے کلام کرنے کے باوجود مشرکوں کی قبریں اُکھیڑ کر (ٹکڑے ٹکڑے کرکے) اُن کی ہڈیاں اور باقیات نکال کر باہر پھینک ڈالیں۔ دونوں پیغمبروں ابراہیم علیہ السلام اور محمد ﷺ کا بتوں اور مردوں کے بارے میں ایک ہی عقیدہ رہا کہ یہ بے جان، بے ضرر اور بے روح ہوتے ہیں۔ کتنے افسوس اور ظلم کی بات ہے کہ بُت شکن ابراہیم علیہ السلام کے عاشقان و فدائیان (مشرکین مکہ) نے بتوں کو ہی معبود بناڈالا اور آج اللہ کے آخری بت شکن و قبور شکن پیغمبر محمد ﷺ کے عاشقان و فدائیان نے ان قبور کو ہی عبادت گاہیں اور مردوں کو اپنا معبود بناڈالا اور ساتھ ہی مجسمہ ساز اور تصویر ساز (مصور) بن گئے۔ وہ بھی مشرک بن جانے کے باوجود ابراہیم علیہ السلام سے محبت کا دعویٰ کرتے تھے اور یہ بھی مشرک قبر و مردہ پرست بن جانے کے باوجود محمد ﷺ سے محبت کے دعویدار ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر مسلم کو کہنا چاہیے کہ اگر مردہ کھڑا ہو گیا یا کلام کیا تو یہ مردہ نہیں تھا اس میں جان تھی ورنہ اگر یہ واقعی حقیقی مردہ تھا تو پھر یہ قیامت تک کے لیے کروٹ نہیں بدل سکتا بلکہ ایک حرکت تک نہیں کر سکتا۔ یہ میرے سوہنے، سچے اور عظیم ربّ کا اعلان اور فرمان ہے۔

... اَمۡوَاتٌ غَيۡرُ اَحۡيَآءٍ ۚ وَمَا يَشۡعُرُوۡنَ ۙ اَيَّانَ يُبۡعَثُوۡنَ ﴿۲۱﴾ (النحل: ۲۱)۔ "یہ مردے ہیں ان میں ذرا بھی جان اور زندگی نہیں ہے اور یہ اب نہیں جانتے کہ کب انھیں اُٹھایا جائے گا"۔ "وَمَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيۡثًا"، "اور بات کرنے میں اللہ سے بڑا سچا کون ہو سکتا ہے"۔

دُنیا کو جھٹلانا ایک مومن، مسلم کے لیے آسان ہے لیکن اپنے ربّ اللہ کی بات "اَمۡوَاتٌ غَيۡرُ اَحۡيَآءٍ" جھٹلانا بڑا مشکل۔ دُنیا جھوٹ بول سکتی ہے لیکن ہم سب کے مہربان اور عظیم ربّ وخالق کی بات کبھی جھوٹ نہیں ہو سکتی اور اپنے ربّ کی بات جھوٹ سمجھنے والا یا نہ ماننے والا پھر مسلم نہیں رہتا، سرکش اور کافر بن جاتا ہے۔

قرآنی آیات کا انکار کرنے والا تو ہے ہی کھلا کافر، ان لاریب آیات پر شک کرنے والا بھی مسلم نہیں رہتا۔ ان مسلکی حضرات کو اللہ سے ڈرنا چاہیے جو اس طرح کہتے ہیں کہ قرآن میں مردوں کو سنانے کی نفی ہے سننے کی نہیں۔ حالاں کہ قرآن میں مردوں اور بتوں کے سننے اور سنانے دونوں کی نفی بیان ہوئی ہے: لَا يَسۡمَعُوۡا دُعَآءَكُمۡ "یہ (بت، مردے) تمھاری پکار نہیں سنتے" اور سنایا بھی اُسے نہیں جا سکتا جو بالکل نہیں سُن سکتے۔

مثلاً بہرے کو نہیں سنایا جا سکتا اس لیے کہ بہرہ سنتا نہیں ہے۔ درخت، پتھر، بُت، دیوار کو نہیں سنایا جا سکتا اس لیے کہ یہ اشیاء سنتی نہیں ہیں۔ اسی طرح مردوں (لاشوں) کو اس لیے نہیں سنایا جا سکتا کہ لاشیں نہیں سُنتیں۔ اور جب کہ بفرمانِ الٰہی ان قبروں میں مدفون لاشوں کو اللہ کے سچے رسول ﷺ نہیں سنا سکتے تو آج ہم اور آپ ان قبروں میں بند لاشوں (باباؤں) کو کیسے سُنا لیں گے[1] ناممکن "كَلَّا" اس لیے کہ "وَهُمۡ عَنۡ دُعَآئِهِمۡ

---

(۱). بعض گمراہ حضرات تو یہاں تک عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بغیر واسطے کے نہیں سنتا اور یہ مردہ طاقتور بابے بغیر واسطے وسیلے کے دور اور نزدیک ہر جگہ سے سن لیتے ہیں اور پھر ان کی بات اُس العلیم، الخبیر السمیع ہر جگہ موجود رب کے پاس لے جاتے ہیں یعنی سیکڑوں، ہزاروں میل دور مرا ہوا بابا، پیر، دستگیر بغیر وسیلے کے فریادیں سن لیتا ہے اور حاضر وناظر اور شہ رگ سے زیادہ اس کا اپنا مہربان رب موجود ہو کر بھی اس کی نہیں سنتا اس لیے تو مشرک کو جانور بلکہ جانور سے بھی بدتر کہا گیا ہے اور سچے رسول ﷺ نے ایسے لوگوں پر اپنی پاک زبان سے لعنت بھیجی ہے۔ یعنی جو معبود (مطلوب) زندہ حقیر مخلوق، مکھی کے برابر بھی قوت نہیں رکھتا اُسے جاہل انسان نے اپنے عظیم وزبردست رب کے برابر اور شریک ٹھہرا دیا۔ یہ انسان کتنا بڑا ظالم، جاہل اور بے انصاف ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کی بُت پرستی اور مردہ پرستی کے شرک کی نجاست سے اور جہنم کی بدترین اور خطرناک آگ سے اپنی امان اور پناہ میں رکھے۔... آمین۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غٰفِلُوْنَ﴿۵﴾ " (الاحقاف:۵) ۔ "اور (یہ بُت، انسانی لاشیں) ان (مشرکوں) کی پکاروں سے (قیامت تک) غافل ہیں"۔ جس طرح پتھر کے بتوں کے سننے اور کلام کرنے کا عقیدہ رکھنا شرک اور کفر ہے اسی طرح ان مردوں (گوشت ہڈی اور مٹی کے بے جان بتوں) کے سننے اور کلام کرنے کا عقیدہ بھی قرآن کی محکم آیات کے خلاف ہے۔ بُت پرستی اور قبر پرستی کا شرک انسانوں میں نوح علیہ السلام کی قوم سے شروع ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں قسم کے شرک سے روکنے کے لیے پے در پے نوح علیہ السلام سے لے کر آخری رسول ﷺ تک بے حساب انبیاء بھیجے، کتابیں نازل کیں تا کہ اس بڑے ناقابل معافی جرم اور گناہ سے یہ انسان اپنے آپ کو دُور رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے آخری رسول ﷺ کے ذریعے اپنی آخری کتاب قرآن میں ایسے انسانوں کو سمجھاتے ہوئے فرمایا: "يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ﴿۷۳﴾ " (الحج:۷۳) "اے انسانوں ایک مثال تمھارے سامنے بیان کی جاتی ہے اُسے غور سے سنو! جن (مردوں اور بتوں)[۱] کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ ایک (حقیر مکھی) بھی نہیں پیدا کر سکتے اگرچہ تمھارے یہ سارے معبود اس مکھی کے لیے جمع بھی ہو جائیں[۲] اور اگر زندہ مکھی اُن سے کوئی چیز (شیرینی، نیاز) وغیرہ چھین کر لے اُڑے تو یہ سب مل کر مکھی سے اپنے حصے کی چیز چھڑا نہیں سکتے۔ پس مانگنے والے یعنی مشرک عابد اور یہ معبود (بت اور مردے جن سے مانگا جاتا ہے) سب کمزور ہیں"۔

اس قرآنی آیت کی روشنی میں ہم اسی طرح کی مثال دے سکتے ہیں کہ بُت اور مردے زندہ مکھی کے مقابلے میں اتنے کمزور ہیں کہ اگر ان تینوں بُت، مردہ بابا اور زندہ مکھی کے درمیان کوئی میٹھی چیز کا ذرہ رکھ دیا جائے اور ان تینوں کا مقابلہ کرایا جائے تو زندہ مکھی وہ چیز چھین کر اُڑ جائے گی اور مقابلہ جیت جائے گی کیوں کہ زندہ مکھی بحوالہ قرآن زیادہ طاقتور ہے البتہ مری ہوئی مکھی پتھر کا بُت اور بے جان انسانی لاش یہ تینوں اختیار اور قوت میں ایک جیسے ہوتے ہیں[۳]۔ اس مثال کے بیان کے ساتھ عظیم مہربان ربّ انسانوں سے شکوہ کرتے

---

(۱)۔ قرآن کے نزول کے زمانے میں بھی دونوں قسم کے مشرک موجود تھے۔ یہود نصاریٰ انبیاء اور اولیاء کی قبروں کو پوجتے تھے اور مکہ کے مشرک بتوں اور قبروں کے پجاری تھے۔

(۲)۔ بلکہ سارے معبودان باطل جمع ہو کر اللہ کی پیدا کردہ بنی ہوئی تیار مردہ مکھی میں جان تک نہیں ڈال سکتے۔ کتنے گئے گزرے اور کمزور ہیں یہ سارے معبودان۔

(۳)۔ مزاروں، بتوں اور ہزاروں انسانی لاشوں چاہے وہ بڑے بڑے پیروں، ملنگوں اور دوسرے انسانوں کی ہوں ایک جگہ جمع کر کے ان کے درمیان قریب مٹھائیاں (شیرینیاں) رکھ کر ابراہیم علیہ السلام والے انداز سے ان سے کہا جائے (کُلُوا، کھاؤ) "اَلَا تَاْكُلُوْنَ" "کیوں نہیں کھاتے؟ .....

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے فرماتا ہے۔ "مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ" (الحج:۷۴) ان انسانوں نے اللہ کے مرتبے کے مطابق اس کی قدر نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ بڑا زور قوت والا اور غالب وزبردست ہے"۔

ارمان صاحب! نے خط میں اپنے عالمان پروفیسر حکیم کمال حسن عثمانی (ہمدرد) اور ہومیو ڈاکٹر ماسٹر ابو جابر دامانوی کی مکمل پیروی کرتے ہوئے "ڈاکٹر عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی ابن حجر عسقلانی اور الزین بن المنیر" کے علمی حوالے اور دلیل کا مذاق اُڑاتے ہوئے لکھا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے فرشتوں کو جوتیاں پہنا دیں، کیا فرشتے بھی جوتیاں پہنتے ہیں؟ اس اعتراض اور طنز پر اللہ سے ڈرتے ہوئے صرف اتنا لکھوں گا کہ فرشتے جب بھی انسانوں کے پاس آئے ہیں تو انسانی شکل اور انسانی لباس میں آتے رہے ہیں۔ بے شمار بازو (چھ سو بازو) رکھنے والا عظیم فرشتہ جبرائیل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس انسانی شکل اور لباس میں آتا رہا ہے۔ یہی فرشتہ اور دوسرے فرشتے گزرے انبیا علیہم السلام اور انسانوں کے پاس آدمیوں اور لڑکوں کی شکل میں علاقائی مکمل لباس (کپڑے، ٹوپی اور جوتے) وغیرہ پہن کر آتے تھے۔

اس لیے تو وقت کے موجود لوگ یا اصحاب الرسول انھیں نہیں پہچان پاتے تھے۔ فرشتوں کا لباس پہننا پگڑی اور جوتے پہنا یہ قرآن واحادیث کے خلاف نہیں، اس کا مذاق نہیں اڑانا چاہیے۔ بلکہ فرشتے آج بھی انسانوں کے پاس آتے رہتے ہیں لیکن مکمل انسانی شکل اور لباس میں ہونے کی وجہ سے ہم ان کی شناخت یا پہچان نہیں کر سکتے۔ ان دونوں اُستاذان کا ایک اور اعتراض نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر عثمانی صاحب نے لفظ "فَتَنْتَكَلَّمُ" کو "فَتُكَلِّمَ" سے بدل کر علمی خیانت کی ہے اور پھر مزید لکھ کر مجھ پر اعتراض کیا ہے کہ میں (راقم الحروف) نے ابو جابر دامانوی کو ان الفاظ کی گرفت پر معقول جواب نہیں دیا۔

ارمان صاحب اس سے پہلے آپ کے استاد ماسٹر ابو جابر دامانوی کو ایک خط کے ذریعے جواب دیتے ہوئے وضاحت کر دی تھی کہ ڈاکٹر عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نہ کوئی فرشتہ تھے اور نہ پیغمبر۔ ایک مسلم اُمتی بشر تھے اور بشر انسان سے غلطی اور خطا ہو سکتی ہے۔ الفاظ غلط تحریر ہو گئے تو ایک سچے مومن ایماندار کی طرح زندگی میں موت سے پہلے رجوع کر لیا اور الفاظ "فَتَنْتَكَلَّمُ" اور "فَتُكَلِّمَ" جو نہ قرآن کے تھے اور نہ کسی حدیث کے اپنی کتاب سے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۳۔۔۔۔ اور کہا جائے "مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ" بات کیوں نہیں کرتے اگر نہیں کھاتے تو ہاں یا نہیں میں جواب تو دو تو یہ سب کے سب ہرگز ہرگز قیامت تک جواب نہیں دے سکیں گے کیوں کہ موت نے ان انسانی لاشوں کو بھی قیامت تک کے لیے بتوں کی طرح بے جان، بے روح اور چپ بے حس کر دیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نکال دیے۔ جسے آپ (ارمان صاحب) نے خود بھی تسلیم کیا ہے کہ آج یہ الفاظ عثمانی صاحب کی کتاب میں نہیں ہیں بات ختم ہوگئی۔ میرا یہ خط ماسٹر ابو جابر دامانوی کے پاس موجود ہے اس کا ذکر انھوں نے اپنی کتاب الدین الخالص جلد ۲ کے آخر میں کیا ہے آپ کے یہ اُستاذ ابو جابر دامانوی صاحب الدین الخالص پہلی قسط میں حنفی تھے، حنفی استاذوں کی طرح صلوٰۃ پڑھتے تھے دوسری قسط میں اہل حدیث بن گئے اب آج کل اہل حدیث استاذوں کی طرح صلوٰۃ پڑھتے ہیں[1]۔ تحقیق اب بھی جاری ہے۔...... آگے آگے دیکھیے بنتا ہے کیا؟

اگر یہ نکادجال تسلیم اور رجوع شدہ غلطیوں کو بار بار دھراتا ہے اور مخالفت میں استعمال کرتا ہے تو ہم کیا کرسکتے ہیں؟ اللہ ہی اس بڑے دن میں ہم سب کے درمیان فیصلہ کردیگا۔ ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ "حسبنا اللہ ونعم الوکیل، نعم المولیٰ ونعم النصیر"۔

دوبارہ کہتا ہوں کہ ڈاکٹر عثمانی صاحب پیغمبر نہیں تھے، ایک مخلص ایماندار مسلم اُمتی تھے۔ ہم نے اُن کا ساتھ کتاب اللہ قرآن کے احکامات ماننے اور سنت رسول ﷺ (احادیث) پر چلنے کی وجہ سے دیا ہے۔ شرک اور بدعات کے خلاف اور کفر بالطاغوت کے لیے جو آواز اُنھوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی روشنی میں اُٹھائی وہ بالکل برحق ہے۔ تین زندگیاں، قیامت سے پہلے روح کا مردے میں پلٹنا اور مردے کا زندہ ہونا، فرقہ پرستی، دین فروشی اور مخلوق کو عظیم ربّ کے برابر اور شریک ٹھہرانا، ان کے نام نذر و نیاز باطل اور نجس عقیدہ ہے۔ رہا یہ دوسری تحقیقی پہلو تو اس میں بحیثیت ایک بشر غلطیاں اور کمزوریاں ہوسکتی ہیں۔ کیوں کہ اُصول حدیث اور فقہ پر بے شمار ضخیم کتب لکھی گئی ہیں۔ ایک امام کی کتاب کا حوالہ دوسرے کے خلاف ہوسکتا ہے۔ نہ ساری کتابیں اسماء الرجال اور جرح و تعدیل کی پڑھی اور دیکھی جاسکتی ہیں اور نہ سب میں ایک جیسا مواد ہے۔ اوپر جو میں نے ماسٹر دامانوی صاحب کو نکادجال لکھا ہے تو ویسے محض مخالفت کی وجہ سے نہیں لکھا ہے۔ اس شخص نے جتنی بھی کتابیں لکھی ہیں تو اس کی ہر نئی کتاب پہلے والی کتاب کے خلاف اور متضاد ہوتی ہے۔ ویسے تو یہ شخص عام حالت میں ہوش و حواس میں ہوتا ہے لیکن شاید کتاب لکھتے وقت یہ مدہوش ہو اور مدہوشی کی حالت میں کتاب تحریر کرتا ہو۔ اس شخص کے جہنم جانے کے لیے "الدین الخالص" نامی کتاب ہی کافی ہے جس میں سارا قبر پرستی اور مردہ پرستی کے شرک کا مواد جمع اور شائع کیا گیا ہے۔ اس کتاب کو پیروں، پیشہ ور مولویوں اور آستانے و مزار چلانے والوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا ہے۔ اس کتاب سے جتنے بھی انسان گمراہ ہونگے، اُن

(۱)۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رفع الیدین اور بغیر رفع الیدین دونوں طریقے سے صلوٰۃ پڑھا کرتے تھے کیوں کہ دونوں طریقے نبی ﷺ سے ثابت ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گمراہوں کے ساتھ ان موصوف کا برابر کا حصہ ہو گا بشرطیکہ مرنے سے پہلے دوسری اپنی کالعدم کتابوں کی طرح اس سے بھی زندگی میں برأت کا اعلان کر دے اور توبہ کر کے مخلص و مسلم اُمتی بن جائے۔ اس سے پہلے اس شخص کے تضاد اور غلط بیانی کے کچھ حوالے "دعوت قرآن" میں دیے جا چکے ہیں۔ یہاں مزید کچھ اور ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں:- "اس شخص (ڈاکٹر عثمانی) کو علم دین سے ذرا بھی مَس نہیں"۔ (الدین الخالص، جلد۲، ص۸)

دوسری کتاب میں لکھتے ہیں "ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی اپنی جماعت میں اپنے بعد کوئی عالم فاضل آدمی چھوڑ کر نہیں گئے ہیں"۔ (قرآن وحدیث سے انحراف، ص ۱۱) (یعنی ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہ خود تو عالم فاضل تھے لیکن اب جماعت میں کوئی دوسرا عالم نہیں رہا)۔

"مرنے کے بعد قیامت تک کے تمام مراحل سے مردہ ہی گزرتا ہے"۔ (الدین الخالص ،جلد۱ ،ص ۴۸)

لیکن دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ "بے جان لاشے (مردہ) کو عذاب دیا جانا بے معنی بات ہے"۔ (الدین الخالص، جلد۱ ،ص:۶۱)

مزید حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "کیونکہ یہ عذابِ قبر تو صرف مُردے کو ہوتا ہے"۔ (الدین الخالص، جلد دوئم ص ۲۳۳)

آگے جا کر پھر پلٹا کھا کر فرماتے ہیں: "اور یہ بات ناممکن ہے کہ آگ پر روح کے بغیر صرف جسد (خاکی) پیش کی جائے"۔ (الدین الخالص ،جلد ۲ ص۲۴۶)

لیکن اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں کہ "میرے نزدیک دونوں جسموں (برزخی اور دنیاوی مردہ جسم) میں سے کسی جسم کے ساتھ بھی حیات کا قائل ایمان سے خالی ہے۔ (خلاصہ الدین الخالص :ص۶۱)

اس تحریر سے موصوف نے قرآن واحادیث کے ساتھ نبی ﷺ اور شہداء کی برزخی زندگیوں کا بھی انکار کر دیا۔ اور خود نبی ﷺ جو اپنی برزخی زندگی اور شہداء کی برزخی زندگیوں کا جنتوں میں مقامات کا ذکر فرما چکے ہیں وہ بھی اس "ذوالوجھین" جماعتیں بدلنے والے "مفتی ابو جابر (نکادجّال) کے فتوے کی زد میں آ گئے (نعوذ باللہ) اور احمد بن حنبل، ابن تیمیہ، ابن قیم اور دوسرے فرقے اور ان کے اکابرین جو اس دُنیاوی جسم کے ساتھ حیات کے قائل ہیں وہ بھی موصوف کے فتوے کے مطابق ایمان سے خالی قرار پا گئے اور پھر بحوالہ الدین الخالص جلد ۲ ص ۲۴۶، ۲۴۷، بخاری و مسلم کے اُستاذ ابن حزیمہ اور اپنے استاد علامہ شاہ بدیع الدین صاحب بھی اس جسم کے ساتھ تیسری زندگی کے قائل ہونے کی وجہ سے ایمان سے خالی ہو گئے۔ چلئے بات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاف اور واضح تو ہو گئی۔

گزرے زمانے میں فضیلت کے طور پر آدم علیہ السلام اور یوسف علیہ السلام کے سامنے ہونے والے سجدوں کو دلیل بناتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"موصوف یہ نہیں کہہ سکتے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے سجدہ منع کیا ہے اب کسی کو سجدہ نہیں ہو سکتا"۔ (قرآن وحدیث سے انحراف، ص ۱۰۶) حالاں کہ آخری رسول ﷺ کی شریعت میں اللہ کے علاوہ دوسروں کو سجدہ کرنا بالکل حرام اور شرک قرار دیا گیا ہے قرآن اور نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ ورنہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نبی ﷺ کے سامنے جھکتے اور سجدہ کرتے۔ (اور بیویاں اپنے شوہروں کو سجدہ کرتیں)۔

لکھتے ہیں ہمارے لیے کسی صحابی رضی اللہ عنہ یا تابعی کا قول حجت نہیں۔

"واضح رہے کہ یہ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کا قول ہے قرآن کریم کی کوئی آیت یا نبی ﷺ کی کوئی حدیث نہیں ہے لیکن اس قول سے موصوف (ڈاکٹر مسعود الدین صاحب) کا مطلب پورا ہوتا ہے اس لیے انھوں نے قرآن کریم کے خلاف آتے ہوئے اس قول کو تسلیم کر لیا ہے"۔ (الدین الخالص، جلد ۲، ص ۱۴۵)

یعنی بقول دامانوی کے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کے خلاف قول بیان کیا ہے تو پھر قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کی شرعی حیثیت کیا ہوئی۔ لکھتے ہیں۔

لیکن دوسری طرف موصوف نے ان (سماع موتی والی) احادیث کو ماننے ہی سے انکار کر دیا ہے اور اس سلسلے میں اس نے صرف عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تاویل کو تسلیم کیا ہے حالاں کہ اللہ اور رسول ﷺ کے فرمان کے سامنے کسی صحابی رضی اللہ عنہ (عائشہ) کا اثر کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ (قرآن وحدیث سے انحراف، ص ۱۰۳) "یعنی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ تاویل قرآن واحادیث کے مطابق نہیں بلکہ خلاف ہے۔

اور پھر ذرا دل تھام کے ماسٹر ابو جابر صاحب کو ملاحظہ کیجیے "اللہ ایسے لوگوں کو کیوں کر ہدایت دے، جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے حالاں کہ وہ اس بات کی گواہی دے چکے ہیں کہ یہ رسول ﷺ برحق ہیں اور ان کے پاس نشانیاں بھی آچکی ہیں (جیسے قلیب بدر کا واقعہ) اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا" (قرآن وحدیث سے انحراف، ص ۱۰۵، سورۃ آل عمران: ۸۶)۔

قلیب بدر کی تاویل کرنے والی مسلمین کی اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اس روایت کی تشریح کرنے والے تابعی قتادہ رحمۃ اللہ علیہ بقول دامانوی سماع کا ابو جابر دامانوی کی طرح عقیدہ نہ اپنا کر ظالم اور کافر ہو گئے۔

اور پھر ایک طرف تو بہت ساری ڈگریاں رکھنے والے سند یافتہ علامہ مولوی ماسٹر حکیم ابو جابر دامانوی اہل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث عالم کے لیے کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا تابعی کا قول حجت اور حقیقت نہیں لیکن دوسری طرف اس مسلکی نشئی مدہوش شخص کے لیے ایک عام مولوی کا قول حجت اور حقیقت کے طور پر قبول ہے۔

لکھتے ہیں "ایک ثقہ عالم اور محدث کا مشاہدہ ملاحظہ فرمائیں کہ انھوں نے ایک جانور کو عذاب قبر سے بدکتے ہوئے دیکھا" راجع التذکرہ۔ (قرآن وحدیث سے انحراف، ص ۱۰۹)[1]

لیکن جس تشریح تاویل اور حوالہ پر یہ شخص (ماسٹر مفتی ابو جابر دامانوی صاحب) عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اور ڈاکٹر مسعود عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے ناراض اور غصہ ہیں وہی تشریح اور حوالہ ان کے بڑے بھائی اور اُستاد پروفیسر حکیم کمال حسن عثمانی (ہمدرد) نے صحیح مان کر تسلیم کیا ہے۔" غرض کہ مسئلہ سماع موتیٰ سے متعلق عام اُصول[2] مردوں کے عدم سماع کا ہی ثابت ہے اور جو صحیح احادیث سماع موتیٰ کے لیے ملتی ہیں ان احادیث کی یا تو مناسب توجیہ کی جائیگی جیسا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توجیہ بخاری (قلیب بدر) میں موجود ہے یا پھر اس کو اپنے مورود پر ہی بندر کھا جائے گا... کسی بھی صحابی نے آپ ﷺ کی قبر پر جاکر دعا کے لیے درخواست نہیں کی۔ کیوں کہ وہ (سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) جانتے تھے کہ مردوں سے کچھ کہنا یا اُن کو سنانا عبث ہے۔ مردے نہ تو سنا کرتے ہیں اور نہ ہی وہ دعا کرنے کے مکلف ہیں" (صنم بخرکے ص ۸۴، از پروفیسر کمال حسن عثمانی)۔

صاحب خط نے سب سے آخر میں ڈاکٹر عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تحریر (کہ موجودہ جرح وتعدیل کی کتابیں پہلے سلف کی لکھی ہوئی کتابوں کا اختصار ہیں) پر بھی اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کسی ایک کتاب یا اسلاف میں سے کسی کا نام بتائیے ورنہ بغیر ثبوت کے بات کا کوئی وزن نہیں۔

ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات اور حوالہ (کہ جرح وتعدیل کی کتابیں پہلے سلف کی کتابوں کا

---

(۱) احمد بن حنبل، ابن تیمیہ، ابن قیم اور دیگر مسلکی اکابرین کے (قیامت سے پہلے روح لوٹائے جانے، مردہ لاشوں کا زائرین کو پہچاننے، خوش ہونے اور جواب دینے والے خلاف قرآن اقوال اس دامانوی اور دیگر اہل حدیث علماء کے لیے حجت ہیں۔ ان پر ایمان لانا اور عقیدہ بنانا ضروریات دین میں سے اور لازمی ہے پھر بھی ان کا دعویٰ ہے کہ یہ غیر مقلد ہیں صرف قرآن وحدیث مانتے ہیں۔

(۲) یاد رہے کہ اسلام میں دلیل اور دینی حوالہ عام قانون اور اُصول سے دیا جاتا ہے اسی طرح سماع موتیٰ میں عام قانون اور اُصول مردوں کے عدم سماع کا ہے اس مسئلہ میں قرآن واحادیث کے خاص واقعات یا انبیاء علیہم السلام کے معجزات کو دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔ جس طرح عزیر علیہ السلام اور اپنی لاش جلادینے کی وصیت کرنے والے گنہگار شخص ان دونوں کی میتوں کو دنیا میں دوبارہ زندہ کرنے کی مثالیں ہر میت ومُردہ کے لئے قبر یا دنیا میں زندہ ہونے کے لئے نہیں ہیں بلکہ یہ انسان کے قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے کی مثالیں ہیں جس پر ہر مسلم کا ایمان ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختصار ہیں) بہت وزن دار اور بالکل صحیح ہے۔ جرح وتعدیل کی یہ موجودہ کتابیں آٹھویں، نویں صدیوں کی لکھی ہوئی ہیں۔ یہ تو ایک عام فہم کی بات ہے کہ ان کتابوں کے مصنفوں کو صدیوں پہلے گزرے ہوئے تابعین تبع تابعین اور محدثین کے سارے حالات کیسے پہنچے؟ ظاہر ہے پہلی لکھی ہوئی کتابیں موجود تھیں، اس کے باوجود لیجیے کتابوں اور اسلاف کے نام پڑھیے: ابن حجر عسقلانی ۷۷۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۸۵۲ھ میں وفات پائی۔ ان کی کتاب تہذیب التہذیب، جمال الدین المزی کی کتاب تہذیب الکمال کا اختصار ہے اس میں ایک تہائی حصہ ابن حجر عسقلانی کا اضافہ شدہ ہے جو کہ اُنھوں نے مختلف کتابوں سے اضافہ کیا ہے۔ ان کتابوں میں امام بخاری کی کتاب تاریخ الکبیر، تاریخ الصغیر، ابن ابی حاتم کی الجرح والتعدیل، محمد بن سعد کی الطبقات الکبریٰ، ابو البشر الاوابی کی الکنیٰ، ابن حبان کی کتاب الثقات اور کتاب الضعفاء، خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد، یعقوب بن سفیان الفسوی کی کتاب المعرفہ والتاریخ، امام مسلم کی کتاب الکنی، تاریخ ابی زرعہ الدمشقی، ابن عدی کی الکامل فی الضعفاء الرجال اور العجلی کی الثقات وغیرہ شامل ہیں۔ جمال الدین المزی کی کتاب "تہذیب الکمال" ۵۴۴ھ تا ۶۰۰ھ عبدالغنی المقدسی کی کتاب "الکمال فی اسماء الرجال" کا خلاصہ ہے اور تہذیب الکمال کے مصنف نے راویوں کے حالات اپنے استاد سے اور متقدمین کی کتابوں سے لکھے تھے۔ "الکمال" کتب ستہ کے راویوں پر لکھی جانیوالی پہلی کتاب ہے۔

محمد بن احمد بن عثمان الذہبی کی وفات ۷۴۸ھ میں ہوئی ان کی کتاب میزان الاعتدال کا موضوع وہ روای ہیں جن پر جرح کی گئی ہے۔ مجروح راویوں پر اس سے پہلے بھی کتابیں مختلف لوگوں نے لکھی تھیں۔ مثلاً ابن عدی ۲۷۷ھ تا ۳۶۵ھ کی کتاب الکامل فی الضعفاء الرجال، امام بخاری وفات ۲۵۶ھ کی کتاب الضعفاء الصغیر، امام نسائی وفات ۳۰۳ھ کی کتاب الضعفاء والمتروکین، ابن ابی حاتم الرازی کی کتاب، الجرح والتعدیل، ابو جعفر العقیلی وفات ۳۲۲ھ کی کتاب الضعفاء من رواۃ الحدیث، ابن حبان کی کتاب الضعفاءوالمجروحین، ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی کی احوال الرجال، دارقطنی وفات ۳۸۵ھ کی کتاب الضعفاء والمتروکین، ابن الجوزی وفات ۵۹۷ھ کی الضعفاء والمتروکین وغیرھا من الکتب، ذہبی نے ان کتابوں میں مذکورہ راویوں کو ایک ہی کتاب میں جمع کر دیا۔ اور ایک راوی کے حالات جو مختلف کتابوں میں بکھرے ہوئے تھے، انھیں یکجا کر دیا۔

لیجیے ارمان صاحب: میں نے اپنی حد تک قرآن و صحیح احادیث سے آپ کے خط کا جواب دینے کی ایک سعی کی ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہدایت دینا صرف اللہ کے اختیار میں ہے کسی بندے (بشمول رسول اور ولی) کے اختیار میں نہیں۔ رسول ﷺ سے فرمایا گیا: "إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِالْمُهْتَدِينَ﴾" (القصص: ۵۶)۔ " اے محمد بے شک آپ ﷺ بھی جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے"۔

(... قبر نبوی کے حوالے سے مزید وضاحت.....)

ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب ولید بن عبدالملک کے زمانے ۸۷ھ میں (حجرۂ عائشہ) کی دیوار گر گئی اور دوبارہ اس کی تعمیر شروع کی گئی تو ایک پیر کھل گیا اور لوگوں پر خوف طاری ہو گیا۔ انھوں نے گمان کیا کہ وہ نبی ﷺ کا پیر ہے کوئی عالم ایسا نہ مل سکا جو اس پیر کے بارے میں انھیں صحیح رائے دے سکتا۔ یہاں تک کہ عروہ بن زبیر ؓ نے کہا، نہیں اللہ کی قسم یہ نبی ﷺ کا پیر نہیں بلکہ عمر ؓ کا پیر ہے[1] (صحیح بخاری جلد ۱)

درج بالا روایت پر غور کرنا چاہیے کہ نبی ﷺ کی وفات کے ۷۶ سال کے عرصے تک علماء اسلام (صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تابعین وتبع تابعین) نبی ﷺ کی قبر کی علیحدہ و واضح طور پر شناخت نہ کر سکے اور نہ ہی نبی ﷺ یا خود عمر ؓ کسی مسلم (صحابی ؓ، یا تابعی رحمۃ اللہ علیہ) کے پاس بتانے کے لیے بیداری یا خواب میں آئے۔ عروہ رحمۃ اللہ علیہ بن زبیر ؓ جو عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھانجے تھے۔ جن کا عائشہ (خالہ) کے گھر آنا جانا تھا، وہ نشاندہی کر سکے۔ دوسرے علماء حق (صحابہ کرام اور لاتعداد تابعین وتبع تابعین) اللہ کے رسول ﷺ کی قبر کی نشاندہی نہ کر سکے۔ اس لئے کہ اس بہترین دور میں نبی ﷺ کی قبر پر حاضری دینا نہ حج کا حصہ تھا، نہ رواج اور نہ اُن کی عبادت میں شامل یا لازم تھا[2] ورنہ اس دور کا ہر حاجی و مسلم (جو نبی سے حقیقی اور زیادہ محبت کرنے والے اُمتی تھے) قبر نبوی ﷺ کے بارے میں زیادہ شناخت اور علم رکھتے اور پھر وہ عمر ؓ کے پیر پر نبی ﷺ کے پیر کا ذرا بھی گمان نہ کرتے وہ نبی ﷺ کی قبر سے اچھی طرح واقف ہوتے کیونکہ نبی ﷺ اور عمر ؓ کی قبریں الگ الگ تھیں اور ان ہی لوگوں کی موجودگی میں یہ قبریں بنیں تھیں۔

بہترین دور کے اس صحیح واقعے سے ثابت ہوا کہ قبر نبوی کی زیارت والی ساری بناوٹی روایتیں اُس دور میں موجود نہیں تھیں ورنہ وہ پکے خالص ایماندار مسلم ذرا بھی قبر نبوی کے بارے میں اشکال میں نہ پڑتے اور نہ اپنا

---

(۱). مفسرین وعلماء اہل حدیث کو اس مستند تاریخی واقعہ (حادثے) کا بھی اپنی تفاسیر وتشریح حدیث میں ذکر کرنا چاہیے تاکہ لوگوں کو معلومات کے ساتھ ساتھ ان کے عقائد کی اصلاح بھی ہوسکے اور قبر (برزخ) وجہنم کے عذاب سے بھی بچ جائیں۔

(۲). عید میلاد النبی، شب معراج وغیرہ کی تاریخوں، دنوں اور مہینوں میں اختلاف اس لیے تو ہے کہ ان اعمال (عبادات اور دنوں کی صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے ہاں کوئی دینی اہمیت اور حیثیت نہیں تھی وہ لوگ یہ ایام نہیں مناتے تھے۔ بعد کے زمانے میں ان بدعتی اعمال اور رسموں کو عبادات کا نام دیا گیا، جس کا نبی ﷺ پر نازل ہونے والے سچے دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنا گمان پیش کرتے، یہ ساری روایتیں بعد میں گھڑی گئیں۔ صاف ظاہر ہوا کہ نبی ﷺ کی قبر پر لازمی حاضری دینے کا رواج ان (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم، تابعین وتبع تابعین) میں نہیں تھا۔

قبر نبوی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ میں بند تھی کوئی بھی بغیر اجازت کے اندر جا نہیں سکتا تھا۔

آج پوری اسلامی دنیا میں تقریباً تمام خود ساختہ مسالک اور فرقوں کا یہ مشترکہ عقیدہ ہے کہ نبی ﷺ اپنی مدینہ والی قبر میں دنیاوی جسم کے ساتھ حیات دنیا کی طرح زندہ ہیں۔ کھاتے پیتے ہیں، صلوٰۃ ادا کرتے ہیں، حتیٰ کہ اس دنیاوی قبر میں آپ ﷺ پر ازواج مطہرات بھی پیش کی جاتی ہیں۔ یہ عقائد جہاں قرآنی آیات کے صریحاً خلاف ہیں، صحیح احادیث میں بیان کردہ واقعات سے بھی اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

ولید بن عبدالملک کے زمانے کا صحیح بخاری کے حوالے سے اس سچے واقعے کو سامنے رکھتے ہوئے ان حضرات کے ان باطل عقائد کے حوالوں سے کہ نبی ﷺ دنیاوی جسم کے ساتھ اپنی قبر میں زندہ ہیں، کھاتے پیتے ہیں، عبادت کرتے ہیں آپ پر اپنی اُمت کے اعمال پیش ہوتے ہیں، ہر سلام کا جواب خود دیتے ہیں اور ازواج مطہرات تک سے اس قبر میں ملتے ہیں[1] یہ معلوم کرنا بڑا آسان تھا کہ یہ پیر کس کا ہے؟ اذان کے وقت دیکھ لیتے، آپ ﷺ ضرور حرکت فرماتے، صلوٰۃ کے لیے اُٹھتے۔ درود وسلام بھیجتے اگر قبر سے جواب میں آواز آجاتی تو نبی ﷺ کی قبر۔ ورنہ عمر رضی اللہ عنہ کی ہوتی۔ معلوم کرنے کا آسان طریقہ تھا، نہ خوف زدہ ہوتے، پریشان ہوتے اور نہ ہر ایک اپنا گمان کرتے۔ ایسا ان سچے مسلمین نے کیوں نہیں کیا اس لیے کہ اُن کا اموات غیر احیاء پر پکا ایمان تھا کہ مُردے بے جان، بے حیات ہوتے ہیں اور اس لیے بھی اس طرف دھیان نہ دیا کہ وفات سے پہلے الحی القیوم رب نے اپنی سچی کتاب قرآن میں آپ ﷺ سے فرمادیا تھا: إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ (الزمر:۳۰) ''بے شک آپ بھی (اے محمد ﷺ) میت ہوجائیں گے اور یہ (مخالفین) بھی بے جان میت ہوجائیں گے''۔ اور واضح طور پر فرمادیا تھا کہ ''پھر تم سب قیامت کے دن (زندہ ہو) کر اپنے رب کے ہاں جھگڑو گے''۔ (الزمر:۳۱)

اس واقع سے ثابت ہوا کہ اس بہترین دور میں کسی ایک مسلم کا بھی یہ عقیدہ نہیں تھا کہ نبی ﷺ اس دنیاوی

---

(۱). نبی ﷺ کا فرمان: إذامات الانسان انقطع عمله (مسلم) موت کے ساتھ انسان کا عمل رک جاتا ہے۔ صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم حج، جہاد وغیرہ کی فرضیت دنیا کا امتحان زندگی تک ہیں، جو عمل دنیا میں کیا وہی کام آئے گا۔ نبی ﷺ اگر وفات کے بعد قبر میں پانچ اوقات صلوٰۃ ادا کرتے ہیں تو پھر بعقیدہ ان کے کروڑوں اُمتیوں کے دوران صلوٰۃ یا کھانے پینے، آرام کرنے، ازواج مطہرات سے ملنے کے اوقات میں اعمال کیسے پیش ہوں گے اور درود وسلام کا جواب کیسے ملے گا؟؟۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبر میں دنیا کی طرح زندہ ہیں۔ وہ سب نبی ﷺ کے اس دنیاوی جسم کے ساتھ وفات کے قائل تھے اور اسی طرح عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (شہداء اور اولیاء اللہ) کی وفات کے بھی ان دنیاوی قبروں میں قیامت تک کے لیے بے جان ہونے کے قائل تھے۔ جس طرح عبد اللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ (شہید احد) چھ ماہ کے بعد قبر سے نکالے جانے پر زندہ نہیں، بے جان تھے اور بے جان میت سمجھ کر دوسری علیحدہ قبر میں دفن کر دیئے گئے (بخاری)

قبروں کے حوالے سے یہ بے دلیل، جھوٹی باتیں اور افواہیں بھی پھیلائی جاتی ہیں کہ فلاں قبر سے خوشبو آرہی ہے جبکہ عمر بن خطاب، عبد اللہ بن عمرو بن حرام اور دیگر شہداء کی قبروں سے کھل جانے کے بعد بھی جنتی خوشبو نہیں آئی اور نہ ہی نبی ﷺ ابو بکر صدیق اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی قبروں سے جنتی خوشبو آنے کا ان سچے و نیک ایماندار مسلمین (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم، تابعین، تبع تابعین) نے کبھی دعویٰ کیا؟ یہ ساری جھوٹی باتیں قبر پر مزار بنانے یا قبر والے کو نیک ثابت کرنے کے لیے پھیلائی جاتی ہیں۔ جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔

ابو موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام بنو اسرائیل کو لے کر مصر روانہ ہوئے تو وہ راستہ بھول گئے۔ بنو اسرائیل کی ایک بوڑھی عورت نے یوسف علیہ السلام کی قبر کی نشاندھی کی۔ یوسف علیہ السلام کی وصیت کے مطابق ان کی قبر سے ہڈیاں نکال لی گئیں تو راستہ دن کی طرح روشن ہو گیا (ابو یعلیٰ: ۷۲۵۰، حاکم مستدرک، جلد ۲، ۴۰۴، ۴۰۵، بحوالہ احادیث صحیحہ (اردو) للالبانی، جلد ۳، ص: ۳۰۸، ۳۰۹)۔

یہی انسانی جسم ختم ہونے والی بات ایک موقع پر یوسف علیہ السلام نے زندگی میں زلیخا کے سامنے بیان فرمائی تھی جب زلیخا یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے آپ علیہ السلام کے حسن، بالوں اور آنکھوں کی تعریف کرنے لگی تو جواب میں یوسف علیہ السلام نے فرمایا "کہ میرے یہ بال موت کے بعد میرے جسم سے علیحدہ اور میری یہ خوبصورت آنکھیں موت کے بعد پانی ہو کر میرے چہرے پر بہہ جائیں گی۔ چہرے اور جسم کی تعریف پر فرمایا موت کے بعد یہ سب مٹی کی غذا ہے"۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد پنجم، سورۃ یوسف: ۲۳)

نبی ﷺ کا خواب میں آنا:

آج اس اُمت میں نبی ﷺ کے نہ صرف خواب میں آنے بلکہ بیداری میں آنے جانے کا عقیدہ بھی عام ہو گیا ہے۔ مختلف فرقوں کے اکابرین کے ملفوظات و مکتوبات نبی ﷺ کے خواب میں آنے کے واقعات سے بھرے ہوئے ہیں۔ انکی دیدہ دلیری اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ ان میں بعض نے تو اللہ کو خواب میں دیکھنے کے دعوے کیے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

غور کرنے کا مقام ہے کہ اگر نبی ﷺ خواب میں یا بیداری میں وفات کے بعد آسکتے تو عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پاس آتے جہاں زندگی میں آپ ﷺ بہت خوش رہتے تھے پھر کسی کے پاس آتے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آجاتے جن کے لیے نبی ﷺ نے فرمایا کہ "سارے دروازے بند کر دیے جائیں سوائے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے"۔ وفات سے پہلے آپ نے خود دروازے کو کھلا رکھنے کا حکم دیا تھا۔ گھر کا دروازہ بھی معلوم تھا، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے محبت بھی تھی پھر بھی اس دروازے سے اپنے اس یار غار کے پاس کبھی نہیں آئے۔ اور معاملات میں نہیں تو منکرین زکوۃ سے جہاد کرنے یا نہ کرنے، لشکر اسامہ کو بھیجنے یا نہ بھیجنے جیسے دینی مشوروں کے لیے آجاتے لیکن نہیں آئے اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ تو اپنا ہی گھر تھا جہاں زندگی گزاری اور وہیں وفات ہوئی، دفن ہوئے، دوری بھی نہیں تھی۔ آنے جانے میں کوئی رکاوٹ بھی نہ تھی کوئی غیر موجود بھی نہ تھا کسی وقت بھی تشریف لا سکتے تھے لیکن ان اپنے صدیقین کے پاس آپ ﷺ وفات کے بعد تشریف نہیں لائے، نہ ان سچوں نے کبھی نبی ﷺ کے آنے کے جھوٹے دعوے کیے یا واقعات گھڑے۔

دوسرے قریب ترین صحابی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور پیاری بیٹی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس نہیں آئے۔ دونوں آپ ﷺ کی وفات (جدائی) پر بے حد غمگین تھے کسی بھی صحیح روایت سے ثابت نہیں کہ آپ ﷺ کسی زوجہ یا گھر کے کسی فرد یا اپنے کسی جان نثار صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس خواب یا بیداری میں تشریف لائے ہوں۔ جب کہ ان سب کے مکانات، علاقے، شکلیں و چہرے بھی جانے پہچانے تھے۔ ان میں سے کسی ایک نے نبی ﷺ کی وفات کے بعد اپنے پاس آنے کا دعویٰ بھی نہیں کیا۔ کیوں نہیں کیا؟ اس لیے کہ وہ جھوٹے نہیں تھے، سچے ایماندار تھے۔ قرآن ہمیں ان جیسا ہی سچا ایماندار بننے کا حکم دیتا ہے فرمایا: "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو" ۔(التوبہ : ۱۱۹) ان سچے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایمان و عمل تاقیامت ایمان لانے والوں کے لیے معیار اور نمونہ قرار دیا گیا۔ فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا... فرمایا "اگر (یہ) لوگ اس پر اس طرح ایمان لے آئیں جیسے کہ تم (صحابہ کرام) ایمان لائے ہو تو یہ ہدایت پا گئے"۔ (البقرہ: ۱۳۷)

بخاری کی جس روایت کو دلیل بنایا جاتا ہے، جو صحیح روایت ہے وہ یہ ہے: "جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھ ہی کو دیکھا، اس لیے کہ شیطان میری شکل نہیں بنا سکتا" (بخاری) اور روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں "جس نے اسے (نبی ﷺ) کو بیداری میں دیکھا"۔

یہ صحیح روایت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے اللہ کی طرف سے وقت کے لحاظ سے خاص عنایت و مدد تھی جو صرف صحابہ کرام کے لیے مخصوص ہے کیوں کہ انھوں نے نبی ﷺ کو ان کی اصل شکل میں دیکھا تھا اور شیطان جھوٹا ان کو خواب میں آکر دین کے احکامات کے بارے میں کسی غلط فہمی میں مبتلا نہیں کر سکتا تھا۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ صحیح روایت اُن کے لیے دینی احکامات کے نفاذ میں آسانی اور اطمینان قلب کا ذریعہ تھی کیوں کہ دین کے احکامات نازل ہو رہے تھے اور صحابہ کرام (نبی ﷺ کے نمائندے) مدینہ سے نکل کر یمن اور دیگر علاقوں میں اسلامی احکامات پہنچانے کے لیے پھیل رہے تھے اس زمانے میں کوئی اور فوری وسیلہ یا ذریعہ اللہ کے رسول ﷺ سے رابطے کا نہیں تھا سوائے نبی ﷺ کے خواب میں آجانے کے، دوسرے ذرائع پر ہفتے مہینے لگ سکتے تھے اور پھر سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین (نبی ﷺ کے نمائندے) اچھی طرح نبی ﷺ کو شکل وصورت سے جانتے پہچانتے بھی تھے۔

آپ ﷺ کی زندگی میں وفات سے پہلے ہی دین اسلام مکمل ہو گیا اب لوگوں کے پاس آپ ﷺ کا اعلیٰ مقام جنت الفردوس (الوسیلہ) سے آنے کی ضرورت باقی نہ رہی۔ آپ ﷺ ہمیشہ کے لئے دنیا کے انسانوں کو چھوڑ کر اپنے رفیق اعلیٰ کے پاس چلے گئے۔

بعد میں نبی ﷺ کے خواب یا بیداری میں آنے جانے کے دعوے کرنے والے (جنھوں نے آپ ﷺ کو زندگی میں دیکھا تک نہیں) انتہائی جھوٹے اور افتراپرداز ہیں[1]۔ نبی ﷺ کا ہر وقت ہر جگہ خواب میں آنے کا عقیدہ رکھنے والے حضرات آپ کو "الحیّ، القیوم، عالم الغیب، ہر جگہ حاضر وناظر" سمجھ کر آپ ﷺ کو اللہ کے ساتھ صفات اور تصرفات میں شریک ٹھہرا رہے ہیں جو ناقابل معافی گناہ ہے۔ آپ کی وفات کے بعد کتاب اللہ اور سنت رسول قیامت تک انسانوں کی رہنمائی کے لئے کافی ہیں۔ بدقسمتی سے ایمان خالص اور عدل وانصاف کا درس دینے والا قرآن کپڑوں اور غلافوں میں لپیٹ کر طاقوں اور الماریوں میں رکھ دیا گیا مردوں (میتوں) یا کچھ رسموں کی ادائیگی کے لیے خاص کر دیا گیا۔ قرآن آسمانوں سے اس لیے نہیں اتارا گیا تھا کہ اس سے تعویذات لکھ لکھ کر ناف کے نیچے، ران وبازو پر باندھے یا گردنوں میں لٹکائے جائیں بلکہ یہ تو مسلم (اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ) پڑھنے والے حکمرانوں، تاجروں، ججوں، عالموں کے دفاتر، عدالتوں اور مدارس میں رکھنے، پڑھنے اور اس کے مطابق فیصلے کرنے کے لیے اتارا گیا تھا۔ کتنے ظلم اور بدنصیبی کی بات ہے، کہ انسانوں

---

(1). نورالدین زنگی کا جھوٹا خواب جس میں قرآن وسنت کا انکار اور نبی ﷺ (آپ پر اللہ کی ہزاروں برکتیں اور رحمتیں ہوں) کی اور آپ ﷺ کے اعلیٰ مقام کی شان میں گستاخی کی گئی ہے۔ جس نبی ﷺ نے نبوت کی ساری زندگی میں دوسرے لوگوں کو اللہ سے مانگنے کا درس دیا۔ زندگی میں جان کے خطرے کے وقت ساتھی سے فرمایا" لاتحزن ان اللہ معنا "سامنے ہاتھ میں تلوار لیے ہوئے دشمن جان سے کہا" اللہ مجھے بچائے گا" میدان جنگ میں دشمنوں کے سامنے" اللہ مولانا" پکارا۔ وہ اپنے رفیق اعلیٰ القوی رب کے پاس ہوتے ہوئے ایک دنیاوی کمزور بادشاہ سے اپنی حفاظت اور بچاؤ کا کس طرح کہہ سکتے ہیں۔ زنگی کے اس بے اصل اور بے بنیاد خواب کو اُمت میں مشہور کر کے پورے دین اسلام کا مذاق اڑایا گیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے اس انقلابی، سچے اور عدل وانصاف کرنے والے قرآن کو مسلم حکمرانوں، قاضیوں، ججوں اور بااختیار لوگوں سے لے کر کمزور انسانوں، سیاستدانوں، مولویوں، پیروں جو خود ووٹ اور نوٹ کے حوالے سے عوام الناس کے محتاج ہوتے ہیں کے حوالے کر دیا گیا جو اپنی اپنی کمزوریوں کی وجہ سے نہ قرآن بیان کر سکتے ہیں اور نہ اس کے مطابق عمل کر سکتے ہیں، جس کی وجہ سے آج ہر طرف بے انصافی، بے چینی اور بے سکونی ہے دنیا فساد اور ظلم سے بھر گئی ہے۔

کہاں ہیں وہ مسلم کلمہ توحید پڑھنے والے وفادار بندے جو اللہ کی سچی کتاب قرآن اُٹھا کر میدان میں نکل کر قبر پرستی اور مردہ پرستی کے شرک وبدعات سے پاک اسلامی انقلاب ونظام کے لیے اس کتاب کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے قدم بڑھا کر اس کا حق ادا کر دیں۔ مایوسی گناہ ہے اُمید ہے کہ "بنصر اللہ" ایک دن زمین کے رہنے والے اپنی کھلی آنکھوں کے ساتھ ایسے جوانمرد اور جانباز مسلم ومجاہد سپاہ اسلام ضرور دیکھیں گے۔

آخر میں علماء اسلام سے درمندانہ گزارش ہے کہ اللہ کی کتاب کی بات (پیغام) اُسی طرح بیان کریں جس طرح اس کے بیان کا حق بنتا ہے اور جس طرح نبی ﷺ نے اپنی قوم اور یہود ونصاریٰ کے سامنے اس قرآن کو کھول کھول کر بیان فرمایا کیوں کہ آج تم سب اس نبی ﷺ کے وارث ہونے کے دعویدار ہو، یہ دنیاوی فرقے، مسالک، تعلقات، شہرت اور عیش وآرام ساری عارضی اور یہاں دنیا میں رہ جانے والی چیزیں ہیں آخر کار ہم سب کو ایک دن زبردست قہار وجبار رب کے پاس اکیلے اکیلے خالی ہاتھ چلے جانا ہے جہاں صرف اور صرف حق ماننے، حق بیان کرنے اور اس کے مطابق عمل کرنے والے کامیاب قرار دے کر نعمتوں سے بھری جنتوں میں ہمیشہ کے لیے داخل کر دیئے جائیں گے اللہ سے دعا ہے "یا اللہ ہمیں حق ماننے، حق بیان کرنے اور اس کے مطابق زندگی گزارنے کی ہمت اور توفیق عطا فرما اور یا اللہ ہمیں اپنے سوہنے، سچے اور آخری رسول محمد ﷺ کے ایماندار، وفادار مجاہد اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرح اچھے مسلمین بنا لے"۔

اَللّٰهُمَّ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

(الفاتحہ:۵، ۷،۶)۔ "اے ہمارے رب ہمیں سیدھی راہ کی ہدایت فرما۔ ان لوگوں (انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین) کی جن پر تو نے انعام فرمایا (اور راضی ہوا) نہ اُن کی جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور نہ گمراہوں (یہود ونصاریٰ قبر اور مردہ پرستوں) کی راہ کی"۔

اور اے انسانوں کے رب، بادشاہ حقیقی، معبود برحق ہم مسلمین کو شیطان انسانوں اور شیطان جنوں کے شر اور وسوسوں سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھ۔ اے ہمارے حقیقی غوث الاعظم، حاجت روا، کارساز ہماری یہ عاجزانہ دعا قبول فرما..... آمین۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختتامیہ

سچے اللہ، سچے رسول ﷺ اور سچے قرآن کا اعلان:-

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۝ (الرحمن:۲۶،۲۷)۔

زمین پر جو ہیں سب فنا ہونے والے ہیں ○ صرف تیرے رب کی ذات جو عظمت اور عزت والی ہے باقی رہ جائے گی ○

كُلُّ ابْنِ آدَمَ يَأْكُلُهُ التُّرَابُ إِلَّا عَجْبَ الذَّنَبِ مِنْهُ خُلِقَ وَفِيهِ يُرَكَّبُ (مسلم)

"ہر انسان کے بدن کو مٹی کھا جاتی ہے، سوائے عجب الذنب کے، اسی سے پہلے بنایا گیا اور اسی سے دوبارہ بنایا جائے گا"۔

قرآن وصحیح احادیث کی صداقت کا ثبوت ...... **تصاویر وواقعات کی روشنی میں** ....

گورا قبرستان کی ایک قبر پر کتے کے آرام کا منظر

روزنامہ امت کراچی

سہراب گوٹھ میں واقع ایدھی فاؤنڈیشن کے سرد خانے کا اندرونی منظر

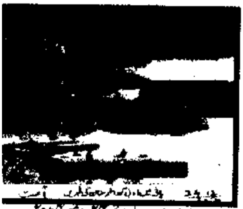

روزنامہ امت کراچی ۲۱، دسمبر ۲۰۰۷ء

پانی میں ڈوبی گورا قبرستان کی قبریں

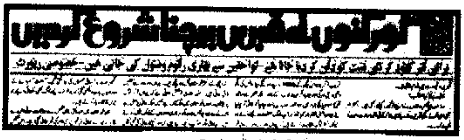

روزنامہ امت کراچی ۱۹ اپریل ۲۰۰۸ء

گورکنوں نے قبریں بیچنا شروع کر دیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مسلم بیٹوں کے نام نصیحت

حَدَّثَنِي يَحْيَ قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ اِسْمٰعِيلَ بْنِ اَبِي خَالِدٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ يَا اُمَّتَاهُ هَلْ رَاٰى مُحَمَّدٌ رَبَّهُ فَقَالَتْ لَقَدْ وَقَفَ شَعْرِي مِمَّا قُلْتَ: لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۝ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ، وَمَنْ حَدَّثَكَ اَنَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ فَقَدْ كَذَبَ ثُمَّ قَرَاَتْ: وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَنْ حَدَّثَكَ اَنَّهُ كَتَمَ فَقَدْ كَذَبَ ثُمَّ قَرَاَتْ: يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ "الآية" وَلٰكِنَّهُ رَاٰى جِبْرِيلَ فِي صُوْرَتِهِ مَرَّتَيْنِ۔ (صحیح بخاری: کتاب التفسیر)

ہم سے یحیٰ بن ختی نے بیان کیا کہ ہم سے وکیع نے بیان کیا، انہوں اسماعیل بن ابی خالد سے، انہوں نے عامر شعبی سے، انہوں نے مسروق سے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: اے پیاری اماں! کیا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے، انہوں نے فرمایا کہ تمہاری بات سے میرے تو رونگٹے کھڑے ہوگئے، کیا تم یہ تین باتیں نہیں سمجھتے کہ جس کسی نے ان کا ہونا تجھ سے بیان کیا، اس نے البتہ جھوٹ بولا، جس نے تجھ سے کہا کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے، اس نے جھوٹ بولا۔ پھر آپ (عائشہ رضی اللہ عنہا) نے یہ آیتیں تلاوت کیں "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۝" «الانعام: ۱۰۳» [1] "وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ ......" «الشوریٰ: ۵۱» [2] اور جس نے تجھ سے یہ کہا کہ وہ جانتا ہے کہ کل کیا ہوگا، اس نے جھوٹ بولا۔ پھر یہ آیت تلاوت کی "وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا" «لقمٰن: ۳۴» [3] اور جس نے تجھ سے کہا کہ انہوں نے (نبی ﷺ نے) کوئی چیز چھپائی ہے تو اس نے جھوٹ کہا، پھر آپ (عائشہ رضی اللہ عنہا) نے یہ آیت پڑھی: "يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ......" «المائدہ: ۶۷» [4] بلکہ انہوں (نبی ﷺ) نے جبرائیل علیہ السلام کو دو مرتبہ اپنی اصلی صورت میں دیکھا۔

---

(۱) (اللہ ایسی ذات ہے کہ) نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک کر سکتا ہے اور وہ باریک بین (اور) خبر رکھنے والا ہے۔

(۲) اور کسی آدمی کی یہ تاب نہیں کہ اللہ اس سے بات کرے مگر وحی کے ذریعے یا پردے کے پیچھے سے۔

(۳) اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا ......

(۴) اے رسول (ﷺ) جو کچھ تیرے رب کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے اس کو لوگوں کے سامنے بیان کر دو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو (گویا) تم اللہ کا پیغام پہنچانے سے قاصر ہے ......۔